حُسَینٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن

(حدیثِ رسول)

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

الخصائص الحسینیة

(امام حسین علیہ السلام کی مخصوص خصوصیات)

جلد اوّل

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر شوستری رحمتہ اللہ علیہ

ناشر: مکتب اہل البیتؑ سی۔۱۲، رضویہ سوسائٹی

Preseneted by Ziaraat.com

الخصائص الحسینیۃ

تألیف

العالم الربانی والمحدث الروحانی

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر الشوشتری (رح)

المتوفی سنہ ۱۳۰۳ھ

مترجم

سید محمد اسماعیل رضوی

ناشر

مکتب اہل البیتؑ

سی-۱۲- رضویہ سوسائٹی

کراچی ۷۴۶۰۰ پاکستان

Preseneted by Ziaraat.com
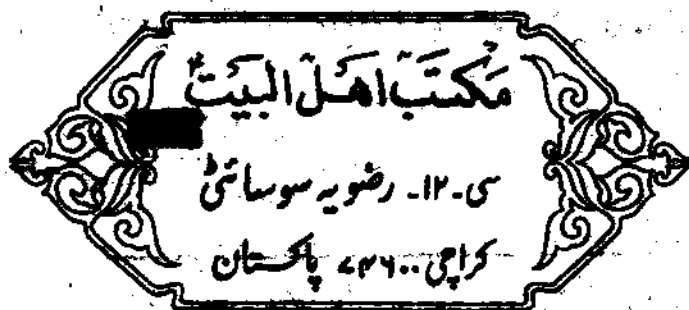
نام کتاب: الخصائص الحسینیہ (جلد اوّل)

مترجم: سید محمد اسماعیل رضوی صاحب

تصحیح: مولانا سید محمد علی الحسینی صاحب

طباعت: بار اوّل محرم ۱۴۱۸ھ بار دوم محرم ۱۴۲۴ھ

بار سوم صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

کمپوزنگ: کمپیکٹ سروسز کراچی

طبع سعید پروسس ناظم آباد کراچی سرورق: رضا گرافکس

ہدیہ [illegible] روپے

ناشر: مکتب اہل البیت رضویہ سوسائٹی، کراچی

Preseneted by Ziaraat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Preseneted by Ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف:

مکتب اہل البیتؑ رضویہ سوسائٹی میں گزشتہ ۱۹ سالوں سے دینی تبلیغی ادارے کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اس ادارے کے تحت بچوں کی دینی تعلیم و تربیت نماز کی عملی مشق دینی امتحانات کا انعقاد نوجوانوں کو تعلیمات محمد و آل محمدؐ سے روشناس کرانے کے لئے کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام اور جید علماء کرام کے ہفتہ وار درس اخلاق و مسائل فقہ جو ہر جمعہ کو بعد نماز مغربین پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے اور علاقے کے مومنین کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جس میں علماء کرام مختلف الٰہی و دینی عنوانات پر خطاب فرماتے ہیں اور مسائل فقہ بھی بیان ہوتے ہیں جس کے ذریعے مومنین کی روحانی و دینی تسکین ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومینؑ کے ایام ولادت و شہادت پر محافل و مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کے اخراجات پورا کرنے اور ادارہ اپنے کو خود کفیل بنانے کے لئے مختلف دینی و اخلاقی عنوان کی کتب فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کرتا رہا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کی کڑی ہے اس سے قبل ادارہ آیت اللہ دستغیب شہید کی معرکۃ الآراء کتاب گناہانِ کبیرہ (۷ جلدوں میں) ترجمہ کر کے شائع کر چکا ہے جس کو مومنین نے بے حد سراہا اور اس کے کئی مرتبہ ایڈیشن شائع ہوئے مگر ہمیشہ نایاب رہی ہے۔

مومنین کرام کا تعاون رہا تو ادارہ پُر امید ہے کہ مزید دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

دعا گو ہیں کہ خداوند متعال کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو اور ائمہ طاہرینؑ خوشنود ہوں۔۔۔۔۔۔ والسلام

مکتب اہل البیتؑ۔ سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی

Preseneted by Ziaraat.com

بسم سبحانہٗ

عرضِ ناشر

قارئین کرام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسلام علیکم:

آپ کی خدمت میں کتاب الخصائص الحسینیہ کا پہلا حصہ (ترجمہ) پیش کیا جا رہا ہے جلد اوّل کی یہ تیسری مرتبہ اشاعت آپ حضرات کی پسندیدگی کا مظہر ہے یہ کتاب آیۃ اللہ شیخ جعفر شوستری علیہ رحمۃ کی معرکۃ آلاراء تصنیف ہے جو عربی و فارسی زبان میں کئی مرتبہ شائع کی جا چکی ہے۔

ادارہ تیسری اشاعت پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے مومنین کا بھی بے حد ممنون ہے کہ ہماری کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جو کہ ہماری حوصلہ افزائی کا موجب بنا۔

گزشتہ محرم الحرام میں کتاب کا حصہ دوم شائع کیا گیا تھا جسکے بعد وہ قارئین جن تک جلد اوّل نہیں پہنچی تھی اُن کا کتاب کا دوسرا حصہ (جلد دوم) موضوع کی خوبی کی بناء پر تشنگی بڑھا رہا تھا لہٰذا ادارہ نے کتاب کا تیسرا ایڈیشن کیلئے کوشش شروع کی اور اب

Preseneted by Ziaraat.com

آپ کے ہاتھوں میں جلد اوّل موجود ہے امید ہے ہماری کاوش پسند آئے گی۔ ترجمہ کو پوری جانفشانی اور وسعت نظر سے پرکھا گیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی خامی نہ رہنے پائے لیکن پھر بھی اہل علم و نظر حضرات کے اصلاحی مشورہ سے بے نیاز نہیں آپ کا مشورہ آئندہ کی اشاعت میں ہمارے لیئے معاون ہوگا۔

آخر میں ادارہ دُعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو۔ آئمہ طاہرین علیہ السلام کو ہم سے خوشنود فرمائے۔

حضرت امام زمانہ ہماری راہنمائی فرمائیں دُعا کرتے ہیں آپ کا ظہور پُرنور جلد وقوع پذیر ہو۔

(آمین یارب العالمین)

مکتب اہل البیتؑ

سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی۔

Presented by Ziaraat.com

فہرست موضوعات کتاب خصائص حسینیہ جلد اول

Preseneted by Ziaraat.com

Preseneted by Ziaraat.com

Preseneted by Ziaraat.com

Preseneted by Ziaraat.com

Preseneted by Ziaraat.com

Preseneted by Ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سِیَّمَا عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَعْلَامِ الْھُدٰی صَلَوَاتُہٗ عَلَیْھِمْ مَادَامَتِ السَّمٰوَاتُ الْعُلٰی۔

مقدمہ از مترجم زبان فارسی

اما بعد بندۂ پُر تقصیر احقر محمد حسین بن علی اکبر، اللہ تعالٰی دونوں کے گناہوں کو بخش دے اور عاقبت خیر کرے۔ یوں کہتا ہے صاحبانِ علم ودانش پر آشکار ہے کہ کائنات کی خلقت کا مقصد صرف یہی نہیں کہ اس چند روزہ زندگانی کو عیش ونشاط میں بسر کردیا جائے بلکہ اس دنیائے فانی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے کرب ومشکلات کو بھی برداشت کیا جائے۔ ربِّ جلیل اپنے کلام معجز بیان میں ارشاد فرماتا ہے۔
ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ "جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایسا گمان کرتے ہیں۔ پس وائے ہو ان پر جو جہنم کی آگ سے انکاری ہیں"۔ بلکہ مقصدِ خلقت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کرکے، اس جلّ شانہٗ کی عبادت وبندگی کا حق ادا کیا جائے تاکہ ابدی عذاب سے نجات کی راہ پیدا ہو اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر حاصل کیا جائے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا

Presented by Ziaraat.com

الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ، خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۔

"بہ تحقیق کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیا ان کے لئے جنّتِ فردوس ہے جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے"۔ رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ بندوں کو راہِ راست پر ہدایت کی جائے۔ یہ دونوں مطالب نہایت اہمیت کے حامل ہیں لیکن شیطانی وسوسوں اور جہل ونادانی نے انسان کے حقیقت آشنا دل پر کچھ اس طرح پردے ڈالے کہ انسان اس دنیائے فانی کی بے اعتباری اور باطل پن کو بھلا بیٹھا جو نہ صرف ہر دیگر شے سے زیادہ واضح بلکہ جملہ عقلاء اور اہل کے لئے محلِ آزمائش بھی ہے۔ اس طرح اس نے خود کو اس آیت بلاغت نظام کا مصداق قرار دیا جہاں فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ ۔ (سورۂ اعراف ۱۷۹)

"اور گویا ہم نے بہتیرے جنّات اور آدمیوں کو جہنم ہی کے واسطے پیدا کیا۔ اور ان کے دل تو ہیں (مگر قصداً") ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے ہی نہیں اور ان کے کان بھی ہیں

Presented by Ziaraat.com

(مگر) ان سے سننے کا کام ہی انجام نہیں دیتے تب (خلاصہ) یہ لوگ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ (امورِ حق) سے بالکل بے خبر ہیں بلکہ آخرت کی باقی رہنے والی حقیقت سے آنکھیں چرا کر عمر عزیز کو دنیائے فانی کی باطل و بے وقعت رنگینیوں میں صرف کر دیتے ہیں اور اس پہلو پر ذرا برابر بھی غور نہیں کرتے کہ دنیا کی زندگی موت' دنیا کی تونگری فقر' اس کی خوشی مصیبت و اندوہ' اس کی صحت بیماری اور اس کی عزت ذلت و خواری ہے۔ دنیا ایک سرکش رہوار ہے' رخائن دبے والا ساتھی ہے۔ یہ وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان پھسل جاتا ہے۔ یہ وہ مکان ہے جو بلند و پستی میں واقع ہے۔ دنیا کی دل لبھانے والی چیزیں نفس کے لئے لذت اور آنکھ کے لئے مسرت کا سامان ہیں اور ہاتھ ان اسباب کے حصول کے لئے بے چین رہتے ہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ابھی انسان نے اس کی شیرینی کو لب تک نہ لگایا تھا کہ موت اس کے سرہانے آکھڑی ہوئی ہے اور پھر وہ خالی ہاتھ ہی رہ جاتا ہے۔ آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں اس پر وہ کچھ گزر جاتا ہے جو اس کا مقدر ہے۔ ختم ہو جانے والی شے ختم ہو جاتی ہے۔ جس شے کے مقدر میں ہلاکت ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ دنیا ایک جماعت کو ہلاک کر کے دوسروں کو ان کی جگہ لا بٹھاتی ہے۔ چنانچہ ہر شخص دوسرے کی جگہ پُر کرنے کو تیار ہے۔ اسے کسی کی موت کی پروا نہیں۔ مرنے والوں کے مکانات میں دوسرے افراد آباد ہو جاتے ہیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

ایک کی پکی ہوئی خوراک دوسرے گروہ کو کھلائی جاتی ہے۔ دنیا ذلیل کو صاحب عزت اور عاجز و بے چاروں کو طاقتور و دراز عیش کی جگہ بٹھا دیتی ہے۔ کسی کی فقر و تنگدستی کو نعمت کی فراوانی سے بدلتی ہے۔ پیادے کو مرکب عطا کرتی ہے۔ تنگدستی کے بعد نعمت اور مشکلات کے بعد راحت و سکون بہم پہنچاتی ہے اور جب انسان نعمت و راحت میں غرق ہو جاتا ہے تو پھر اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ نعمت کی پوشاک اتروالی جاتی ہے۔ اس کی قوت کو کمزوری سے بدل دیتی ہے اس کی انتہائی خوشحالی' انتہائی بدحالی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کی بے وفائی ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان اپنی مختصر عمر میں کتنے مکانات کو بے وارث دیکھتا ہے اور کیسے کیسے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ۔ "(خدا جانے) وہ لوگ کتنے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور نفیس مکانات اور آرام کی چیزیں جن میں وہ عیش اور چین کیا کرتے تھے' چھوڑ گئے"۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ معصومینؑ کی اس ہدایت پر عمل کرے جس میں فرمایا گیا کہ تَدَارَكْ فِي آخِرِ الْعُمْرِ مَا فَاتَكَ فِي أَوَّلِهِ۔

یعنی عمر کی ابتدا میں جو غفلت ہو چکی ہے اس کا تدارک حال اور مستقبل میں کیا جائے۔ اس لئے اس ہدایت کی روشنی میں مجھ جیسے بے

Preseneted by Ziaraat.com

بضاعت اور بحرِ معصیت میں ڈوبے ہوئے انسان کو اپنی اس مختصر عمر میں ایک فرصت ملی جسے میں نے خامس آل عبا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ذکر میں صرف کر دیا۔ مجھے امید ہے کہ میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود، ربِ جلیل کی بارگاہ میں مقبول اور روزِ محشر اس حقیر اور اس کے والدین، ناظرین اور تمام برادرانِ دینی کے لئے باعثِ مغفرت قرار پائے گا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

اس کتاب کے مصنف عالم و فاضل جناب الحاج شیخ جعفر شوشتری قدس اللہ نفسہٗ ہیں جنہیں حقل کی کتابیں تحریر کرنے والوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جو چاند کو ستاروں کے درمیان۔ آپ علماء کے درمیان انتہائی ہردلعزیز اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔ انہوں نے دین کی ایسی تصویر پیش کی کہ پڑھنے والے کو عجیب و غریب محسوس نہ ہو۔ چونکہ ان کی تحریر عربی زبان میں تھی اس لئے عربی جاننے والے افراد اس سے استفادہ کر سکتے تھے لیکن فارسی جاننے والے اس کتاب کے فیض سے محروم تھے اس لئے میں نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کمر باندھی اور اپنی اس کاوش کو اس کتاب کی شرح قرار دیا اور اس میں اسی طرزِ نگارش اور اسلوبِ تحریر سے استفادہ کیا جو ان کی خصوصیت تھی۔ چونکہ امیر الامراء العظام المؤید بتوفیق الملک المقرب بارگاہِ حسینیہ سپاہ و ممنوع آذربائیجان کی فوج کے افسر

Preseneted by Ziaraat.com

علامہ میرزا حسن خان زادہ آقا بزرگ نے ان باقیات الصالحات کی
تکمیل میں نہایت خلوص سے کوشش کی اور چونکہ آپ خادمین آل عبا علیہم
السلام سے خصوصی محبت رکھتے ہیں اس لئے جب اطراف و اکناف میں
اس کتاب کی شہرت پھیلی تو انہوں نے اس کی طباعت کے جملہ اخراجات
برداشت کرنے کی حامی بھری۔ امید یقین ہے کہ ان کا یہ عمل بارگاہ رب
جلیل میں مقبول و منظور ہوگا۔ مختصر یہ کہ ترجمہ سے پہلے متن کے پایا کر
اخبار و روایات کو بعینہٖ نقل کر دیا جائے۔ اس کے بعد اگر اس گنہگار نے
ضروری سمجھا تو اس کا لفظی ترجمہ تحریر کر دیا جائے گا۔ تعقیبات مضمون کے
بھی صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا۔ وَبِاللّٰہِ الْاِسْتِعَانَۃُ وَالتَّوْفِیْق

مقدمہ صاحب کتاب

اس لئے مناسب یہ ہے کہ انہی جناب کے تحریر کردہ دیباچہ سے کلام
کا آغاز کریں۔ وہ فرماتے ہیں جب سے میرے بدن میں بڑھاپے کی
نشانیاں ظاہر ہونے لگیں اور ظرف وجود عیب و نقص سے پُر ہو گیا اور
میں نے محسوس کیا کہ اب عمر ساٹھ سال کو پہنچ چکی ہے لیکن اب تک
اس کا ثمر چکھنے کو نہیں ملا۔ نہ عمر سے کوئی فائدہ ہوا اور نہ ہی گزشتہ ایام
سے کچھ حاصل کیا تو اب مجھے یقین ہو گیا کہ بقیہ عمر بھی اسی طرح بسر
ہو جائے گی۔ تو اب میں نے اپنے جھاڑ کا رخ کیا اور اس کے کہنا مونہ کو

Preseneted by Ziaraat.com

مخاطب کیا اور کہا وائے ہو تجھ پر کہ جوانی کی بہار گزر گئی اور اب بڑھاپے کی خزاں کو اس کی مانند ضائع نہ کر کہ اس تک اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا! اس لیے ہوشیار رہو کہ بقیہ عمر بھی ضائع نہ ہونے پائے کیونکہ زندگی وہ کھیتی ہے جہاں بیج کی کثیر مقدار کو بونے کے بجائے ضائع کر دیا گیا۔ اب جو تھوڑی بہت مقدار باقی رہ گئی ہے اس کو ضائع نہ کر۔ میں نے محسوس کیا کہ مالِ تجارت سے بہت کچھ برباد ہو چکا اس لیے میں نے سوچا کہ مزید نقصان نہ کیا جائے۔ میں نے آواز دی کہ اے زادِ راہ سے خالی مسافر! اے سواری کو چھوڑ کر پیادہ چلنے والے، اے موت کے جال میں شکار ہونے والے طائر، اے آخرت سے تجارت کرنے والے، اے اپنے اور دوسروں کے نفس پر ظلم کرنے والے کیا تو نے ربُّ العباد کا یہ فرمان نہیں سنا۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ "تحقیق کہ تیرا پروردگار کمین گاہ میں ہے"۔ پھر میں نے اسے بیدار کیا کہ ہوشیار، ہوشیار، نزدیک ہے کہ تمہارا شدید مواخذہ کیا جائے۔ حالانکہ تو پیادہ پا ہے جبکہ سواری کے لیے کوئی مرکب بھی میسر نہیں۔ پھر میں نے اسے خوف دلایا کہ آگاہ رہو کہ تم ایسے ہولناک مقام تک پہنچ گئے ہو جہاں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ جبکہ تم دونوں ہاتھ سے خالی ہو اور تمہیں ایک خطرناک راہ درپیش ہے۔ میں نے اسے اس کی جگہ سے حرکت دے کر کہا۔ اَلْعَجَلَ اَلْعَجَلَ۔ خبردار خبردار کب تک خود کو نادان بنائے رکھو گے۔ کیا تمہیں کچھ

Preseneted by Ziaraat.com

سو جاتا ہی تھیں۔

يَا لَكَ يَوْماً أَنْتَ تُبْعِدُهُ   دِمَتْ شَمْسُ الضُّحَى عَادَتْ ظَلَامَا

فَانْتَبِهْ مِنْ رَقْدَةِ اللَّهْوِ وَلَمْ   وَالِفْ خَفْ عَنْ تَمَادِيكَ الْمَلَامَا

تحقیق کہ تم اس دن کی طرف آگے بڑھ رہے ہو کہ اگر ظہر کے وقت چمکنے والے سورج کو اس دن کا خوف دلایا جائے تو اس کی روشنی تاریکی سے بدل جائے گی۔ پس بیدار ہو جاؤ خواب غفلت سے۔ اور لہو و لعب سے دوری اختیار کرو پھر میں نے ایک آہ کی۔ اور اسے امام المتقین علیہ افضل صلوات المتقین کا ایک قول یاد دلایا جہاں فرمایا گیا۔

أَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ وَكَيْفَ أَنْتَ

إِذَا الْتَحَمَتْ أَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ

حَتَّى أَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ۔

اے شیخ کبیر تو بڑھاپے کی حد کو پہنچ گیا۔ اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب آگ میں دہکی ہوئی سرخ زنجیریں تیری گردن میں لپٹی جائیں گی جو بازو کے گوشت کو گلا دیں گی۔ میں نے اسے اس کی موت کی خبر دی۔ جس کا مجھے صدمہ ہوا۔ میں نے زبان حال سے اس پر نوحہ کیا کہ اے عزیز میں نے تجھے کھو دیا۔ میں نے ایک مرتبہ عمر کے گزر جانے پر، دوسری مرتبہ اپنی گزری ہوئی جوانی پر اور پھر اپنے بڑھاپے پر آہ و فغاں کی۔ جبکہ

Preseneted by Ziaraat.com

وہ زبان حال سے پکار رہا تھا

در معاصی شد همه عمرت تباه

گناہوں کے اندر ساری عمر تباہ ہو گئی

قامتت خم گشت از بار گناه

اور گناہوں کے بھاری بوجھ سے تیرا قد ٹیڑھا ہو گیا

موی تو در روسیاهی شد سفید

تیرے سر اور داڑھی کے سیاہ بال سفید ہو گئے

یعنی از ره قاصد مرگت رسید

گویا تیری موت کا قاصد دور دراز راستے سے آپہنچا

میں نے اس سے کہا کہ اپنے نفس پر اتنا ہی رحم کرو جتنا دوسروں پر کرتے ہو۔ میں نے اس کی مدد کے لئے فریاد کی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ "الغوث الغوث لنفسک" اپنے نفس کی مدد کرو رحلت کے لئے آمادہ رہو۔ باقی رہنے والی شے کا شعور پیدا کرو۔ فرصت سے استفادہ کرو اور امام غائب مختفیؑ کے ظہور اور خدائے قہار کے احتساب سے پہلے مہلت کو غنیمت جانو۔ میں نے اسے، ہر کتاب ہر پیغمبر اور ہر امام کی زبان میں نصیحت کی۔ یہاں تک کہ بچوں، حیوانات اور کل مخلوقات کی زبان میں بھی اس کو مخاطب کیا۔ اس بیمار نفس کے علاج کے لئے قطعی ارادہ کر لیا۔

Preseneted by Ziaraat.com

جب میں نے طے کرلیا کہ اب اپنے امور کی اصلاح کروں گا تو مجھ پر مایوسی کی حد تک خوف طاری ہوا۔ حتیٰ کہ مایوسی نے اس کی جگہ لے لی۔ مایوسی کی ایسی حالت میں امید کی کرن دکھائی دی۔ جس کے بعد سکون و اطمینان حاصل ہوا۔ ان کیفیات کی تفصیل یوں ہے۔

پہلی کیفیت

میں نے ایمان پر نظر کی کہ اسی کی بنیاد پر اعمال قبولیت کی سند پاتے ہیں۔ یہی نجات کا ضامن اور یہی دوزخ سے بچانے والا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں اس قسم کی نہ کوئی خصوصیت ہے اور نہ آثار۔ دوسری طرف مجھ میں ایمان کی اکمل یا افضل صورت بھی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ مجھ میں ایمان کا وہ کمترین درجہ بھی نہیں جو معصیت اور برائی سے نفرت پر مبنی ہو اور وہ اعلیٰ مدارج بھی نہیں جہاں انسان حالت نزع میں بھی یاد خدا میں مصروف رہتا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔
اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ.

میں نے محسوس کیا کہ میرے وجود میں اس کے وہ اجزاء بھی نہیں جو قلب اور اعضاء و جوارح میں منقسم ہیں۔ مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود نہ ہو جو جہنم کے عذاب کے بعد نجات کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد میں نے غور کیا کہ کیا مجھ

Preseneted by Ziaraat.com

میں نیک اخلاق و صفات موجود ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ میرا نفس برائیوں کے اندر ڈوبا ہے نہ مجھ میں کوئی خوبی ہے۔ دیکھا کہ شاید مجھ میں نیک اخلاق موجود ہوں؟ تو پتہ چلا کہ ان اعمال کی تو طلب بھی مجھ میں نہیں جن میں سے ایک کو بھی پیدا نہ کر سکا۔ اپنے میں کچھ ہی خلاف فطری عادات پائیں سے تبدیل ہو گیا۔

دوسری کیفیت

جب میں نے غور کیا کہ میرے پاس وہ کون سے وسیلے موجود ہیں جو مجھے خدائے تعالیٰ سے نزدیک کر سکتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ میں نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ کی امت سے ہوں اور امیرالمومنین علیہ السلام کے شیعوں اور اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنے والوں میں شامل ہوں اور وہی میری نجات کے لئے کشتیٔ اعظم، صراطِ اقوم اور کشتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جو بھی ان میں سوار ہو جائے وہ نجات پا لیتا ہے۔ بس یہی سوچ کر مجھ میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید میں نجات پا جاؤں۔

تیسری کیفیت

میں نے دیکھا کہ خود کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شمار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں ان کی متابعت کروں۔ میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے اب تک کس چیز میں ان کی پیروی

Preseneted by Ziaraat.com

کی ہے کیونکہ خود کو علی علیہ السلام کا شیعہ کہلوانے کے لئے لازم ہے کہ کسی عمل یا صفت میں ان کی اطاعت کی گئی ہو لیکن خود طلب امر یہ ہے کہ میں نے کس چیز میں اطاعت کی ہے نیز اہل بیت اطہار سے محبت کا دعویٰ کرنے کے لئے بھی لازم ہے کہ مجھ میں ان سے محبت کی ایک نشانی تو موجود ہو لیکن مجھ میں ایسی کوئی نشانی موجود نہیں۔ بس یہی سوچ کر میں بے چین ہو گیا اور مجھ پر خوف غالب آگیا۔

چوتھی کیفیت

جب میں نے ائمہ علیہم السلام سے توسّل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان سے توسل میں ثواب کا پہلو شامل ہے۔ ان کی ذات سرچشمہ فیض ہے اور وہ سب نہایت بلند درجات پر فائز ہیں۔ ان سے توسل کی شرائط کمترین اور ان تک پہنچنے کی راہ نہایت سہل ہے۔ ان کا وسیلہ مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہ وسیلہ جوانان جنت کے سردار اور نو اماموں کے جد بزرگوار سیدِ مظلوم ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کا وسیلہ ہے جن کی منفرد و ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ طلب دعا کے وقت آپ ہی کو وسیلہ قرار دیا جاتا ہے۔ تمام امام فضیلت میں ایک درجہ پر ہیں جبکہ نور اور طینت کے اعتبار سے بھی ان کا مقام ایک ہے۔ مگر حسین علیہ السلام کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ

Preseneted by Ziaraat.com

حسین علیہ السلام جنت کے ابواب میں سے ایک باب ہیں، نیز وہ نجات کی کشتی اور ہدایت کا چراغ ہیں اگرچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سب جنت کے ابواب ہیں لیکن باب حسینی زیادہ وسیع ہے۔ وہ سب نجات کی کشتی ہیں لیکن حسینی کشتی رکاوٹوں کو تیز رفتاری سے کاٹتی ہے۔ اس کا ساحل نجات پر پہنچنا زیادہ آسان ہے۔ یہ تمام ذوات مقدسہ ہدایت کے چراغ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کے نور سے استفادہ کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ وہ سب مضبوط پناہ گاہ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کی پناہ گاہ تک پہنچنے کی راہ زیادہ سہل ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے نفس اور اس کے شرکاء کو پکارا کہ اس خوفناک صورتحال میں میری طرف آؤ اور حسینی رحمت کے دروازوں کا قصد کرو اور سلامتی کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ۔ اطمینان رکھو کہ تم وہاں ہر طرح محفوظ ہو۔ حسینی کشتی کی لنگرگاہ کا رخ اختیار کرو اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کہہ کر اس میں سوار ہو جاؤ۔ انوار حسینی کی طرف نظر کرو کہ وہ بھی تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ان کے نور سے استفادہ کرو۔ پس میں نے اس باب میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چونکہ میں نے اپنے نفس میں ان کی محبت کو تلاش کر لیا اس لئے ان سے توسل کے لئے میری آتش شوق میں مزید اضافہ ہوا۔ حالانکہ میں اس سے پہلے اپنے وجود میں ایمان کی نشانیاں

Preseneted by Ziaraat.com

نیا پاکیزہ باطن میں موجود تھا اور ایمان کامل پر کاربند تھا وہ ان نقائص کو پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔

ایمان کی پہلی علامت

اب ہم ایمان کی نشانیوں کے ادراک کو زیر بحث لاتے ہیں جن کی تشریح درج ذیل ہے۔

سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں: اَنَا قَتِیْلُ الْعَبَرَاتِ مَا ذُکِرْتُ عِنْدَ مُؤْمِنٍ اِلَّا بَکٰی وَ اغْتَمَّ لِمُصَابِیْ۔

میں آنکھوں کے آنسوؤں کا مقتول ہوں۔ جب مومن کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ گریہ کرتا ہے اور میری مصیبت میں مغموم ہوتا ہے۔ یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ جب انبیاء کے سامنے سید الشہداء کا ذکر کیا جاتا تو وہ محزون ہوتے اور گریہ کرنے لگتے۔ میں نے محسوس کیا کہ جب یہ مبارک ذکر درپیش ہوتا ہے تو میرے وجود میں یہی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ بس اسی نشانی کی بناء پر مجھ میں اتنی آس پیدا ہوئی کہ میرے وجود میں ایمان کا اتنا ذرہ تو موجود ہے جو کم از کم مجھے آتش جہنم سے بچالے۔

ایمان کی دوسری علامت

ہر سال محرم کی دس تاریخ کو مجھ پر حزن و گریہ کی کیفیت طاری ہوتی

Preseneted by Ziaraat.com

ہے سمجھو کہ یہ معرفت بھی ائمہ علیہم السلام کی معرفت میں سے ایک
ہے اس لئے میں نے نتیجہ نکالا کہ مجھ میں اس کیفیت کا پیدا ہونا ائمہ
علیہم السلام کی محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ معصوم فرماتے ہیں:

شِيْعَتُنَا خُلِقُوْا مِنْ طِيْنَتِنَا خُلِطُوْا بِنُوْرِ وَلَايَتِنَا يُحْزِنُهُمْ
مَا اَحْزَنَنَا۔

ہمارے شیعہ ہماری بہترین طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ ان کا خمیر
ہماری ولایت کے نور سے گوندھا گیا ہے۔ وہ ہمارے مصائب پر محزون
ہوجاتے ہیں۔ ایسی بے شمار روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جب
بھی محرم کا چاند دکھائی دیتا ہمارے ہر امام پر حزن و غم طاری ہوجاتا۔ امام
جعفر صادق علیہ السلام کی کیفیت یہ تھی کہ ایام عاشورہ میں کبھی کسی نے
آپ کو متبسم نہ دیکھا تھا۔ آپ ان دنوں میں مسلسل غمگین رہتے۔ جب
مجلس عزا میں تشریف لاتے تو مخدرات حرم کو پردے کے پیچھے بٹھاتے۔ اگر
مجلس میں کوئی شاعر وارد ہوتا تو اس سے فرماتے کہ جد مظلوم حسین علیہ
السلام کی مصیبت پر اشعار پڑھے۔ جیسا کہ آپ نے دعبل خزاعی کو حکم
دیا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو خود ان بزرگوار کے مصائب بیان فرماتے۔

ریان بن شبیب روایت کرتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام
جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔

يَا ابْنَ الشَّبِيْبِ اِنْ كُنْتَ بَاكِيًا لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ ...

Preseneted by Ziaraat.com

السَّلَامُ لِاَنَّهُ ذُبِحَ كَمَا ذُبِحَ الْكَبْشُ وَقُتِلَ مَعَهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ۔

"اے فرزندِ شبیب اگر تمہیں کسی شے پر رونا آئے تو حسین (علیہ السلام) پر گریہ کرلینا کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان ہی کے اہل بیتؑ میں سے اٹھارہ نفر قتل کردیے گئے"۔

تشبیہ گوسفند کی وجوہات

اب مؤلف کہتا ہے کہ مُشبّہ اور مُشبّہ بہ میں یعنی قتل امامؑ اور ذبح گوسفند میں کئی وجوہ کی بناء پر مماثلت موجود ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ گوسفند کا ذبح کرنا مباح ہے اس لئے اس کے ذبح ہونے پر نہ کوئی ملول ہوتا ہے اور نہ متردد۔ جبکہ لوگ بھی ذبح کا تماشا کرنے جمع ہوجاتے ہیں۔ ایک اور وجہ مماثلت یہ بھی ہے کہ ذبح کے بعد گوسفند کے اعضا یعنی سر، ہاتھ، پیر الگ کردیے جاتے ہیں۔ کھال اتار کر ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی عاقل انسان سید الشہداء پر وارد ہونے والے مصائب، منجملہ مظلوم کی کیفیتِ ذبح، اشقیائے کوفہ وشام کے اجتماع، جسم مبارک پر لگنے والے تیر، شمشیر اور نیزوں کے زخم، بدنِ اطہر سے خون آلود پیراہن کو کھینچ نکالنے، زخموں سے چھلنی بدن اور ساربان کے

Preseneted by Ziaraat.com

بے رحمی سے گھوڑوں کو تیز تیز بھگانے وغیرہ پر گہری نگاہ سے غور کرے تو وہ سید انس وجان ؑ کے مصائب کو اپنے دامن تصور میں نہ سمو سکے گا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے جو مصائب بیان کئے جاتے ہیں وہ فی الجملہ بحر مصائب کا ایک جز ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی عادت میں شامل تھا کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی محزون ہو جاتے۔ بس معلوم ہوا کہ اگر محرم کا چاند دیکھتے ہی دل مغموم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دل میں اس مظلوم کی محبت موجود ہے۔ البتہ ایمان کے درجات جتنے بلند ہوں گے غم کی شدت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ بعض افراد ایام عزا پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور غم و حزن کو اپنے دل میں راہ نہیں دیتے۔ ان کی یہ روش مظلوم سے منافرت، ایمان کے فقدان اور اولیائے خدا سے دوری کو ثابت کرتی ہے۔

اہل ایمان کی تیسری علامت

کربلا میں داخل ہوتے وقت دل مغموم ہو جاتا ہے۔ مظلوم کے پدر بزرگوار اور خواہر معظمہ جب بھی زمین کربلا پر وارد ہوتے، ان پر یہی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ روایات سے ظاہر ہے کہ جب بھی قبر مطہر اور پائین پائے مبارک سے واقع قبر جناب علی اکبر علیہ السلام پر نگاہ پڑتی ہے تو قلب شکستہ اور دل ملول ہو جاتا ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

اہل ایمان کی چوتھی علامت

ایمان کی ایک نشانی یہ ہے کہ سید الشہداء سلام اللہ علیہ کی تربت مقدس کو سونگھنے سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جناب [illegible] کی تربت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خود ان جناب کی [illegible] بھی ہے اس ضمن میں جناب سرور کونین کے تعلق سے ہے اور بھی واقعات موجود ہیں جن میں سے بعض کو جلد ہی بیان کیا جائے گا۔ ایک اور نشانی کا تعلق ان اعمال سے ہے جو میری ذات میں مفقود ہیں کیونکہ جب میں اپنے اعمال پر نظر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان پر نام کی حد تک عمل کیا گیا ہے اور ان کی شرائط قبولیت کا خیال نہیں رکھا۔ اس لحاظ سے مجھے نہیں معلوم کہ میری نماز، نماز ہی ہے یا کچھ اور۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرا روزہ، روزہ ہے یا نہیں اور اسی طرح دوسرے اعمال بھی۔ تحقیق کہ نبی امی صلوات اللہ علیہ وآلہ کی زبان حق [illegible] ان اعمال کو کچھ اور نام دیا گیا ہے لیکن جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ صاحب "مصیبۃ ما اکبر" پر گریہ کرنا وہ امر جس سے خود کو روک نہیں سکتا۔ اسی طرح اس مصیبت پر دوسروں کو رلانے سے بھی باز نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جب میں [illegible] آل رسول کی [illegible] ہوں [illegible] جو کہ ابر رحمت ہے [illegible] ارشاد ہے

اِنَّ مَنْ بَکیٰ اَوْ اَبْکیٰ اَوْ تَبَاکیٰ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ

Preseneted by Ziaraat.com

بتحقیق کہ جو شخص (حسین علیہ السلام پر) گریہ کرے یا دوسروں کو رلائے یا رونے والوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہے جب میں نے دیکھا کہ مجھ میں ایمان کی یہ علامات موجود ہیں تو میرے قلب کو اطمینان حاصل ہوا۔

اہل ایمان کی پانچویں علامت

اس کے بعد میں نے اپنے انجام پر غور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ مذکورہ امور تو صرف ایمان کی جزئی علامات میں سے ہیں اور شاید برزخ کے طولانی عذاب، روز محشر کی سختیاں اور آتش جہنم کا ڈراؤنا منظر دیکھنے کے بعد یہ علامتیں مجھے جہنم کے دائمی عذاب سے بچانے میں کام نہ آئیں۔ حالانکہ ابھی ان کمزوریوں سے بھی واقف ہے کہ تو کس حد تک دنیا کی ان مصیبتوں کو برداشت کر سکتا ہے جو اس کے اہل و عیال پر پڑتی ہیں اور یہ بھی جانتا ہے کہ تو کس حد تک نعمات دنیا اور اس کے تحصیل کا متحمل ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ ایمان کا یہ خفیف وزن معمولی بیماریوں، مصیبتوں اور موت کے وقت کی سختیوں کے نتیجے میں زائل ہو جائے۔ ایسی صورتحال میں کیونکر ممکن ہے کہ میرا ایمان باقی رہے۔ یہ سوچ کر میں پریشان ہو گیا اور مجھ پر ایک اور کیفیت طاری ہو گئی جس کی تفصیل یوں ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

اہلِ ایمان کی چھٹی علامت

میں نے دیکھا کہ ان جناب کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان سے توسّل برقرار کرنا، کمالِ ایمان اور ثباتِ قدم کا باعث قرار پاتا ہے۔ یہی فضیلت ان کی زیارت میں بھی پوشیدہ ہے۔ روایات کے مطابق إنَّ مَنْ زَارَهُ كَانَ كَمَنْ زَارَ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهِ "تحقیق کہ جس نے ان کی زیارت کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی"۔ اس روایت میں اللہ کی زیارت ایک کنایہ ہے جو ذات باری سے تمامیت تقرب کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ مرتبہ اس شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا جس کا ایمان متزلزل ہو۔ نیز یہ مقام اس شخص کو بھی میسر نہیں آ سکتا جس کے متعلق خداوندِ عالم جانتا تھا کہ اس نے ہدایت پانے کے بعد گمراہی اختیار کی۔ روایات میں وارد ہے کہ جب زائر زیارت کا ارادہ کرتا ہے تو خداوندِ عالم کی طرف سے اس کے پاس ایک فرشتہ آ کر کہتا ہے پروردگارِ عالم تجھ کو سلام کہلوا بھیجتا اور فرماتا ہے اپنے ارادے کی تکمیل کر کہ تیرے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خداوندِ عالم جس شخص کو سلام کہلوا بھیجتا ہو اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اسے ایمان کے زائل ہونے یعنی گمراہی کے خطرے سے محفوظ نہ رکھے۔ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔

Preseneted by Ziaraat.com

اہلِ ایمان کی ساتویں علامت

لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ یہ تمام وسائل میرے نیک اعمال میں شمار ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں ایسی برائیاں بھی شامل ہوں جن کی وجہ سے میرے تمام اعمال ضائع ہوجائیں۔ بس یہی سوچ کر میں بے چین ہوگیا۔

اہلِ ایمان کی آٹھویں علامت

جب میں نے مزید غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کیفیت کے تحت ضائع ہونے والے اعمال میں نیک اور اس کے تمام دوسرے اعمال بھی شامل ہیں جبکہ حسین علیہ السلام سے توسّل کرنا ان اعمالِ صالحہ میں شامل ہے جو انسان کے نامۂ اعمال میں درج ہوجاتے ہیں۔ یہ وہ عمل نہیں جو بُرے اعمال کی وجہ سے مسترد ہوجائے۔ باب فضیلت زیارتِ سید الشہداءؑ میں وارد ہے کہ جو شخص اس مظلوم کی زیارت کرے اس کا ثواب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حج کے برابر ہے۔ اور جو حج پیغمبرؐ بجا لائیں اس کا اس شخص کے اپنے اعمال نہیں جو حبط ہوجائیں اور ظاہر ہے پیغمبرؐ کا بجا لایا جانے والا عمل حبط نہیں ہوسکتا۔ شیخ صدوقؒ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک عجیب روایت کو سندِ معتبر کے ساتھ یوں نقل کرتے ہیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

قَالَ كَانَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ حِجْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ یُلَاعِبُهٗ وَیُضَاحِکُهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَشَدَّ اِعْجَابَکَ بِهٰذَا الصَّبِیِّ فَقَالَ لَهَا وَکَیْفَ لَا اُحِبُّهٗ وَلَا اُعْجَبُ بِهٖ وَهُوَ ثَمَرَةُ فُؤَادِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ اَمَا اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُهٗ فَمَنْ زَارَهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ حَجَّةً مِنْ حِجَجِیْ۔

قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَجَّةً مِنْ حِجَجِکَ؟ قَالَ نَعَمْ وَحَجَّتَیْنِ مِنْ حِجَجِیْ قَالَتْ حَجَّتَیْنِ مِنْ حِجَجِکَ؟ قَالَ نَعَمْ وَاَرْبَعَةً قَالَ فَلَمْ تَزَلْ تَزْدَادُهٗ وَیَزِیْدُ وَیُضْعِفُ حَتّٰی بَلَغَ تِسْعِیْنَ حَجَّةً مِنْ حِجَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَعْمَارِهَا۔

اس روایت کا تقریباً مفہوم یہ ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی گود میں تھے۔ آنحضرتؐ انہیں بہلانے اور ہنسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے میں حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ تعجب ہے آپ اس بچہ سے کتنی زیادہ محبت کرتے ہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جواب دیا میں کیونکر اس بچہ کو دوست نہ رکھوں اور اس سے اپنے دل کو تسلی نہ دوں کہ یہ میرے

Preseneted by Ziaraat.com

دل کا میوہ اور میری آنکھوں کا نور ہے۔ معلوم ہو کہ میری امت کا ایک گروہ اسے بہت جلد قتل کر دے گا۔ اس کے قتل کے بعد جو بھی اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم میرے بجا لائے ہوئے حجوں میں سے ایک حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا۔ عائشہ نے تعجب سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا آپ کے حجوں میں سے ایک حج؟ فرمایا ہاں میرے حجوں میں سے دو حج۔ پھر حضرت عائشہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کیا آپ کے حجوں میں سے دو حج؟ تو فرمایا ہاں چار حج۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جیسے جیسے حضرت عائشہ تعجب سے سوال کی تکرار کرتی جاتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ کرتے جاتے یہاں تک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بجا لائے نوے حج اور عمروں کی تعداد پر پہنچے۔

اہلِ ایمان کی نویں علامت

اس کے بعد مجھے خوف لاحق ہوا کہ شاید میرے تمام عمل حقوق الناس کی ادائگی کے سلسلے میں حقدار لے جائیں گے کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ روزِ قیامت ایسے افراد محشور ہوں گے جن کے اعمال بہت روشن ہوں گے لیکن ان کے نیک اعمال جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے وہ لے جائیں گے۔ اور مظلوم حقدار کے گناہوں کا بوجھ اس ظالم پر لاد دیں

Preseneted by Ziaraat.com

گے۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ ان کو آتشِ جہنم میں ڈال دیا جائے۔

اہلِ ایمان کی دسویں علامت

جب ان روایات پر میری نگاہ پڑی جو سید مظلومؑ پر گریہ سے متعلق ہیں تو میری آس بندھی۔ کیونکہ ان روایات کے مطابق اس شخص کے لئے بے حد وحساب اجر مقرر ہے جس کی آنکھیں مظلومؑ پر اشکبار ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کی کوئی حد نہ ہو وہ ختم نہیں ہوتی خواہ اسے کتنا ہی ضائع کیوں نہ کیا جائے۔

اہلِ ایمان کی گیارہویں علامت

اس کے بعد مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ خوف سے عبارت تھی کیونکہ میں نے ایسی کثیر روایات کا مطالعہ کیا جن میں نماز کی قبولیت کو اعمال کی قبولیت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ میری نمازیں مقبولِ بارگاہ حق نہ ہوں تو ایسی صورت میں جب نماز ہی رد ہو جائے تو فطری طور پر ہر عمل رد ہو جائے گا جن میں وہ اعمال بھی شامل ہیں جہاں حسینؑ علیہ السلام کو وسیلہ بنایا گیا۔ یہ میرے لئے بڑی کٹھن منزل تھی۔ قریب تھا کہ ان حالات میں مایوسی مجھ پر غالب آتی کہ ربِ جلیل نے مجھ پر احسان کیا اور میری اس کیفیت کو پُرامیدی اور توقعات

Preseneted by Ziaraat.com

سے بدل دیا۔

اہلِ ایمان کی بارہویں علامت

اس کے بعد کی کیفیت میں مجھ پر پُرامیدی غالب آئی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے مسلسل اطمینانِ قلب اور سکونِ دل کا سامان فراہم ہوتا رہا۔ میری یہ کیفیت حضرت حسین علیہ السلام کی ایک عجیب خصوصیت پر غور کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ حضرت کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی محبت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ بقیہ دوسرے اعمال کی قبولیت کی شرط بھی یہی ہے کہ یہ اعمال بارگاہِ حسینؑ میں پسندیدہ ہوں۔ یہی پسندیدگی ہمارے اعمال ونوافل کی قبولیت کی سند ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہمارے یہ اعمال منظور ومقبول ہوں گے تو نماز واجب کا قبولیت پانا بھی لازم آئے گا۔ اعمال کے قبولیت کی یہ روایت سیدالشہداء کی ان خصوصیات وفضل کے علاوہ ہے جو اس سے پہلے وارد ہوچکی ہیں اور بطریقِ اولیٰ اعمال کی قبولیت پر دلیل ہیں۔ انسان اپنے اختیار وارادے سے جو اعمال بجالاتا ہے' ان کی قبولیت یا حبط عمل کی بنیاد بھی یہی معیار ہے۔ حسین علیہ السلام کا تقرب انسان کے اعمال پر اثرانداز ہوتا ہے' خواہ وہ اعمال ارادتاً بجا لائے جائیں یا بے اختیاری کی کیفیت میں اور خواہ تقربِ پروردگار سے بے نیاز ہوکر۔ پس معلوم ہوا کہ

Preseneted by Ziaraat.com

یہ کوئی ایسا عمل نہیں جسے ضبط کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر جب کبھی سید
الشہداءؑ کے مصائب پر قصداً گریہ کیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ
ہم نے انہیں امام مفترضؑ الطاعہ جان کر ان کے مصائب پر گریہ کیا ہے۔
اس عمل کا شمار اعمالِ صالحہ میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ
ان امور کو پیش نگاہ رکھے بغیر بھی گریہ دامنگیر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کی
مصیبتوں کی داستان سنائی جائے تو عدم شناسائی کے باوجود اگر صرف اتنا
ہی معلوم ہو کہ وہ ایک بندۂ مومن یا مسلمان تھا تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی
ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر اتنا ہی معلوم ہو کہ ایک غیر مسلمان پر بھی یہ
مصیبتیں وارد ہوئی ہیں تو انسان گریہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چھوٹے
چھوٹے بچوں کا پیاس سے بلکنا، مظلوم کے سینہ سے چمٹے ہوئے اطفال کو
تہہ تیغ کرنا، شیرخوار بچے کو طلبِ آب کے وقت تیر جفا سے قتل کرنا،
حالانکہ پانی کی اتنی ہی مقدار طلب کی جا رہی تھی جسے پی کر بچہ سیراب
ہو جائے اور ان جناب کی بیکسی، یہ ایسے مصائب ہیں جسے سن کر دل تڑپ
جاتا ہے۔ جس کے بعد کافر یا دشمن پر رحم کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔
دشمن اپنے انتقام کی تسکین کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے کہ
اپنے مخالف پر ضربت یا جراحت وارد کرے، قتل کرے اور قتل کے بعد
توہین کے ارادے سے اس کی لاش زمین پر ڈال دے۔ لیکن قتل کے بعد
سینہ اور بدن کی ہڈیوں کو توڑنا، کٹے ہوئے سر پر تازیانے مارنا، اسے متعدد

Preseneted by Ziaraat.com

مقامات پر آویزاں کرنا اور دوسو سال بعد اس کی قبر کھودنا۔ یہ سب ایسے قبیح اعمال ہیں جسے سن کر دل بے چین ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ اس مصیبت پر گریہ کرنے والا خواہ قارون ہی کیوں نہ ہو باعثِ رحمتِ خدا قرار پاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت یونسؑ شکمِ ماہی میں قارون کے پاس سے گزرے "جو کہ زمین میں عذابِ الٰہی سے دوچار تھا تو اس نے حضرت یونسؑ کی آواز سنی اور ان سے ہمکلام ہوا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ اور آلِ عمران کے متعلق استفسار کیا۔ جب اسے ان سب کی موت کی خبر دی گئی تو وہ مغموم ہوگیا اور اس نے آلِ عمران کی موت پر افسوس کا اظہار کیا۔ خداوندِ عالم نے اس سبب سے اس کے لئے جزائے خیر قرار دیا اور اسے دنیا کے عذاب سے نجات دی۔ تو جب خداوندِ عالم قارون کے لئے' آلِ عمران پر رقت کے سبب اَجر مقرر کرسکتا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آلِ ابراہیم' آلِ عمران اور آلِ محمد صلواتُ اللہِ علیہم اَجمعین سے اتنی محبت اور دلسوزی کے باوجود مجھے مایوس وناامید چھوڑ دے۔ کسی اعلیٰ ذات سے توسّل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے فیوض' توسّل کرنے والے پر اثرانداز ہو کر اسے بلند مدارج پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے وجود اس میں کوئی ایسی خامی یا کوتاہی موجود ہو جو ان فیوض کو مکمل طور پر اثرانداز ہونے سے روکے تو پھر بھی ان فیوض کے جزوی اثرات باقی رہ جاتے

Preseneted by Ziaraat.com

ہیں۔ اسی طرح حسین علیہ السلام سے توسل برقرار رکھنا، عظیم فیوض وبرکات کا باعث بنتا ہے لیکن اگر میرے صفات واعمال ان فیوض کی تاثیر میں رکاوٹ بنیں تو میں اس کے جزوی اثرات پر بھی قناعت کروں گا کیونکہ یہ قلیل اثرات بھی میرے لئے کافی ہوں گے۔

فضیلت زیارتِ حضرت امام حسین علیہ السلام

باب فضائل زیارتِ مظلومؑ میں وارد ہے کہ آپ کا زائر روزِ محشر شافع قرار پائے گا اس کی شفاعت دس یا سو افراد کے لئے مقبول ہوگی۔ یا پھر اس سے کہا جائے گا کہ جس شخص کو دوست رکھتے ہو اس کا ہاتھ تھام کر بہشت میں داخل کردو۔ لیکن جب میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ جہنم کے سات دروازے میرے لئے کھلے ہوئے ہیں بلکہ آگ زنجیر کی شکل میں میرے بدن کو گھیرے ہوئے ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آتش جہنم میں داخلے کی علامات ظاہر ہوچکی ہیں۔ ایسی صورت میں روز محشر شفاعت کی تمنا باقی نہ رہے گی۔ بلکہ میں صرف اسی پر قناعت کروں گا کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قیامت کی ہولناکیوں سے بچالے۔ یا پھر صرف یہی چاہوں گا کہ کسی طرح آتش جہنم سے باہر نکلوں خواہ وہ کچھ عرصے جہنم میں گزارنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ مظلومؑ کی زیارت کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ حسینؑ علیہ السلام کا زائر عرش پر خدا سے ہمکلام ہونے

Preseneted by Ziaraat.com

والوں میں شامل ہوگا۔ وہ کہے گا میں تو اس مقام کا اہل نہیں ہوں اس لئے میرے لئے یہی کافی ہے کہ ملائکہ میں سے کوئی ملک مجھ سے ہمکلام ہو۔ روایات میں درج ہے کہ حسین علیہ السلام کے زائر کا مرتبہ اتنا بلند ہوگا کہ اسے کہا جائے گا کہ تم بھی ساقیانِ کوثر میں شامل ہو جاؤ خود بھی پیو اور دوسروں کو بھی سیراب کرو۔ لیکن جب میں خود پر نظر کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میں کہاں اور یہ اعزاز کہاں؟ بلکہ میں تو خود کو ان افراد کے درمیان پاتا ہوں جو آتشِ جہنم کے درمیان جنت والوں سے کہتے ہوں گے۔ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔

اس پانی سے تھوڑا سا ہمیں بھی دے دو۔ میں مظلوم کی زیارت سے صرف اتنا ہی طلبگار ہوں۔ یعنی مجھے اتنا پانی دے دیا جائے کہ میری تشنگی رفع ہو جائے۔ قیامت کے دن تو میں اس درخواست سے بھی قطع نظر کروں گا۔ مجھے اس سے کم پر بھی قناعت کرنا پڑے گی کہ قیامت کا دن وہ ہے جب انسان پیاسا رہنے پر راضی ہو جائے گا کیونکہ اس دن ایسے بہت سے افراد ہوں گے جن پر اس حالت کا اطلاق ہوگا۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ ۔

"اگر وہ پانی مانگیں تو پانی کے بجائے پگھلا ہوا تانبا پیش کیا جائے گا"۔ اس طرح میں راضی ہوں گا کہ میرے لئے وہ پانی نہ لایا جائے اور میں پیاسا ہی رہوں۔ زیارت کے منجملہ فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ زائر کی

Preseneted by Ziaraat.com

منزلت اتنی بلند ہو گی کہ وہ اس دسترخوان پر بٹھایا جائے گا جس سے جناب بقیۃ اللہ تناول فرماتے ہیں۔ اب چونکہ میں خود تو اس مقام کا اہل نہیں اس لئے میں اسی پر قناعت کروں گا کہ مجھے جہنم کا زقوم نہ دیا جائے۔ اگر ان عظیم فضائل میں بعض رکاوٹوں کی بناء پر کمی واقع ہو جائے تو وہ باقی رہنے والا معمولی حصہ بھی میرے لئے کافی ہو گا۔

حضرت سے نسبت دیئے جانے والے کثیر فضائل کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی ایک انسان ان تمام فضیلتوں کا مصداق بن جائے۔ اب خواہ وہ ماضی کا انسان ہو یا مستقبل کا اور خواہ اس کے مراتب کا لحاظ ممکن ہو یا نہیں۔ ایسا انسان معصوم علیہ السلام کے توسل کے ذریعہ فضیلت کے کمترین مدارج یعنی "تَبَاکِی" (جو شخص رونے والوں جیسی شکل بنائے) سے لے کر اعلیٰ ترین مرتبے یعنی فیض شہادت کے ادراک تک کو پا سکتا ہے اور جب انسان کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو اس کی ذات تمام عبادات کا محور بن جاتی ہے۔ ایسے انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کسی مجلس میں حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر کیا جائے تو اس میں "اَبْکِی اور تَبَاکِی" یعنی رونا اور رونے والوں جیسی شکل بنانا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ان مصائب کو سن کر محزون وملول ہو جاتا ہے۔ اور ان کے بلند درجات کی معرفت کے ساتھ ان کے مصائب پر گریہ کرتا ہے۔ ان پر درود وسلام بھیجتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ

Preseneted by Ziaraat.com

کاش وہ آپ کی نصرت کرتے ہوئے آپ کے ساتھ شہید ہو جاتا اور اسی طرح اس کا یہ عمل نہ صرف عظیم ثواب کا باعث ہے بلکہ خدا کی محبت کا بھی اظہار ہے اور اس سے اچھی عبادت اور کیا ہوگی کہ امامؑ کی معیت میں شہادت پر فائز ہو جائے۔ بہت جلد ان روایات کو پیش کیا جائے گا جن سے درج بالا مطالب کی تائید ہوگی۔

احترام و فضائل مجالس سیدُ الشہداء علیہ السلام

یہ مجالس ان چودہ خصوصیات کی حامل ہیں جو مشاہد مشرفہ کے لئے مخصوص ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ان پر خود خداوندِ عالم درود و سلام بھیجتا ہے۔

۲۔ ان مجالس میں ملائکہ و مقربین نازل ہوتے ہیں۔

۳۔ یہاں آنے والوں کے لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرالمومنینؑ جناب صدیقہ طاہرہ اور حضرت امام حسنؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین دعائے خیر کرتے ہیں۔

۴۔ حسین علیہ السلام آنے والے (زائرین اور رونے والوں) کو دیکھتے ہیں۔

۵۔ حسین علیہ السلام مجالس میں شرکت کرنے والوں سے خطاب اور گفتگو کرتے ہیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

۶۔ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا پسندیدہ عمل ہے۔
۷۔ عتباتِ عالیات مقامِ برزخ کی شکل ہیں۔
۸۔ انہیں مشعرالحرام کی حیثیت حاصل ہے۔
۹۔ ان کی اہمیت حطیم کی مانند ہے۔ حطیم کعبہ کا وہ رکن ہے جو حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
۱۰۔ ان کے طواف کا ثواب خانۂ کعبہ کے طواف کے برابر ہے۔
۱۱۔ ان کا رتبہ گنبدِ حسینی کے برابر ہے۔
۱۲۔ یہ مجالس بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیتی ہیں۔
۱۳۔ بہشت میں اس پانی کا سرچشمہ ہیں جسے آبِ حیوان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
۱۴۔ زیارت سے واپس آنے والا ایسی مجالس کا خطیب قرار پاتا ہے جس کی ابتدا خلقت سے پہلے کا عرش اور انتہا محشر ہے۔ انشاءاللہ جلد ہی ان موضوعات کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

اگر درج بالا مطالب کو ذہن میں رکھا جائے تو اس تصور کا امکان باقی نہیں رہتا کہ انسان مشاہدِ مشرفہ سے جو بھرپور صفات کا مجموعہ اور حصولِ عبادات کا ذریعہ ہیں۔ مایوس اور خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ اگر کسی خامی یا رکاوٹ کی وجہ سے یہ خصوصیات بھرپور اثر نہ کر سکیں تو یہ امر محال ہے کہ ان کا کمترین اثر بھی ظاہر نہ ہو کیونکہ۔

Preseneted by Ziaraat.com

قَلِیْلٌ بِمِنْکَ یَکْفِیْنِیْ وَلٰکِنْ ☆ قَلِیْلُکَ لَا یُقَالُ لَہٗ قَلِیْلٌ

لطف کمی از تو کفایت مرا ☆ گرچہ کمت را نتوان گفت کم

"آپ کا قلیل عطیہ میرے لئے بہت کافی ہے کیونکہ آپ کے قلیل کو کم نہیں کہا جا سکتا"۔

اب جبکہ نفس کو اس توسل کی افادیت پر یقین حاصل ہو گیا تو بس اسی پر اپنے بیان کو سمیٹتا ہوں۔ پھر میں نے ان خصوصیات کے مالک کی طرف رجوع کر کے ان خصوصیات پر مبنی ایک جامع کتاب کی تالیف کے لئے اپنے تمام ذرائع کو جمع کیا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جنہیں تمام مخلوقات عالم یہاں تک کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کے درمیان بھی ایک ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے اسی بناء پر اس کتاب کا نام 'خصائص الحسین' و مزایا المظلوم' رکھا گیا جبکہ اس حقیر نے اس مجموعہ کو 'وسائل المحبین فی شرح خصائص الحسین' کا نام دیا۔ مجھے پروردگار عالم کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کی وجہ سے میری قبر کی تاریکی کو نور، اور فزعِ اکبر کے خوف کو امن و سرور سے بدل دے گا اور جب روزِ محشر کی ہلاکتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے تو یہ کتاب نیکیوں کا مجموعہ بن کر سامنے آئے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ، عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

Preseneted by Ziaraat.com

خصائص حسینیہ جلد اول کے مندرجات

یہ کتاب شریف حسب ذیل بارہ ابواب پر مشتمل ہوگی

پہلا باب : یہ باب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عوالم وجود سے متعلق خصوصیات ہے۔ اس میں ان مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں (یہ نور) اپنی خلقت کی ابتدا سے لے کر جو تخلیق کائنات سے قبل کا واقعہ ہے' قیامت تک موجود رہے گا۔ موضوع کی تشریح کے لئے سات درج ذیل عناوین قائم کیے گئے ہیں۔

۱۔ نور مبارک۔ خلقت کی ابتدا میں

۲۔ نور مبارک کی عوالم' عالم ذر واشباح' عالم انعکاس اور پشت حضرت آدم علیہ السلام میں منتقلی۔ جنت میں واقع ایک درخت میں اس کا نور منتقل ہونا۔ نور مبارک کی دنیا میں منتقلی اور اس کی خصوصیات۔

۳۔ ولادت کی خصوصیات' حالات وواقعات اور دوران طفولیت آپ کا مقام۔

۴۔ ہنگام شہادت کی خصوصیات۔

۵۔ عالم برزخ میں سید الشہداءؑ کا مقام۔

۶۔ عرصۂ محشر اور سید الشہداءؑ۔

۷۔ بہشت میں سید الشہداءؑ کا مقام۔

دوسرا باب : سید الشہداء کی ان صفات' اخلاق اور عبادات کا بیان

Preseneted by Ziaraat.com

جن پر آپ زندگی بھر کاربند رہے۔

تیسرا باب : ان صفات، کردار اور عبادات کا بیان جن پر اس فخر کائنات نے روز عاشورا عمل کیا۔ مخصوصاً آنجناب کی ظاہری و باطنی عبادات اور مکارم اخلاق کے نمونے۔ وہ اعمال جن کا ایک مخصوص دن میں احاطہ ممکن تھا اور وہ اعمال عبادات اور حسنہ صفات جن کا احاطہ ممکن نہ تھا۔ ہر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں کے باوجود آپ کی ثابت قدمی اور شکر۔ تمام عبادات کا سرور گرامی کی ایک عبادت میں جمع ہونا۔ جو اہمیت کے اعتبار سے اتنی عظیم ہے کہ آپ سے پہلے کسی فرد واحد نے خدا کی اس طرح عبادت نہیں کی۔

چوتھا باب : خداوند عالم کے ان الطاف و تکریمات کا ذکر جو سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں جن کی تفصیل درج ذیل آٹھ عناوین کے تحت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ خداوند عالم کے ان الطاف اور فیوضات کا تذکرہ جو سید الشہداءؑ کے لئے معین ہیں۔

۲۔ کلام مجید کی ان آیات کا بیان جو سید الشہداءؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۳۔ ان فیوضات کا تذکرہ جو افضل مخلوقات کی طرف سے عطا کی گئیں۔

۴۔ اعظم مخلوقات کے عطا کردہ فیوضات کا بیان۔

Preseneted by Ziaraat.com

۵۔ ان خصوصیات کا بیان جو احسن مخلوقات کی طرف سے عطا ہوئیں۔

۶۔ ان خصائص کا بیان جو تمام مخلوقات میں افضل ترین خلقت کی طرف سے عطا کی گئیں۔

۷۔ ان مخصوص تعظیمات و تکریمات کا ذکر جو خداوندِ عالم نے ایامِ حیات میں ان کے لئے مقرر کی تھیں۔

۸۔ ان مخصوص آداب و احترامات کا بیان جو خداوندِ عالم نے بعد شہادت ان کے لئے مقرر کی ہیں۔

پانچواں باب : ان خاص فیوضات کا ذکر جو خداوندِ عالم نے اپنے لطف خاص سے آنجناب کے لئے مخصوص کی ہیں۔

چھٹا باب : ان خصوصیات کا بیان جن کا تعلق خشوع اور آپ پر گریہ کرنے سے ہے۔

ساتواں باب : سید الشہداءؑ کی زیارت کے فضائل

آٹھواں باب : اس باب میں قرآن مجید کے تعلق سے حسین علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ باب موضوعات کے اعتبار سے مختلف عناوین میں منقسم ہے۔

نواں باب : بیتُ اللہِ الحرام کی نسبت سے سید الشہداءؑ کے فضائل کا ذکر۔ یہ باب چار عناوین پر مشتمل ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

۱۔ آپ کو حقیقتاً بیتُ اللہ کا مقام حاصل ہے۔

۲۔ سید اشہداء علیہ السلام نے کعبہ کو خصوصی عزت دی۔ جس کی بناء پر خداوندِ عالم نے ان کے لئے فضائل کعبہ کے مقابلہ پر لیکن مختصر فرق کے ساتھ، چند فضائل مخصوص کئے جن کا بیان باعثِ رقت ہے۔

۳۔ زیارتِ سید اشہداءؑ کی خصوصی تاثیر۔ اور بعض پہلوؤں کی رعایت سے زیارتِ سید اشہداء کا حج وعمرہ سے موازنہ۔

۴۔ بارگاہِ خداوندِ عالم میں آپ کا خصوصی تقرب۔ آپ کی ذات کو بیتُ الحرام کی مثل قرار دینا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً۔

خدا نے حج بیتُ اللہ کو ان لوگوں پر لازم قرار دیا ہے جو صاحبِ استطاعت ہوں جس طرح حجاج خانۂ کعبہ جاکر حج بجا لاتے ہیں اسی طرح سید اشہداء کی زیارت کو آپ کے اصحاب، اہلِ بیتؑ، ملائکہ وانبیاء اور آپ کے شیعوں کے لئے حج کی مثل قرار دیا گیا ہے۔

دسواں باب : ان فضائل کا بیان جن کا تعلق اللہ کے ملائکہ سے ہے۔ اس موضوع پر تین عناوین کے تحت گفتگو کی گئی ہے۔

گیارھواں باب : سید اشہداء کے ان فضائل کا بیان جن کا تعلق انبیاء عظام سے ہے۔ جن میں عمومی اور خصوصی دونوں فضائل شامل ہیں۔ ان میں جن پیغمبروں پر الگ الگ عنوان کے تحت گفتگو کی گئی ہے

Preseneted by Ziaraat.com

ان کے نام یہ ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام۔ جناب نوح علیہ السلام۔ جناب ادریس علیہ السلام۔ جناب ابراہیم علیہ السلام۔ جناب اسمٰعیل علیہ السلام۔ جناب یعقوب علیہ السلام۔ جناب یوسف علیہ السلام۔ جناب صالح علیہ السلام۔ جناب ہُود علیہ السلام۔ جناب شُعیب علیہ السلام۔ جناب ایوب علیہ السلام۔ جناب زکریا علیہ السلام۔ جناب یحیٰی علیہ السلام۔ جناب اسمٰعیل صادقُ الوعد علیہ السلام۔ جناب موسیٰ علیہ السلام۔ جناب داؤد علیہ السلام۔ جناب سلیمان علیہ السلام۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام۔

بارھواں باب : خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حسین علیہ السلام۔ اس تعلق سے بیان کردہ فضائل ان فضائل کے علاوہ ہیں جنہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اس باب پر کتاب کی پہلی جلد اختتام پاتی ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

باب اول

سید الشہداءؑ کا نور

ابتداء خلقت سے لیکر قیامت تک باقی رہے گا

Preseneted by Ziaraat.com
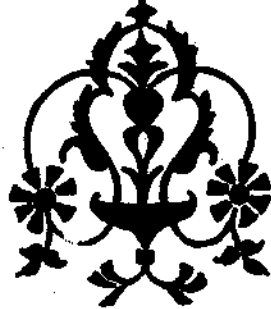
۱۔ نور سید الشہداء۔ خلقت کی ابتدا میں

تحقیق کہ یونانی حکماء اور دیگر افراد نے علماء سے اس امر پر اختلاف کیا کہ سب سے پہلے کونسی شے خلق کی گئی۔ اس موضوع پر متکلمین اور ملیین بھی باہم متفق نہیں جبکہ اخبار و روایات میں بھی اس پر اختلاف موجود ہے۔ لیکن اکثر حکماء کا خیال ہے کہ خداوندِ عالم نے سب سے پہلے عقل اول کو خلق کیا۔ اس کے بعد عقل اول نے عقل دوم کو اور فلک اول کو خلق کیا۔ یہ سلسلہ اسی ترتیب سے عقلِ دہم تک چلتا رہا۔ عقل دہم نے فلکِ نہم اور عناصر ترکیبی کو خلق کیا۔ موضوع کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ عقلِ اول خدا کی مخلوق ہونے کے اعتبار سے تین خصوصیات کی حامل ہے۔

۱۔ وجود' مبدأ اول کے اعتبار سے

۲۔ وجوب' مبدأ اول کے اعتبار سے

۳۔ امکان' ذات کے اعتبار سے

پس معلوم ہوا کہ وجود' تخلیق عقل دیگر کا سبب قرار پایا۔ وجوب پیدائش فلک کا باعث بنا اور امکان' جسم فلک کی تخلیق کا ذریعہ بنا۔ اس طرح یہ سلسلہ عقل دوم سے لے کر عقلِ دہم تک چلتا رہا۔ تالیس ملطی کا خیال ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے پانی کو خلق کیا گیا۔ جبکہ بلیاس حکیم کے مطابق' جب خداوندِ عالم نے مخلوقات کی خلقت کا ارادہ کیا تو

Preseneted by Ziaraat.com

اس نے ایک "کلمہ" سے خطاب کیا۔ یہ کلمہ تخلیق کا سبب قرار پایا اور عالم وجود میں آگیا۔ اس کے بعد عقل تخلیق ہوئی۔ پس اس لحاظ سے فعل حرکت پر دلیل قرار پایا اور حرکت حرارت پر۔ لیکن کثیر روایات صحیحہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے پہلے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو خلق کیا گیا۔ اس امر پر عقل سلیم بھی قبول کرتی ہے کیونکہ خداوند عالم نے جس شے کو سب سے زیادہ اشرف اور محبوب رکھا اسے سب سے پہلے پیدا کیا۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ قابل احترام انوار اور ائمہؑ اطہار علیہم السلام کا نور ایک ہی ہے۔ اب جبکہ یہ امر طے پا گیا کہ مخلوقات میں سب سے پہلے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور خلق ہوا یا محترم انوار اور ائمہؑ اطہار علیہم السلام کا نور باہم پیدا کیا گیا۔ اس لئے دونوں لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نور حضرت حسین علیہ السلام اول مخلوق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ۔

دوسری روایت کے مطابق۔ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنِّیْ۔ یعنی میں حسینؑ سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے۔ پس معلوم ہوا اول مخلوق حسینؑ کا نور ہے۔ کیونکہ اولیت اسی کو حاصل ہوتی ہے جسے سب سے پہلے خلق کیا جاتا ہے اور ہر دوسری مخلوق اس کے بعد پیدا ہوئی۔ پس اس میں کسی تعجب کی جا نہیں، اگر کہا جائے کہ ہر وہ شے حسینؑ پر گریہ کرتی ہے

Preseneted by Ziaraat.com

جو مخلوقات میں شامل ہے۔ اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ کائنات کی ہر مخلوق نے سید الشہداءؑ پر گریہ کیا تو یہ کوئی مبالغہ یا استعارہ اور تمثیلہ نہیں یا یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ تصوراتی گریہ یا زبان حال کا گریہ یا فرضیہ گریہ ہے۔ بلکہ یہ حقیقی گریہ ہے اس گریہ میں تمام موجودات عالم منجملہ پیغمبرانِ ماسبق' ملائکہ' افلاک' انس وجن' شیطان' جنّت وجہنم' سنگ اور معدن' نباتات وحیوانات اور آفتاب وماہتاب بھی شامل ہیں۔ ان کا گریہ صرف اسی عالم تک محصر نہیں بلکہ تمام عوالم کے آفتاب وماہتاب' تمام آسمان وزمین اور ان میں رہنے والے کربلا میں شہادت سے پہلے گریہ کررہے تھے روایت میں وارد ہے کہ

خَلَقَ اللّٰہُ اَلْفَ اَلْفِ عَالَمٍ وَاَلْفَ اَلْفِ اٰدَم وَاَنْتُمْ اٰخِرُ العَوَالِمِ وَالْاٰدَمِیِّیْنَ۔

"اللہ نے ہزار ہزار عالم اور ہزار ہزار آدم خلق کئے اور تم آخری عوالم اور آخری آدمیوں میں سے ہو اس طرح وہ سب اپنے حال کی نسبت سے حقیقی طور پر گریہ کررہے تھے"۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ پوری کائنات صرف سید الشہداءؑ کے قتل کے بعد ہی روئی ہے بلکہ ہر خلقت نے ان کی شہادت سے پہلے بھی ان پر گریہ کیا ہے۔ اس موضوع کو ایک جداگانہ باب کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔ حضرتِ حُجّت عَجَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَرَجَہُ الشَّرِیف سے منسوب زیارت سوم شعبان میں مذکور ہے:

Preseneted by Ziaraat.com

بَكَتْهُ السَّمَاءُ وَمَنْ فِيهَا وَالْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا وَلَمَّا يَطَأْ لَابَتَيْهَا۔

"آسمان اور اس میں رہنے والوں اور زمین اور اس پر بسنے والوں نے آنجناب پر اس وقت گریہ کیا جب آپ نے مدینہ اور مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ابھی قدم رکھا تھا"۔ اس سے یہ مراد نہ لیا جائے کہ ہر شے ان پر صرف شہادت سے پہلے گریہ کررہی ہے بلکہ ان کا گریہ اس وقت سے ہے جب سے اول مخلوقات کو خلق کیا گیا۔ ہر شے اس وقت سے خضوع و خشوع میں مصروف ہے۔ عالم کا ہر خضوع اور ہر انکساری انہیں کے لئے اور انہیں کے سبب سے ہے۔ بعض محققین نے بھی اس امر کی تائید کی ہے کہ ہر خضوع وانکسار انہی کی وجہ سے ہے۔ ہر صدا میں انہیں کے نوحے کی گونج ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ مظلومؑ کے قتل پر ہر شے نے گریہ کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس اسلحہ سے ان کو قتل کیا گیا اس پر گریہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ نہیں بلکہ اس کا شمار بھی گریہ کرنے والوں میں ہے۔ یہ حکیم اپنے قصیدے میں اس طرح کہتا ہے۔

السیفُ یفری نحرہُ باکیاً　　والرمحُ یَنْحنی فانمّا وانثنی

فالنبلُ یُصیبہُ وَیَبکِیْ　　والرمحُ شائلٌ لِلراسِ یَبکِیْ

تلوار گلوئے مبارک کو کاٹ رہی تھی لیکن گریاں تھی۔ نیزہ حالت قیام میں موت کا پیغام دے رہا تھا اور رو رہا تھا لیکن خم ہو کر جسم اطہر میں

Preseneted by Ziaraat.com

پیوست ہوتا تھا۔ تیر جسم مطہر تک پہنچ کر روتے تھے۔ نیزہ روتے ہوئے اپنے سر کو بلند کرتا تھا۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہر شے نے ان پر گریہ کیا تو یہ نہ سمجھا جائے کہ قاتلوں نے ان پر گریہ نہ کیا بلکہ اپنی ذات' ماہیت اور فطری تقاضوں کے مطابق انہوں نے بھی گریہ کیا۔ وہ (قاتل) جو ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے' اپنی صفات اور اختیاری افعال کی بناء پر گریہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں البتہ اس وقت ان کو ظاہری اور اختیاری طور پر گریہ دامنگیر ہوا جب انہوں نے اپنی غیر فطری صفات و افعال کو ترک کیا۔ جیسا کہ بعض افراد کی نسبت خدائے تعالیٰ کی معرفت کے باب میں فرمایا گیا۔

جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۔

انہوں نے معرفت خدا سے انکار کیا یا ان کے نفسوں نے اس پر یقین تو کرلیا۔ ان کا انکار بربنائے ظلم و علو تھا۔ کیونکہ زندیق اور دہریہ افراد کے گروہ جب اپنے اختیاری عناد و انکار کو بھول جاتے ہیں تو پھر وہ فطری طور پر توحید کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح سید الشہداءؑ کے دشمن اور قاتلین اس وقت گریہ کرتے تھے جب وہ اپنے اختیاری عناد سے غافل ہوجاتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت بھی ان پر بے اختیار گریہ غالب آیا جب وہ عداوت کے عروج پر تھے یا سید الشہداءؑ کو قتل کررہے تھے اور اس وقت بھی جب خیموں کو لوٹا اور مخدرات کی چادروں کو چھینا جارہا تھا۔ جس وقت عمر بن سعد نے ارادہ کیا کہ اب سیدؑ

Preseneted by Ziaraat.com

الشہداءؑ کے قتل کا حکم دے اس وقت بی بی زینب سلام اللہ علیہا خیمہ گاہ سے نکل کر قتل گاہ میں آچکی تھیں۔ آپ نے وَا اَخَاہُ وَاسَیِّدَاہُ کی فریاد بلند کرتے ہوئے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَیُقْتَلُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَیْہِ۔

اے پسرِ سعد ابو عبداللہ حسینؑ کو قتل کیا جا رہا ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر اس سنگدل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے منہ پھیر لیا۔ یہی کیفیت اس شقی کی تھی جو حضرت سید الشہداءؑ کی نورِ نظر جناب فاطمہؑ کے کانوں سے گوشوارے اور پاؤں کی پازیب نکال رہا تھا۔ خود مخدرہ نقل فرماتی ہیں کہ میں بچی تھی اور سونے کی پازیب میرے پیر میں تھی۔ ایک نامرد شقی میرے پیروں سے پازیب اتارتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اے دشمنِ خدا تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو کہنے لگا کیونکر نہ روؤں کہ میں جناب رسالت مآبؐ کی بیٹی کو لوٹ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تجھے معلوم ہے کہ میں تیرے پیغمبر کی بیٹی ہوں تو پھر تو مجھے کیوں لوٹ رہا ہے؟ کہنے لگا اگر میں اس پازیب کو نہ نکالوں تو کوئی اور نکال لے جائے گا۔ یہی حالت یزید کی بھی تھی کہ جب اس نے اسیرانِ حرم کی حالت دیکھی تو رویا اور کہنے لگا۔

قَبَّحَ اللّٰہُ ابْنَ مَرْجَانَۃَ۔ خدا پسرِ مرجانہ کا منہ سیاہ کرے۔

Preseneted by Ziaraat.com

- عالمِ آفرینش میں نورِ مبارک کی منتقلی کے مراحل

بہ تحقیق کہ خداوندِ عالم جلّ جلالہ منفرد و یگانہ تھا۔ نہ کسی مخلوق کا وجود تھا اور نہ زمان و مکان کا۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جب خالقِ کُل نے افضل مخلوقات کو خلق کیا تو اس نے علی و فاطمہ و حسن و حسین (علیہم السلام) کے نور کو ایک نور سے مشتق کر کے مختلف عوالم میں متعدد مراحل سے گزارا۔ ان عوالم میں سے ایک عالمِ عرش کی تخلیق سے پہلے اور ایک عالمِ عرش کی تخلیق کے بعد' ایک خلقت آدم سے قبل اور ایک خلقت آدم کے بعد تھا۔ یہ ذواتِ مقدسہ ان عوالم میں کبھی نور تھیں اور کبھی نور کی شبیہہ۔ کبھی شفاف تھیں اور کبھی ذرات کی صورت میں۔ کبھی بہشت میں نور بن کر آئیں اور کبھی عمود نور کی حیثیت سے۔ کبھی جناب آدمؑ کی پشت میں ظاہر ہوئیں اور کبھی ہاتھ کی انگلیوں اور جبین مبارک میں۔ کبھی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السلام تک اپنے اجداد کی پیشانیوں میں ظاہر ہوئیں اور کبھی اپنی جدات کی پیشانیوں میں' جن کی اول حضرت حوّاؑ اور آخر جناب آمنہؑ بنت وہب یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مادر گرامی تھیں۔ بہ تحقیق کہ یہ مقدس انوار مختلف مقامات پر رہے' کبھی عرش کے سامنے' کبھی عرش کے اوپر' کبھی عرش کے نیچے اور کبھی عرش کے اطراف میں۔ یہ انوار بارہ حجابوں میں سے ہر حجاب

Preseneted by Ziaraat.com

میں موجود تھے۔ کبھی بحر نور میں تھے اور کبھی حجاب جائے رمانی میں۔ یہ
انوار ان تمام مقامات پر ایک مخصوص مدت تک رہے۔ یہ مقدس انوار
عالم تمل عرش میں چار لاکھ بیس ہزار سال' تخلیق آدم سے پہلے عرش کے
اطراف پندرہ ہزار سال اور حضرت آدمؑ کی خلقت سے تمل عرش کے نیچے
بارہ ہزار سال تک موجود رہے۔ ان مطالب کو تفصیلی طور پر بیان کرنے
کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت پڑے گی۔ جبکہ مقصود تحریر یہ ہے
کہ حسین علیہ السلام سے متعلق اس وقت کی کیفیت بیان کی جائے جب
آپ عالم نور میں تھے تاکہ عوالم میں انوار مطہرہ کے درمیان اس نور کی
امتیازی حیثیت اجاگر ہو اور عالم ظلال واشباح وذرات میں ان انوار کی
کیفیت' بہشت میں ایک شجر کی شکل میں ان انوار کا ظاہر ہونا اور حضرت
زہرا صلواتُ اللہ وسلامُہٗ علیہا کے گوشوارہ میں ان کی تجلی کو بیان کیا
جاسکے۔ اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ ان تمام عوالم میں انوار مقدسہ کا مصدر
ومحور حضرت پیغمبرؐ کا نور مبارک تھا جبکہ حضرت حسین علیہ السلام کو یہ
امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ کا نور حضرت ختمی مرتب کے نور کا
ایک جز تھا۔ کیونکہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے
فرمایا۔ فَاِنَّہٗ مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنْہُ۔ "وہ حسینؑ سے ہیں اور حسینؑ
ان سے ہیں"۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو حسینؑ کے
نور کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اس کو دیکھنے سے حزن وملال کی کیفیت

Preseneted by Ziaraat.com

طاری ہو جاتی۔ جب یہ انوارِ مقدسہ حضرت آدم علیہ السلام کی انگلیوں میں ظاہر ہوئے تو آپ محزون و مغموم ہو گئے کیونکہ حضرت آدمؑ کے انگشت ابہام میں حضرت حسین علیہ السلام کا نور پوشیدہ تھا۔ آج تک یہ تاثیر اسی طرح باقی ہے۔ جس شخص پر ہنسی غالب آئے اگر وہ ابہام کی پشت پر نگاہ کرے تو اس پر غم وملال غالب آجائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی غم وملال کی اسی کیفیت سے دوچار ہوئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالمِ اَرواح میں سید الشہداء علیہ السلام کے نور کو دیکھا اور ان کے اسم گرامی کو زبان سے جاری کیا یا ان کے نام کو سنا تو ان پر رقت طاری ہوئی۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی جن چیزوں کو آنجناب کے نور سے نسبت دی جاتی ہے ان میں بھی یہ اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق جناب جبرائیلؑ نے حضرت نوحؑ کو کشتی کے اطراف نصب کرنے کے لئے پانچ کتبے دیئے۔ ان میں سے ہر کتبہ پر انوارِ خمسہ طیبہ میں سے ایک نام درج تھا۔ جب حضرت نوحؑ نے نور حسین علیہ السلام سے متعلق کتبے اٹھائے تو اس سے ایک نور ساطع ہوا۔ پھر خون کے رنگ کی ایک رطوبت خارج ہوئی۔ حضرت نوحؑ نے اس راز کے متعلق سوال کیا تو انھیں بتایا گیا کہ یہ کتبہ حضرت حسین علیہ السلام سے متعلق ہے اور اس کتبے سے خون کا ترشح ہونا ان کی شہادت خاصہ کو ظاہر کرتا ہے۔ نور مبارک کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ یہ نور ماؤں کی پیشانی میں

Presenеted by Ziaraat.com

اس وقت ظاہر ہوتا جب پیغمبر کے اجداد ان کے بطن میں پرورش پانے لگتے۔ اسی طرح جب جناب رسالت مآبؐ کا نور مبارک بطن مطہر حضرت آمنہؑ میں منتقل ہوا تو حضرت آمنہؑ کی پیشانی سے نور ظاہر ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مخدرات ازخود صاحب انوار نہ تھیں۔ جب یہ انوار مقدسہ ان کے بطن میں منتقل ہوتے تو یہ نور ان کی پیشانی سے جھلکنے لگتا۔ لیکن اگر مائیں بنیادی طور پر انہی انوار مقدسہ کا جز ہوں تو پھر ان کے اپنے نور کے علاوہ کوئی دوسرا نور ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جب صدیقہ کبریٰ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بطن مطہر میں حضرت حسن علیہ السلام کا نور منتقل ہوا تو ان مخدرہ طہارت وعصمت کے اپنے نور کے علاوہ کوئی اور نور ان کی پیشانی سے ظاہر نہ ہوا لیکن حضرت حسین علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ جب آپ کا نور مخدرہ عصمت کے بطن میں وارد ہوا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ مُقَدَّمِ وَجْهِكِ ضَوْءً وَّنُوْرًا وَّسَتَلِدِیْنَ حُجَّةً لِّهٰذَا الْخَلْقِ۔

"میں تیری پیشانی میں ایک نور دیکھ رہا ہوں۔ قریب ہے کہ تیرے بطن سے مخلوقات کے لئے ایک حجت خدا پیدا ہو"۔ اس پر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔

Preseneted by Ziaraat.com

اِنِّیْ لَمَّا حَمَلْتُ بِہٖ کُنْتُ لَا اَحْتَاجُ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ اِلٰی مِصْبَاحٍ۔

"جب سے میں اس بچے سے حاملہ ہوئی ہوں۔ مجھے اندھیری رات میں چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ معلوم ہوا کہ یہ امتیاز صرف حضرت حسین علیہ السلام سے مختص ہے کہ ایک نور کی موجودگی میں دوسرا نور بھی ظاہر ہوتا۔ اس نور مبارک کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ نور دوسرے انوار پر غالب آجاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے شہادت کے بعد آپ کے جسدِ مطہر کو وقت ظہر تپتے ہوئے سورج کے نیچے قتل گاہ میں پڑے دیکھا وہ کہتا ہے۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْہِہٖ عَنِ الْفِکْرِ فِیْ قَتْلِہٖ۔

"خدا کی قسم حضرت حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک سے چمکنے والا نور اس قدر تیز تھا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور قتل کرنے کی جگہ نہ دیکھ سکا"۔ نور مبارک کی جملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ کوئی پردہ اس نور کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکتا تھا۔ یہی شخص کہتا ہے

اِنِّیْ مَارَاَیْتُ قَتِیْلًا مُضَمَّخًا بِالدَّمِ وَالتُّرَابِ اَنْوَرَ وَجْھًا مِّنْہُ۔

"میں نے خاک وخون میں نہایا ہوا کوئی ایسا مقتول نہ دیکھا تھا جس کا چہرہ آپ کی جبینِ مبارک سے زیادہ نورانی ہو"۔ یعنی رخ پر پڑا ہوا خاک

Preseneted by Ziaraat.com

وخون بھی جبینِ انور کے اس نور کو نہ چھپا سکا تھا۔ جسے ہر دوسرے نور پر برتری حاصل تھی۔

۳۔ خصوصیاتِ ولادتِ مبارک

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم حجرہ جناب سیّدہؑ کے باہر کھڑے ولادت کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ولادت ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے خدائے منّان کے بارگاہ میں سجدہ کیا۔ ایسے ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم نے آواز دی۔ یا اَسْمَاءُ هَلُمِّی اِبْنِیْ فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُنَظِّفْهُ بَعْدُ

اے اسماء میرے نورِ نظر کو میرے پاس لاؤ۔ اسماء نے عرض کی کہ میں نے ولادت کے بعد بچہ کو پاک نہیں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَنْتِ تُنَظِّفِیْنَهُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَظَّفَهُ وَطَهَّرَهُ

"تو اسے پاک کرنا چاہتی ہے؟ حالانکہ خداوندِ عالم نے اسے پاک وصاف مطہر خلق فرمایا ہے"۔ اسماءؓ بچہ کو اُونی کپڑے پر رکھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کے پاس لائیں۔ آپ نے بچہ کو ہاتھوں پر اٹھایا اور نگاہ بھر کر دیکھا پھر گریہ کرنے لگے۔ فرمایا۔ عَزِیْزٌ عَلَیَّ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ۔

"یا ابا عبداللہ تیرا قتل ہونا میرے لئے بہت گراں ہے"۔ پس اس کے بعد کبھی تو آپ دوشِ جبرئیلؑ پر ہوتے اور کبھی دوشِ پیغمبر صلی اللہ علیہ

Preseneted by Ziaraat.com

وآلہ وسلم پر، کبھی پیغمبرؐ کی پشت پر دیکھے جاتے اور کبھی سینۂ انور پر۔ کبھی پیغمبرؐ بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر بلند کرتے اور لب ہائے مبارک کو بوسہ دیتے۔ کبھی ہاتھوں پر اٹھا کر لوگوں سے تعارف کرواتے اور تاکید کرتے تھے کہ اس کا خیال رکھو۔ کبھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ کبھی اپنے والدِ بزرگوار علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر ہوتے اور آپ انہیں سنبھالے رکھتے اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اعضاء کو بوسہ دیتے تھے۔ جب جناب رسول اللہؐ عالمِ احتضار میں تھے تو آپ ان کے سینہ پر تھے۔ پیغمبرؐ آپ کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے۔

مَالِیْ وَلِیَزِیْدَ لَا بَارَکَ اللّٰہُ لِیْ یَزِیْدَ۔ میرا یزید سے کیا کام۔ خدا یزید کو مبارک نہ کرے۔

۴۔ وہ مقامات جہاں سرِ اقدس کو رکھا گیا

ہر پیغمبر و امام کو تیغِ ظلم سے قتل کیا گیا یا زہر جفا سے۔ ان میں سے ہر شہید ہونے والا شہادت کے وقت اپنے گھر میں تھا یا اپنے شہر میں یا محراب میں۔ ایسا بھی ہوا کہ بعد شہادت ان کے سر کو طشت میں رکھا گیا لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جسے زخموں سے چور کر کے تپتی ہوئی گرم زمین پر قتل کیا گیا ہو۔ فَیَالَھَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَھَا۔ افسوس

Preseneted by Ziaraat.com

اس مظلوم کی مصیبت کتنی عظیم اور ناگوار تھی! شہادت کے بعد ملائکہ آپ کے جسدِ اطہر کو پانچویں آسمان پر لے گئے اور پھر دوبارہ زمینِ کربلا پر واپس لائے جہاں جسدِ اطہر تین دن تک پڑا رہا۔

آپ کے سرِ مبارک کی بھی خصوصیت یہ ہے کہ اسے کوچہ و بازار میں پھرایا گیا یا پھر مختلف مقامات پر رکھا گیا۔ سرِ مبارک کبھی دشمنوں کے ہاتھ میں رہا کبھی مٹی پر' اور کبھی نیزے کی نوک پر۔ اس سر کو کبھی درخت پر لٹکایا گیا' کبھی یزید پلید کے گھر کے دروازے پر اور کبھی دروازۂ شہر دمشق پر۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب سر کو طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ بعد میں یہی سر طشت طلا میں یزید پلید کے سامنے رکھا گیا۔ اسے کربلا سے شام تک دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق شام سے مصر لے جایا گیا' مصر سے مدینہ اور شہر شام سے کربلا۔ یا پھر روایات کے بموجب' سرِ مبارک کو شام سے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

۵۔ عالمِ برزخ میں سیّدُ الشہداء علیہ السلام کا مقام

عالمِ برزخ میں سید الشہداء علیہ السلام کے مقام سے متعلق ایک حدیث میں فرمایا گیا۔

فِیْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ یَنْظُرُ اِلٰی مَصْرَعِہٖ وَمَنْ حَلَّ بِہٖ وَیَنْظُرُ اِلٰی مُعَسْکَرِہٖ وَیَنْظُرُ اِلٰی زُوَّارِہٖ وَھُوَ اَعْرَفُ لَھُمْ وَبِاَسْمَاءِ

Preseneted by Ziaraat.com

أَبَائِهِمْ وَبِدَرَجَاتِهِمْ وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ أَحَدِكُمْ وَإِنَّهُ لَيَرَى مَنْ يَبْكِيهِ فَيَسْتَغْفِرُ لَهُ وَيَسْأَلُ آبَاءَهُ أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لَهُ وَيَقُولُ أَيُّهَا الْبَاكِي لَوْ تَعْلَمُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ لَكَانَ فَرَحُكَ أَكْثَرُ مِنْ جَزَعِكَ۔

آپ عرش کی دائیں جانب سے اپنی قتل گاہ پر نظر ڈالتے ہیں اور ان شہداء کو دیکھتے ہیں جو قتل گاہ میں دفن ہیں پھر اپنے لشکر گاہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر اپنے زوّار کو دیکھتے ہیں۔ آپ ان کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور ان کے آباء واجداد کے نام سے بھی واقف ہیں۔ اور خدا کے نزدیک آپ میں سے ہر ایک کے مقام و منزلت کو بھی پہچانتے ہیں۔ وہ گریہ کرنے والوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس کے لئے خود طلب استغفار کرتے ہیں اور اپنے آباء گرامی سے اس کی بخشش کے لئے سفارش بھی کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں اے رونے والے اگر تجھے معلوم ہوتا کہ خدائے تبارک وتعالیٰ نے تیرے گریہ کی کیا جزا مقرر کی ہے تو تیری غم واندوہ سے زیادہ خوشی میں اضافہ ہوتا۔

۶۔ میدانِ محشر اور سید الشہداء علیہ السلام

روایات میں نقل ہے کہ روزِ محشر عرش کے نیچے آپ کے لئے مجلسِ عزا برپا کی جائے گی۔ اس مجلس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں آپ پر

Preseneted by Ziaraat.com

تمام رونے والے اور آپ کے زیارت کرنے والے نہایت اطمینان خاطر کے ساتھ شرکت کریں گے اور ان کی مجلس سنیں گے۔ مجلس میں شرکت کرنے والے جب آپ سے گفتگو کر رہے ہوں گے اس وقت بہشت عنبر سرشت سے ان کی ارواح ان کے لئے پیغام بھیجیں گی کہ ہم آپ کے مشتاق ہیں جلد واپس آئیں لیکن وہ بہشت میں جانے سے انکار کریں گے اور حسین علیہ السلام سے گفتگو کو ترجیح دیں گے اور ان کی ہم نشینی کو بہشت کی لذت سے زیادہ اہمیت دیں گے۔ روایات نے عرصہ محشر کی ایک اور منظر کشی کی ہے جسے دیکھ کر اہلِ محشر بے چین ہو جائیں گے آپ محشر میں ایستادہ ہوں گے اور گردن کی رگوں سے خون اچھل رہا ہو گا۔ یہاں تک کہ جب جناب فاطمہ زہرا سلامُ اللہِ علیہا آپ کو اس حالت میں دیکھیں گی تو فریاد کریں گی جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائیں گی۔

۷۔ بہشت میں سیّدُ الشہداء علیہ السلام کا بلند مقام

معلوم ہوا کہ ہر امام کے لئے بہشت میں مخصوص مقام مقرر ہے۔ جبکہ حسین علیہ السلام کے لئے مقام امامت کے علاوہ مزید درجات مخصوص ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

وَاِنَّ لَکَ فِی الْجِنَانِ لَدَرَجَاتٌ لَا تَنَالُهَا اِلَّا بِالشَّهَادَةِ۔

Preseneted by Ziaraat.com

"یا حسینؑ تیرے لئے بہشت میں درجات مقرر ہیں جنہیں تو حاصل نہیں کرسکتا مگر فیض شہادت کے ساتھ"۔ ان درجات کی بناء پر آپ بہشت میں ہر مقام کی زینت ہیں۔ گویا حسین علیہ السلام بہشت میں ہر مقام پر موجود ہوں گے اور پورا بہشت صرف انہیں کے لئے مخصوص ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

دوسرا باب

صفات، اخلاق اور عبادت سیّدالشہداءؑ

Preseneted by Ziaraat.com
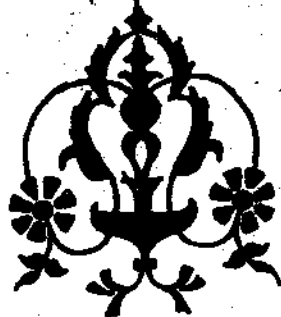
صفات واخلاق وعبادات سید الشہداءؑ

اس باب کے ذیل میں مجھے امامت کی صفات بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ عقول ان کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور ان صفات کو کسی توضیح وتشریح کے ذریعہ نہیں سمجھایا جاسکتا البتہ چونکہ بندوں پر ائمہؑ کی معرفت واجب قرار دی گئی اس لئے امامت کی اجمالی معرفت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہاں پر صرف ممتاز صفات کے ذکر پر اکتفا نہیں ہوگا بلکہ اس ذاتِ والا صفات کی ان مخصوص صفات وعبادات کا تذکرہ ہوگا جو انہیں سے مخصوص ہیں۔ یہ خصوصیات دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم آپ کے دورانِ حیات کی صفاتِ مطلقہ سے عبارت ہے جبکہ دوسری قسم یومِ طف اور روزِ عاشورا کی عبادات سے متعلق ہے۔ ان دونوں خصوصیات کو مستقل عنوان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عنوان کے تحت ان صفاتِ خاصہ کو زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے۔

۱۔ جن پر آپ زندگی بھر عامل رہے۔ اس لئے صفات کی ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے صفت۔اِبَاءُ الضَّیْم۔ کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم ظلم کا دفع کرنا ہے۔ یہ صفت صرف ان جنابؑ ہی سے مخصوص ہے کیونکہ جب مخالفین نے یزید اور ابن زیاد کی طرف سے آپ تک بیعت کا حکم پہنچایا تو آپ نے فرمایا۔لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ

Preseneted by Ziaraat.com

الذَّلِیلِ وَلَا اُقِرُّ اِقْرَارَ الْعَبِیْدِ۔ "خدا کی قسم میں اپنے ہاتھ کو ایک ذلیل آدمی کی طرح بیعت کے لئے دراز کروں گا نہ کسی غلام کی طرح اقرار کرنے کے لئے آمادہ ہوجاؤں گا"۔ بعض نسخوں میں روایت کا آخری حصہ یوں درج ہے۔لَا اَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِیْدِ۔ یعنی بندوں کی طرح فرار اختیار نہ کروں گا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ان جناب نے اپنے عمل سے دفعِ ظلم کی روایت کو ثابت کیا۔ اس طرح جس نے بھی ظلم کے خلاف قیام کیا وہ حقیقتاً سید الشہداء سلامُ اللہِ علیہ کی پیروی کرتا ہے۔

۲۔ دوسری صفت شجاعت ہے۔ یہ کیفیت اس سرورِ گرامی کے لئے مخصوص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صفت کو شجاعتِ حُسینیہ کا نام دیا گیا۔ آپ نے روزِ عاشورا اپنی تنہائی، بے کسی اور دل شکستگی کے باوجود شجاعت کی وہ مثال قائم کی جو آپ کے علاوہ کسی اور سے ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ شجاعت کی ایسی روداد آپ کے والد ماجد جناب حیدرِ کرّارؑ اور دیگر مشہور شخصیتوں کی زندگی میں بھی نہیں ملتی۔

۳۔ یہ صفت عبادت سے عبارت ہے۔ حضرت کے تعلق سے اس خصوصیت کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ آپ زندگی بھر عبادت میں مصروف رہے۔ ولادت سے قبل جب آپ بطنِ اطہر میں تھے اس وقت بطنِ مُبارک سے تسبیح و تہلیلِ الٰہی کی صدا آتی تھی اور قتل کے بعد جب سرِانور کو نیزے پہ چڑھایا گیا اس وقت بھی کٹے ہوئے سر سے قرآن مجید کی

Preseneted by Ziaraat.com

تلاوت کی آواز آتی رہی۔ یہاں عبادت ایک اضافی صفت ہے کیونکہ جب حضرت سید سجاد علیہ السلام سے کسی نے پوچھا۔ مَا اَقَلَّ وُلْدُ اَبِیْکَ۔ کیا وجہ ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کی اولاد بہت کم ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

اَلْعَجَبُ کَیْفَ ولد کَانَ یُصَلِّی فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ اَلْفَ رَکْعَۃٍ۔

تعجب ہے کیونکر وہ کثرتِ اولاد کے مالک ہو سکتے ہیں جبکہ ہر رات ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

۴۔ اس صفت کا تعلق حقوق کی ادائیگی سے ہے۔ اس کی ادنیٰ مثال وہ واقعہ ہے کہ جب عبدالرحمن سلمی نے آپ کے فرزند کو سورۂ فاتحہ کی تعلیم دی تو آپ نے از راہِ مسرت اسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار حلہ عطا فرمائے جبکہ اس کے منہ کو موتیوں سے بھردیا اور فرمایا۔ اَیْنَ یَقَعُ ھٰذَا مِنْ حَقِّہٖ "اس عطائے قلیل سے معلم کا حق کیونکر ادا ہو سکتا ہے"۔

۵۔ حسین علیہ السلام کو سائلین کو عطا کرنے میں بلند مقام حاصل تھا۔ سائل کو عطا فرماتے وقت آپ کو شرمندگی اور حیا عارض آتی تھی جبکہ عام افراد سائل کو رد کرکے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح یہ صفت آپ کی نسبت سے نہایت عجیب ہے کہ جب آپ سائل کو عطا کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہوتی۔ یہ رقت اس لئے نہ تھی کہ آپ فقر و ناداری کی بناء پر سائل کو عطا کرنے سے معذور تھے بلکہ

Preseneted by Ziaraat.com

ذلت کے اس تصور کی بناء پر واضح ہوتی جو سائل کو اپنے سوال کی وجہ سے درپیش ہو سکتا تھا۔ اس ضمن میں اعرابی کا وہ واقعہ بیان کرنا بجا ہے جس نے چند اشعار پڑھ کر اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ اس پر آپ بیت الشرف میں داخل ہوئے اور چار ہزار دینار عبا کے گوشے میں رکھ کر دروازے کی آڑ سے سائل کی طرف بڑھا دیے اور حیا کے اظہار کے طور پر چند اشعار پڑھے۔

خُذْهَا فَاِنِّیْ اِلَیْکَ مُعْتَذِرٌ وَاعْلَمْ بِاَنِّیْ اِلَیْکَ ذُوْ شَفَقَۃٍ

لو۔ میری اس قلیل عطا کو قبول کر میں اس قلت پر تجھ سے معذرت چاہتا ہوں تمہیں معلوم ہو یقیناً میں تم پر شفقت رکھتا ہوں۔

لَوْ کَانَ لِیْ سَیْرِنَا لِغَدَاۃٍ عَصٰی

اَمْسَتْ سَمَانَا عَلَیْکَ مُنْدَفِقَۃً

کاش اگر ہمارے ہاتھ میں راستہ چلنے کے لئے عصا موجود ہوتا (یعنی دست خالی نہ ہوتا) تو ہماری سخاوت کے آسمان سے تم پر بارش برستی۔

لٰکِنْ رَیْبَ الزَّمَانِ ذُوْ غِیَرٍ وَالْکَفُّ مِنِّیْ قَلِیْلَۃُ النَّفَقَۃِ

لیکن زمانہ کی حالت تیزی سے بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے میرے ہاتھ کا خرچہ بھی بہت کم ہے۔

جب سائل کو ہزار دینار دیے گئے تو وہ انہیں لے کر گننے لگا۔ اس پر

Preseneted by Ziaraat.com

خازن نے اس سے سوال کیا کہ کیا ہم نے تمہیں کوئی شے فروخت کی ہے جس کی وجہ سے انہیں گن رہے ہو۔ سائل نے جواب دیا۔ ہاں میں نے اپنی آبرو کا سودا کیا ہے۔

فَقَالَ الْحُسَیْنُ صَدَقَ اَعْطِہٖ اَلْفًا اَلْفًا اَلْفًا اَلْاَوَّلُ لِسُؤَالِکَ، اَلْاَلْفُ الثَّانِیْ لِمَاءِ وَجْھِکَ اَلْاَلْفُ الثَّالِثُ لِاَنَّکَ اَتَیْتَنَا۔

پس حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص سچ کہتا ہے اسے ہزار ہزار ہزار دینار دے دیئے جائیں۔ اس میں سے پہلا ہزار تیرے سوال کا جواب ہے۔ دوسرا ہزار آبرو کا عوض ہے اور تیسرا ہزار اس لئے ہے کہ تو نے ہمارے پاس آنے کی زحمت گوارا کی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ میں کسی نے آپ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا۔ آپ نے عریضہ کو پڑھے بغیر فرمایا۔ حَاجَتُکَ مَقْضِیَّۃٌ۔ "تردد نہ کر تیری حاجت پوری ہو گئی"۔ کسی نے سوال کیا آپ نے اس کے عریضہ کا مطالعہ کیوں نہ کیا؟ آپ نے فرمایا۔ یَسْئَلُنِی اللّٰہُ عِنْدَ وُقُوْفِہٖ بَیْنَ یَدَیَّ حَتّٰی اَقْرَئَھَا۔

"اگر میں رقعہ کے پڑھ چکنے تک سائل کو انتظار کی کیفیت میں کھڑا رکھتا تو خداوند عالم اس کے متعلق مجھ سے بازپرس فرماتا"۔ آپ اپنی اس صفت میں اس انتہائی بلند مقام پر تھے جہاں سائل کی ذلت کے احساس پر خود شرمندگی محسوس کرتے۔ آپ جب کسی کو تعلیم دینے کا ارادہ کرتے جب بھی حیا عارض ہوتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق۔

Preseneted by Ziaraat.com

رَاٰی رَجُلًا لَا یُحْسِنُ الْوُضُوْءَ فَاَرَادَ اَنْ یُعَلِّمَہٗ فَاسْتَحْیٰ مِنْ ذٰلِکَ حَتّٰی یَتَعَلَّمَ فَقَالَ لِاَخِیْہِ نَحْنُ نَتَوَضَّأُ قُدَّامَہٗ ثُمَّ نَسْئَلُہٗ اَیُّ الْوُضُوْئَیْنِ اَحْسَنُ۔ فَفَعَلَا ذٰالِکَ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ کِلَاکُمَا تُحْسِنَانِ الْوُضُوْءَ وَاَنَا الْجَاھِلُ الَّذِیْ لَا اَعْرِفُ۔

"جب ان بزرگوار نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ درست طریقہ سے وضو نہیں کر رہا تو آپ نے چاہا کہ اسے درست طریقہ وضو کی تعلیم دیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس شخص کو شرمندگی کا احساس نہ ہو' آپ نے اپنے بھائی حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم اس شخص کے سامنے وضو کریں گے پھر اس سے پوچھیں گے کہ ہم میں کس کا طریقۂ وضو درست ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اعرابی نے جواب میں کہا آپ دونوں نے صحیح وضو کیا۔ میں ہی غلطی پر تھا کہ مجھے وضو کا طریقہ معلوم نہیں تھا"۔

اب مؤلف کہتا ہے کہ جو انسان' جلالتِ شان' مراتب' فتوت' مروت اور حیا کے اس بلند مقام پر فائز ہو کہ حاجتوں کی تکمیل کرنے والا' سائل کے سوال کی ذلت کے احساس سے خود شرمندگی محسوس کرے کیا اس کے لئے روا ہے کہ کوفہ وشام کے ظالموں کے بالمقابل اپنے طفلِ شیرخوار کو ہاتھوں پر اٹھا کر کنار فرات سے پانی مانگے اور وہ انکار کرے۔ کنواں کھودنے کی اجازت چاہے اور اس کو بھی رد کر دیا جائے یہاں تک کہ ایک مُفْتَرَضُ الطَّاعَۃ انسان اپنے ہی غلاموں سے طفلِ ناتواں کے لئے

Presenteted by Ziaraat.com

پانی کی ایک بوند مانگنے پر مجبور ہو جائے اور کہے کہ آؤ تم خود اس بچے کو لے جا کر سیراب کر دو۔ اَمَا تَرَوْنَهُ يَتَلَظّٰى عَطَشًا۔ "کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ پیاس کی شدت سے حالت احتضار میں تڑپ رہا ہے"۔ ہاں بے شک اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی پیاس کی شدت کو تصور خاطر میں نہیں لیا جا سکتا۔ بعض احادیث میں مظلوم کی نسبت سے وارد ہے کہ فرماتے ہیں۔ اِسْوَدَّتِ الدُّنْيَا بِاَعْيُنِهِمْ۔ یعنی شدتِ عطش سے دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ جناب امام موسیٰ (بن جعفر علیہ السلام) کی مناجات کا یہ جملہ پیاس کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ صَغِيْرُهُمْ يُمِيْتُهُ الْعَطَشُ۔ پیاس کی شدت سے چھوٹے بچوں کی جان نکلی جا رہی تھی۔ انسانوں نے سخاوت کے اس معدن کا جواب تیرِ جفا سے دیا جس نے معصوم کے گلے کو چھید دیا اور پھر شیر خوار کی طائرِ رُوح عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ وَسَقَوْهُ سَهْمَ بَغْيٍ عِوَضَ الْمَاءِ الْمَعِيْنِ۔ ظالموں نے خوشگوار پانی کے بدلے اسے تیرِ ظلم سے سیراب کر دیا۔

۵۔ حضرت کے منجملہ اوصاف میں سے یہ صفت صاحبان ہم و غم کے لئے رِقّت کا باعث ہے جب آپ اُسامہ کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا وہ حالتِ اِحْتِضار میں ہے۔ اُسامہ نے حضرت کے رُوبرو آہ بھری اور کہا۔ وَاغَمَّاہ آپ نے فرمایا تمہارے غم و اندوہ کا سبب کیا ہے؟ تو عرض کی میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ آپ نے فرمایا

Preseneted by Ziaraat.com

میں تیرے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔ اس نے عرض کی میرا دل چاہتا ہے کہ مقروض حالت میں دنیا سے نہ جاؤں۔ آپ نے فوراً ہی رقم مہیا کرنے کا حکم دیا اور وہ رقم اس کی وفات سے قبل قرض خواہوں کو ادا کردی گئی۔

۷۔ یہ صفت صدقات کی ادائیگی سے عبارت ہے۔ جو صفت آپ کے علاوہ کسی اور میں نہ پائی گئی۔ روزِ عاشور دیکھا گیا کہ پشت مبارک پر گٹے پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت سید سجاد علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ ذَالِکَ مِمَّا کَانَ یَنقُلُہُ فِی الَّیْلِ عَلٰی ظَھْرِہٖ لِلْاَرَامِلِ وَالْاَیْتَامِ۔ "یہ نشان سامان خورد و نوش کے اس بوجھ کے سبب ہے جسے آپ پشت مبارک پر لاد کر تاریکی شب میں بیواؤں اور یتیموں کے گھر پہنچایا کرتے تھے"۔

اِنَّ ظَھْراً غَدَا بِالْبِرِّ یَنقُلُہٗ سِرّاً اِلٰی اَھْلِہٖ لَیْلاً "لمکسور"

یہ تحقیق کہ جو پشت تاریکی شب میں نیکی کے بوجھ غریبوں کے لئے لادتی تھی وہ ظالموں کے ہاتھوں توڑ دی گئی۔

۸۔ آپ تقرب پروردگار کے حصول میں بے مثال عزم و ارادہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اس راہ میں انتہائی مصائب برداشت کیے۔ یہاں تک کہ ایسے بلند درجات پر فائز ہو گئے جہاں گناہگار اور معصیت کار

Preseneted by Ziaraat.com

افراد کے حق میں آپ کی شفاعت' ان کی نجات کا ذریعہ قرار پائی اس صفت کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ معصوم نے اس صفت کے خصوصی تعلق کو ظاہر کیا جائے بلکہ اس کا مقصد بتلانا یہ ہے کہ آپ اس امر کی اس حد تک رعایت کرتے تھے کہ اپنے دشمنوں تک کو عذاب سے بچانے کے لئے کوشاں رہتے۔ جب قاتل سرِ اطہر کو بدن سے جدا کرنے کے ارادہ سے آیا تو آپؑ نے پہلے تبسّم فرمایا پھر نصیحت وموعظہ سے اس کی ہدایت کی۔ جب قاتل نے نصیحت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو آپ نے کوشش کی کہ کم از کم اس کے عذاب کی شدت ہی میں کمی کی جائے۔ جیسا کہ ہرثمہ بن ابی مسلم کے ساتھ پیش آیا جب امامؑ کی نصیحتوں نے اس پر کوئی اثر نہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ فَامْضِ حَتّٰی لَا تَرٰی لَنَا مَقْتَلاً وَلَا تَسْمَعَ لَنَا صَوْتاً۔

"ہرثمہ اتنی دور نکل جاؤ کہ نہ ہمارے قتل ہونے کو دیکھ سکو اور نہ ہی ہمارے استغاثہ کی آواز کو سن سکو"۔ واقعہ کی تفصیل آنے والے صفحات میں درج کی جائے گی۔

۹۔ آپ کے خوف وخشیتِ پروردگار کا یہ عالم تھا کہ جب وضو کرتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق فرمایا گیا۔ حَقٌّ لِلْمُؤْمِنِ یَقِفُ بَیْنَ یَدَیِ الْمَلِکِ الْقَهَّارِ اَنْ یَصْفَرَّ لَوْنُهُ وَتَرْعَدَ مَفَاصِلُهُ۔ "بندۂ مومن کے لئے سزاوار ہے کہ

Preseneted by Ziaraat.com

وہ ملکِ قہّار کے سامنے اس طرح ایستادہ ہو کہ اس کے چہرے کا رنگ زرد اور اعضاء بدن کانپ رہے ہوں"۔ لوگ آپ کے شدت خوف کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کی آپ اپنے پروردگار سے اتنا خوف کھاتے ہیں تو جواب میں فرمایا۔ لَایُؤْمَنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّامَنْ خَافَ اللّٰہَ فِی الدُّنْیَا۔ "روزِ قیامت عذابِ خدا سے وہی امان پائے گا جو دنیا میں اللہ سے ڈرتا ہوگا"۔

اب مُصنّف کہتا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی حالت پر غور کرو کہ جب وہ بندگی خدا کے لئے وضو کا ارادہ فرماتے تو بدن کے اعضاء لرزنے لگتے اور رنگ مبارک متغیر ہو جاتا لیکن ہم گناہانِ کبیرہ اور ہلاکت آفرین اعمال کے ارتکاب میں مصروف ہیں اور ہمیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ اضطراب۔ اس پر ہم کیونکر دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ حالانکہ وہ افضل اعمال کو بجا لاتے وقت خوف خدا سے لرزتے تھے جبکہ ہم گناہانِ کبیرہ کے ارتکاب پر بھی ذرّہ برابر تردّد نہیں کرتے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

مختصر خصوصیات واوصاف

علاوہ ازیں حسین علیہ السلام ایسے بھرپور صفات کے مالک تھے جن کی ربِّ جلیل نے مدح کی ہے۔ خداوندِ عالم نے اپنی مبارک کتاب میں جن

Preseneted by Ziaraat.com

مقامات پر اپنے ممدوح کو سراہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ اِنَّہٗ نَفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ "بے شک وہی نفسِ مطمئنہ ہے"۔

۲۔ اِنَّہٗ کِفۡلٌ مِّنۡ رَّحۡمَتِہٖ "بے شک وہ رحمتِ خدا کا ایک حصہ ہیں"۔

۳۔ آپ کا تعلق ان عظیم شخصیتوں میں سے ہے جن کے لئے رب العالمین نے والد کا درجہ مقرر کیا اور تمام انسانوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ احسان کریں۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ کیا انسانوں نے ربِّ جلیل کے اس حکم کی تعمیل کی۔

۴۔ اِنَّہٗ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا۔ "بیشک وہ مظلومیت کی حالت میں قتل کردیئے گئے"۔

۵۔ اِنَّہٗ ذِبۡحٌ عَظِیۡمٌ۔ "بے شک وہ ذبحِ عظیم ہے"۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کے قصہ میں آپ ہی ذبحِ عظیم کا مصداق قرار پائے۔

۶۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ اس مظلوم پر گزرنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ بہ تحقیق کہ خداوندِ عالم نے اس مظلوم کو مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ جن میں سے ایک نام فجر، دوسرا زیتون اور تیسرا مرجان ہے۔ بہ تحقیق کہ ستون عرش پر مدحِ مظلومؑ میں یہ عبارت درج ہے۔

اِنَّ الۡحُسَیۡنَ مِصۡبَاحُ الۡهُدٰی وَ سَفِیۡنَۃُ النَّجَاۃِ۔ "بے شک

Preseneted by Ziaraat.com

حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ اور نجات کا سفینہ ہیں"۔ خداوندِ عالم نے احادیثِ قدسیہ میں چند مقامات پر سید مظلومؑ کی مدح فرمائی ہے۔ ایک مقام پر ربِّ جلیل فرماتا ہے۔ بُورِکَ مِنْ مَوْلُوْدٍ عَلَیْہِ صَلَوَاتِیْ وَرَحْمَتِیْ وَبَرَکَاتِیْ۔ "یہ مولود مبارک ہو کہ اس پر میری طرف سے صلوٰۃ، رحمت اور برکات ہیں"۔ ایک اور مقام پر خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے

بِاَنَّہٗ نُوْرُ اَوْلِیَائِیْ وَحُجَّتِیْ عَلٰی خَلْقِیْ وَالذَّخِیْرَۃُ لِلْعُصَاۃِ۔

"وہ میرے اولیاء کا نور ہے۔ میرے بندوں پر حجت ہے اور اہلِ معصیت کے لئے ذخیرۂ شفاعت ہے"۔ ہم "الطافِ خاصّہ" کے عنوان کے تحت جلد ہی اس حدیث کی تفصیل بیان کریں گے۔ بہ تحقیق کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ذبیحِ کربلا کی عجیب انداز سے مدح فرمائی ہے۔ جناب ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن اپنے نواسے کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ مَرْحَبًا بِکَ یَا زَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔

"مرحبا تجھ پر اے آسمانوں و زمین کی زینت"۔ اُبَیّ بن کعب عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ! کیا آپ کے علاوہ کوئی اور بھی آسمانوں اور زمین کی زینت ہے؟ فرمایا۔ یَا اُبَیُّ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا اَنَّ

Preseneted by Ziaraat.com

اَلْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ فِی السَّمٰوَاتِ اَعْظَمُ مِمَّا فِی الْاَرْضِ وَقَدْ کَتَبَ اللّٰہُ فِیْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ اَنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ الْھُدٰی وَسَفِیْنَۃُ النَّجَاۃِ۔

"اے اُبَیّ! قسم خالق کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا کہ حسینؑ بن علیؑ کا مقام زمین کی نسبت آسمانوں میں زیادہ بلند ہے۔ خداوندِ عالم نے عرش کی داہنی طرف یہ عبارت تحریر کی ہے کہ بے شک حسینؑ ہدایت کا چراغ اور کشتیٔ نجات ہیں"۔ اس کے بعد آپ نے حسینؑ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاعْرِفُوْہُ وَفَضِّلُوْہُ کَمَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ۔

"اے انسانو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہے اسے پہچانو اور اسے اس طرح فضیلت دو جس طرح خداوندِ عالم نے فضیلت دی ہے"۔

یہ تحقیق کہ تمام نبیوں، ملائکہ، بندگانِ خدا اور صُلحائے ربِّ جلیل نے حسین علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے لیکن اس ممدوح کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کی تعریف اولیاء و مُحِبّین نے بھی کی ہے اور دشمنانِ دین نے بھی۔ امیر معاویہ نے یزید کے نام اپنے وصیت نامہ میں ان کی تعریف کی ہے۔ ابن سعد نے اپنے بعض اشعار میں، ان کی مدح کی ہے۔ جس وقت دشمن آپ کے مقابلہ پر صف باندھے کھڑے تھے اور آپ اپنی نسبت

Preseneted by Ziaraat.com

ان سے شہادت طلب کر رہے تھے اس وقت دشمنوں نے آپ کی تائید کی۔ آپ کے قاتل شرلعین نے آپ کے متعلق کہا۔

اِنَّہٗ کُفُوٌ کَرِیْمٌ لَیْسَ الْقَتْلُ بِیَدِہٖ عَارًا۔ "وہ ہمارے ہم پلہ اور شریف النفس ہستی ہے اس کے ہاتھوں قتل ہوجانا شرمندگی کا باعث نہیں"۔ سنان بن انس آپ کو قتل کرتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَقْتُلُکَ الْیَوْمَ وَنَفْسِیْ تَعْلَمُ ٭ عِلْماً یَقِیْناً لَیْسَ فِیْہِ مُکْتَمُ ٭

اِنَّ اَبَاکَ خَیْرُ مَنْ تَکَلَّمُ ٭

"یہ چھپانے کی بات نہیں کہ میرا نفس آپ کی ذات کو اچھی طرح جانتا ہے یہاں تک کہ میرے دل میں یقین کی حد تک آپ کی معرفت ہے اور آپ کا والد بہترین متکلمین میں سے تھا باوجود اس کے آج میں آپ کو قتل کررہا ہوں"۔ اسی طرح سرمبارک کو بن زیاد کے پاس لانے والا شخص یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اِمْلَأْ رِکَابِیْ ذَھَباً وَّفِضَّۃً ٭ اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

"میرے رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے صاحب عزت سیّد کو قتل کیا"۔

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبًا

وَ خَیْرَھُمْ اِذْ یَنْسُبُوْنَ نَسَبَا

Preseneted by Ziaraat.com

"میں نے ایسے انسان کو قتل جس کے ماں باپ خیر الناس تھے اور خاندانی اعتبار سے ان کا حسب و نسب سب سے بہتر تھا" اور یزید لعین نے بھی باوجود اتنی عداوت کے حضرت حسین علیہ السلام کے بارے میں تعریف و توصیف کی جبکہ اس کی زوجہ ہند کھلے سر مجلس عام میں آئی۔ یزید نے اس کے سر پر چادر ڈال دی اور کہا:

اِذْهَبِیْ وَابْکِیْ وَاَعْوِلِیْ عَلَی الْحُسَیْنِ صَرِیْخَةِ قُرَیْشٍ۔

"جاؤ حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کرو اور فریاد کرو کہ وہ قریش کا فریادرس تھا۔ فَقَدْ عَجَّلَ عَلَیْهِ ابْنُ زِیَادٍ۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں عجلت کی۔ جب یزید پلید جیسا انسان ان بزرگوار پر رونے کا حکم دے رہا ہے تو پھر تمہاری خاموشی اور نہ رونے کا کیا جواز ہے اور جوانانِ جنّت کے سردار پر کیونکر نہ رویا جائے۔

درج بالا سطور میں حسین علیہ السلام کے اوصاف کا مختصر تذکرہ کیا گیا۔ جو نہایت مشکل کام تھا میں ایسے انسان کی معرفت کا حق کیونکر ادا کر سکتا ہوں جس کے اوصاف میں جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَعْرِفُوْهُ وَفَضِّلُوْهُ کَمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ۔ "ان کی معرفت حاصل کرو اور ان کی فضیلت و بزرگی کو مانو جیسا کہ خدا نے انہیں فضیلت دی"۔ ہم اختتام پر ان کی ایک خصوصی صفت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو صفات کے اضداد سے عبارت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا

Preseneted by Ziaraat.com

نام حزن و سرور اور غم و خوشی دونوں کا سبب ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ آپ کے قتل اور وارد ہونے والے کثیر مصائب پر جن میں سے چند کی طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا اور آئندہ بھی انہیں بیان کیا جائے گا، اول خلقت سے لے کر قیامت تک کے تمام مومنین غمگین ہوئے۔ یہاں تک کہ ان مصائب پر وہ عالم بھی غم زدہ ہوا جس کے لئے غم واندوہ کا کوئی تصور نہیں۔ خداوند عالم نے ان کے غم و حزن کے ازالہ کے لئے حضرت حسین علیہ السلام کے نور مبارک سے بہشت اور حورالعین کو خلق کیا۔

انس، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ: اَللّٰہُ خَلَقَنِیْ وَخَلَقَ عَلِیًّا وَ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ حِیْنَ لَا سَمَاءٌ مَبْنِیَّۃٌ وَالْاَرْضُ مَدْحِیَّۃٌ وَلَا ظُلْمَۃٌ وَلَا نُوْرٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جَنَّۃٌ وَلَا نَارٌ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ خَلْقِکُمْ، قَالَ یَا عَمِّ لَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّخْلُقَنَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ خَلَقَ مِنْہَا نُوْرًا، ثُمَّ تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اُخْرٰی فَخَلَقَ مِنْہَا رُوْحًا ثُمَّ اَمْزَجَ النُّوْرَ بِالرُّوْحِ فَخَلَقَنِیْ وَخَلَقَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَکُنَّا نُسَبِّحُہٗ حِیْنَ لَا تَسْبِیْحَ وَنُقَدِّسُہٗ حِیْنَ لَا تَقْدِیْسَ، فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یُّنْشِئَ خَلْقَہٗ فَتَقَ نُوْرِیْ فَخَلَقَ مِنْہُ الْعَرْشَ فَالْعَرْشُ

Preseneted by Ziaraat.com

مِنْ نُوْرِیْ وَنُوْرِیْ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَنُوْرِیْ اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ۔ ثُمَّ فَتَقَ نُوْرَاَخِیْ عَلِیٍّ فَخَلَقَ مِنْہُ مَلَائِکَۃً فَالْمَلَائِکَۃُ مِنْ نُوْرِ عَلِیٍّ وَنُوْرُ عَلِیٍّ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَعَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ۔ ثُمَّ فَتَقَ مِنْ نُوْرِابْنَتِیْ فَخَلَقَ مِنْہُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَالسَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ مِنْ نُوْرِ ابْنَتِیْ فَاطِمَۃَ مِنْ نُوْرِاللّٰہِ وَابْنَتِیْ فَاطِمَۃُ اَفْضَلُ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ ثُمَّ فَتَقَ نُوْرَ وَلَدِیَ الْحَسَنِ فَخَلَقَ مِنْہُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ فَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مِنْ نُوْرِ وَلَدِی الْحَسَنِ وَنُوْرُ الْحَسَنِ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْحَسَنُ اَفْضَلُ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ فَتَقَ نُوْرَ وَلَدِیَ الْحُسَیْنِ فَخَلَقَ مِنْہُ الْجَنَّۃَ وَالْحُوْرَالْعِیْنَ وَالْجَنَّۃُ وَالْحُوْرُ الْعِیْنُ مِنْ نُوْرِ وَلَدِیَ الْحُسَیْنِ وَنُوْرُ وَلَدِیَ الْحُسَیْنِ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَوَلَدِیَ الْحُسَیْنُ اَفْضَلُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَالْحُوْرِ الْعِیْنِ۔

اس حدیث شریف کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے مجھے علیؑ، فاطمہ، حسن و حسین (علیہم السلام) کو خلقت آدمؑ سے قبل اس وقت خلق کیا جب نہ

Preseneted by Ziaraat.com

آسمان تھا اور نہ زمین، نہ ظلمت کو پیدا کیا گیا تھا اور نہ نور کو، نہ آفتاب تھا اور نہ ماہتاب، نہ بہشت کی تخلیق کی گئی تھی اور نہ آتشِ جہنم کو پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کی تو پھر خداوندِ عالم نے آپ کو کس طرح خلق فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے چچا جب خداوندِ عالم نے ہمیں خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے ایک کلمہ سے خطاب کیا اور اس سے ایک نور کی تخلیق کی۔ پھر خداوندِ عالم نے دوسرے کلمہ کو مخاطب کیا اور پھر اس سے ایک روح کو پیدا کیا بعد میں نور اور روح کو باہم مخلوط کیا اور اس سے مجھے خلق کیا پھر علی وفاطمہ وحسن وحسین (علیہم السلام) کو پیدا کیا۔ ہم اس وقت ربِّ جلیل کی تسبیح کر رہے تھے جب تسبیح کا وجود نہ تھا۔ اس وقت اسکی تنزیہ وتقدیس میں مصروف تھے جبکہ تقدیس، عالمِ وجود میں نہ تھی۔ جب خداوندِ عالم نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے میرے نور کے دو ٹکڑے کئے اور اس سے عرش کو پیدا کیا۔ (پس معلوم ہوا) عرش میرے نور سے بنا ہے اور میرا نور خدا کے نور سے۔ اور میرا نور عرش سے افضل ہے۔ پھر اس نے میرے بھائی علیؑ کے نُور کو شق کیا اور اس سے ملائکہ کو خلق کیا (پس معلوم ہوا) ملائکہ علیؑ کے نور سے ہیں اور علیؑ کا نُور خدا کے نور سے ہے۔ اور اس طرح علی ملائکہ سے افضل ہیں۔ پھر خداوندِ عالم نے میری بیٹی کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس سے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ یوں آسمان

Preseneted by Ziaraat.com

وزمین میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور سے بنے ہیں اور میری نور نظر (فاطمہ) کا نور خدا کے نور سے ہے اس طرح میری بیٹی فاطمہؑ آسمانوں اور زمین سے افضل ہے۔ خداوندِ عالم نے پھر میرے بیٹے حسنؑ کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس سے آفتاب وماہتاب کو پیدا کیا۔ پس آفتاب وماہتاب میرے بیٹے حسنؑ کے نور سے بنے ہیں اور حسنؑ کا نور، نور خدا سے مشتق ہے۔ اس طرح حسنؑ مہروماہ سے افضل ہوئے پھر خدا نے میرے بیٹے حسینؑ کے نور کو شق کیا اور اس سے بہشت اور حورُالعین کو پیدا کیا۔ اس طرح بہشت اور حورُالعین میرے بیٹے حسینؑ کے نور سے ہیں اور میرے نورِ نظر حسینؑ کا نور خدا کے نور سے ہے۔ یوں میرا بیٹا حسینؑ بہشت اور حورُالعین سے افضل ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حسینؑ کا نام سن کر ہر مومن کی آنکھ سے اشک جاری ہوتے ہیں۔ اس طرح حسینؑ کا نام ہر مومن کے لئے مسرت وانبساطِ روح کا سبب ہے۔ اس صفت کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ چونکہ بہشت اور حورالعین حسینؑ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ نام خوشی ومسرت کا بھی سبب ہے۔ بہشت نے اس عظیم ہستی پر اس وقت گریہ کیا جب آپ کا بدنِ مطہّر خاکِ گرم پر پڑا تھا۔ اس مصیبت پر حورُالعین نے اَعلیٰ علیّین میں اپنے رُخساروں پر طمانچے مارے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بہشت آپ ہی کی وجہ سے محزون ہوا اور آپ

Preseneted by Ziaraat.com

ہی کے سبب مسرور بھی۔ جب بہشت نے عالمین کے پروردگار سے دعا کی کہ اسے زینت بخشے تو خدائے تعالیٰ نے ارکانِ بہشت کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی۔ فَمَاسَتْ کَمَا تمس العروسُ فَرَحًا۔ "بہشت کو اتنی خوشی ہوئی کہ دلہن کی مانند کھل اٹھی"۔

Preseneted by Ziaraat.com

تیسرا باب

عبادت میں آنجنابؑ کی خصوصیات

Preseneted by Ziaraat.com
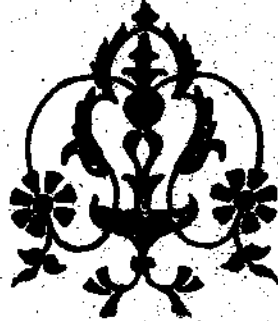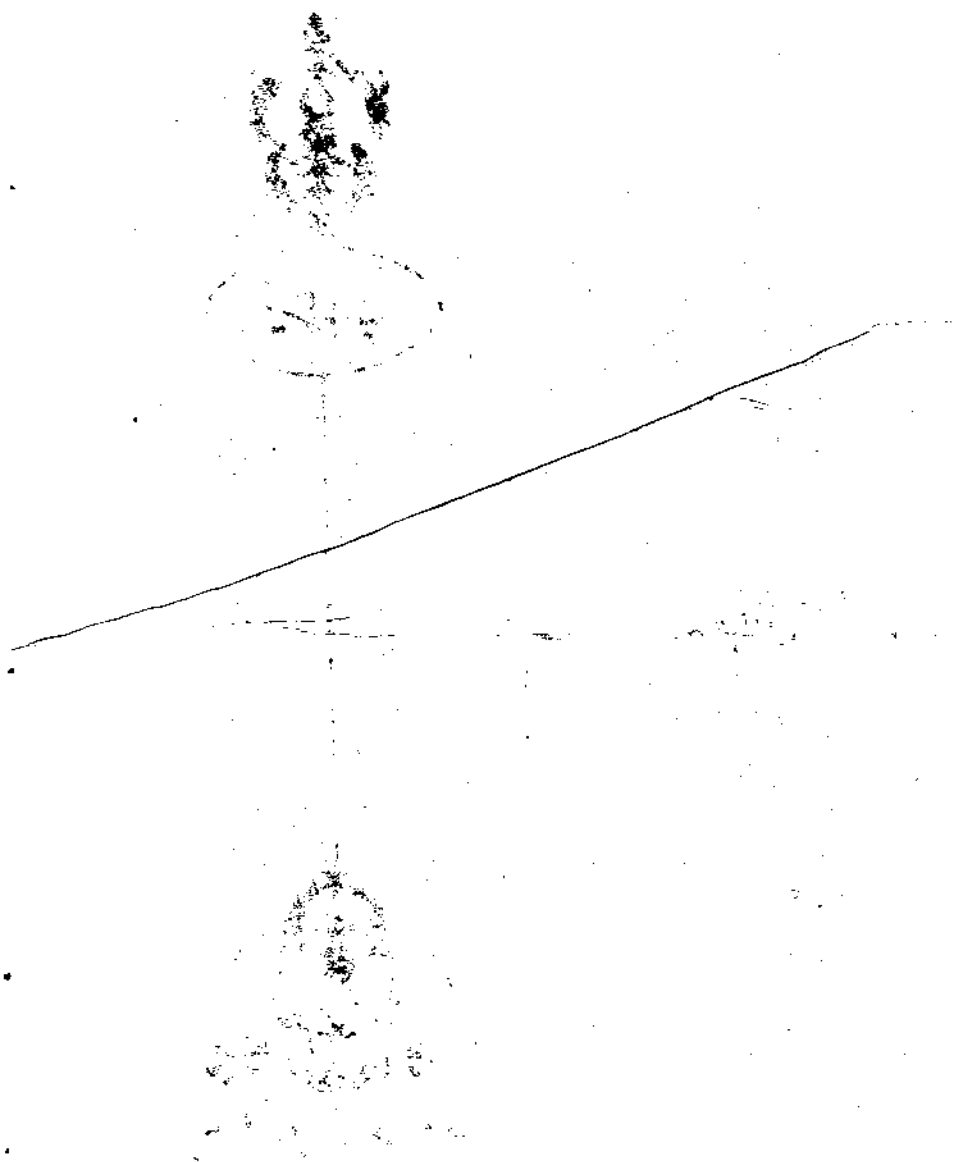
عبادت میں آنحضرتؑ کی خصوصیات

اس باب میں آپ کی ان عبادات کا تذکرہ کیا جائے گا جو روز عاشورا بجالائی گئیں۔ یہ وہ خصوصی صفات ہیں جو نہ صرف عبودیت کی انتہائی بلند منزل کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ بارگاہ معبود میں سید الشہداء کے کمال تقرب کا بھی مظہر ہیں۔ آپ نے ایک دن ہی عبادت وبندگی کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی جس کی بناء پر خصوصی الطاف کے مستحق قرار پائے۔ یہ وہ عبادت ہے جس کا بجالانا کسی فرد بشر کے لئے نہ آپ سے پہلے ممکن تھا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہوسکے گا۔ یہ وہ جامع عبادت ہے جو ہر عبادت وبندگی کا خلاصہ اور ہر قسم کی بدنیہ عبادات منجملہ واجب ومندوب' ان کے ظاہر' ان کے باطن' ان کی صورت اور ان کی روح' سب پر محیط ہے۔ اکمل افراد کو اس عبادت کا صرف ایک ہی حصہ نصیب ہوا ہے۔ یہ عبادت ان تمام قلبی عبادات کا حاصل ہے جن میں واجبات ومندوبات بھی شامل ہیں۔ اس برگزیدہ انسان نے اس ایک دن میں خدا کی اس طرح عبادت کی کہ بندگی کے تمام مفردات ومرکبات کا حق ادا کردیا۔ آپ کے اس ایک دن کی عبادت جمیع مکارم اخلاق اور حسنہ صفات کی آئینہ دار تھی۔ اس اکمل انسان کو اپنے متضاد صفات کے حامل انسانوں کا سامنا تھا۔ ساتھ ہی اس دن ایسے عظیم مصائب بھی برداشت کرنے پڑے جسے ہر بلا ومصیبت کا خلاصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ نے ان مصائب پر انتہائی

Presented by Ziaraat.com

درجے کے صبر و شکر کا مظاہرہ کیا۔ جس سے آپ کی فضیلت و مقام میں مزید اضافہ ہوا آپ نے بلاؤں کی شدت میں اس اعلیٰ درجہ کا صبر اختیار کیا جو بعض انبیاء ہی سے مختص تھا۔ آپ کو صبر و شکر کے اس کمال پر دیکھ کر خداوند عالم نے اپنے ملائکہ سے فخر کا اظہار کیا۔ سید الشہداء عبادت و بندگی کے اس مقام پر فائز ہوئے جس میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رب جلیل نے ان کے لئے خصوصی القاب کا استعمال کرتے ہوئے فرمایا: یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ۔ "اے نفسِ مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف واپس لوٹ کہ جس نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی حاصل کرلی ہے"۔ خداوند عالم نے "رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" کے الفاظ سے اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔ یعنی خدا اور اس کی مرضی پر راضی ہوجانے والا۔ پروردگار عالم نے ایسے انسان کے لئے محبوبیت خاصہ کو مختص کرکے جنت خاصہ کو اس سے منسوب کردیا۔ اس کی طرف سے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا ارشاد اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بس میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہو"۔ ایسی صورت میں ہم پر لازم آتا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کی مدد کے سہارے اس عبارت کی تشریح کریں۔ بہ تحقیق کہ پروردگارِ عالم جلّ جلالہٗ نے بندوں کو ان کے حسبِ مراتب درجات عطا کئے اور ان کے مصالح کے پیش نگاہ انہیں متعلق فرمایا ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

اس نے ہر پیغمبر کے لئے ایک شریعت اور دین کو مقرر کر کے تکلیف متعین کردی اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک امت کو قرار دیا۔ نیز ہر پیغمبر اور ان کے اوصیاء کے لئے چند خصوصیات مختص کردی ہیں۔ بہ تحقیق کہ خدائے تبارک وتعالیٰ نے اس ملت حنیف کو ہمارے پیغمبر کے لئے قرار دیا ہے لیکن اس کے لئے کثیر صفات متعین کی ہیں۔ جن کی تعداد اکیس یا اس سے زیادہ ہے۔ ان کے اوصیاء کے لئے وہی کچھ قرار دیا جو امامت اور دین سے متعلق ہے۔ اس سلسلہ میں جو مخصوص احکام صادر کیے گئے ہیں اس کا اظہار اِس آیۂ وافیٔ ہدایت سے ہوتا ہے جہاں فرمایا گیا۔ فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ، بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ ۔

ان میں سے ہر ایک کے لئے امر امامت میں ایک مخصوص تکلیف متعین کی ہے جس کی وضاحت اس مہر لگی ہوئی بارہ صحیفوں میں کی گئی ہے"۔ مہر لگانے کے لئے ایسے سونے سے بنی ہوئی بارہ انگوٹھیاں ہیں جسے آگ نے مس نہیں کیا۔ یہ صحیفہ جناب جبرئیل نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے ان کی خدمت میں پیش کیا۔

وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ھٰذِہٖ وَصِیَّتُکَ اِلَی النُّخْبَۃِ مِنْ اَھْلِ بَیْتِکَ اور عرض کی یا محمدؐ یہ وصیت آپ کے برگزیدہ اہل بیتؑ کے لئے ہے قَالَ وَ مَاالنُّخْبَۃُ؟ فرمایا۔ نُخْبَۃٌ (یعنی برگزیدہ افراد) کون ہیں۔ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَوُلْدُہٗ عرض کی علی بن ابی طالب اور ان کی

Preseneted by Ziaraat.com

اولا وہیں۔ قَدْ دَفَعَهُ النَّبِيُّ اِلٰی سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ وَاَمَرَهُ اَنْ يَّفُكَّ خَاتَماً مِّنْهُ وَيَعْمَلَ بِمَا فِيْهِ۔ پس پیغمبر نے اس وصیت نامہ کو سرور اوصیاء کے حوالہ کیا اور حکم دیا اس پر لگی ہوئی مہر کو کھول کر دیکھ لے اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے ان پر عمل کرے۔ پھر انہوں نے ایک وصیت نامہ اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام کو منتقل کیا۔ انہوں نے لگی ہوئی مہر کو اٹھایا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اس پہ عمل کیا پھر حضرت حسن علیہ السلام نے اسے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کو دی۔ آپ نے جب اسے کھولا تو اس میں بھی انہیں ایک انگوٹھی کی مہر نظر آئی، اس میں تحریر تھا۔

اُخْرُجْ بِقَوْمٍ لِلشَّهَادَةِ فَلَا شَهَادَةَ لَهُمْ اِلَّا مَعَكَ وَاشْرِ نَفْسَكَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

"ایک قوم کو ساتھ لے کر شہادت کے لئے قیام کر۔ شہادت ان کے لئے نہیں مگر تیرے ساتھ ہے اور اپنے نفس کو خدائے عزّوجلّ کے ہاتھ فروخت کردے"۔ آپ نے اس صحیفہ کو اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کے سپرد کیا۔ انہیں بھی اس میں ایک انگوٹھی ملی جس میں عبارت تحریر تھی۔

اطرق وَاصمتْ وَالْزِمْ مَنْزِلَكَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔

"سکوت اختیار کر۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کی عبادت میں

Preseneted by Ziaraat.com

مصروف ہوجا یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہوجائے۔ (یعنی آخری دم تک)"

حضرت حسین علیہ السلام کو جو ذمہ داری سپرد کی گئی تھی اس میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے نفس کو خدا کے ہاتھوں فروخت کردیا جائے۔ جس سے مراد یوم عاشورا کی جنگ تھی اس طرح اب شاید حسین علیہ السلام پر لازم آیا کہ وہ اس دن تمام عبادات منجملہ بدنی' قلبی' اختیاری' واجب' مستحب اور اس کی تمام اقسام ان میں سے مشترکات و مختصات کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک مقام پر جمع کردیں تاکہ خداوندعالم کے ساتھ اس معاملے کو حتمی شکل دی جائے اور اس کے عوض وہ تمام چیزیں حاصل کرلیں جن کا مخلوق کو دیا جانا ممکن ہے اور حق بھی یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ دے دیا اور اس کے صلہ میں خداوندعالم کی ظاہر و پوشیدہ الطافِ خاصّہ کو حاصل کیا۔ اس خرید و فروخت کی تفصیل اور عبادت کے بیان سے لازم آتا کہ اب ہم سید الشہداءؑ کی ان عبادات وخصوصیات کا ذکر کریں جو کتب فقہ میں لکھا ہے۔ اس کے بعد بیان کیا جائے گا کہ آپ نے ان عبادات پر کس طرح عمل کیا۔ پھر ان تمام خصوصیات کے باہم یکجا ہونے کا ذکر کیا جائے گا۔

طہارتِ ظاہری

جہاں تک سید الشہداء علیہ السلام کی خصوصی طہارتِ باطنی کا تعلق

Preseneted by Ziaraat.com

ہے۔ آپ نے روز شہادت خصوصی طور پر وضو کیا اور وہ اس طرح کہ ہاتھوں کی مٹھی کو اپنے خون مبارک سے بھر کر اپنے چہرے کو دھویا اور پھر اپنے بالوں کو اسی خون سے خضاب کیا۔ تَیَمَّمَ صَعِیداً طَیِّباً مُبارَکاً۔ پھر پاکیزہ و مبارک مٹی سے تیمم کیا اور اس حالت میں اپنے چہرے کا مسح کیا جس سے دل تڑپ جاتا ہے۔ پھر پیشانی مبارک کو اس کی بارگاہ میں یہ بتانے کے لئے جھکا دیا کہ پروردگار میں نے اپنا سب کچھ تیری نذر کر دیا ہے۔

بابِ نماز

زیارت جامعہ میں مذکورہ ہے۔ وَاَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ یعنی آپ نے نماز کو قائم کیا۔ جبکہ زیارتِ سید الشہداءؑ میں وَاَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ ہیں یعنی تو نے نماز قائم کی۔ نماز کا قائم کرنا ایسا امر ہے جو آپ ہی کی ذات سے مخصوص ہے۔ بہ تحقیق کہ آپ نے عاشورہ کے دن اور شبِ عاشورا چار مختلف حالتوں میں نماز ادا کی۔

۱۔ یہ نماز الوداعی نماز شب تھی کہ جب قومِ فاجر سے شبِ عاشور کی مہلت مانگی گئی۔

۲۔ دوسری نماز ظہر کی تھی جسے نمازِ خوف کی طرح ادا کیا گیا۔ نماز کو اس طرح ادا کرنا صرف سید الشہداءؑ ہی کا حق ہے۔ یہ نماز صلوٰۃِ غسفان، ذات الرقاع، بطن النخلہ اور نمازِ قصر سے مختلف تھی آپ کے بعض اصحاب نے

Preseneted by Ziaraat.com

نمازِ قصر کو بھی قصر کیا۔ بایں معنی کہ ان میں سے بعض نماز ہی کے دوران زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔

۳۔ یہ قسم روح نماز سے عبارت ہے جو افعال، اقوال اور کیفیات نماز کے اسرار پر مشتمل ہے اس کی تفصیل کتاب "اسرار صلوٰۃ" میں درج ہے۔

۴۔ یہ نماز بھی سید الشہداءؑ ہی سے مخصوص تھی۔ اس نماز کی تکبیر، قرات، قیام، رکوع، سجود اور تشہد کو خاص طریقے سے بجا لایا گیا۔ نماز کی تیاری اس وقت کی گئی جب آپ نے اِحرام باندھا اور گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ نماز کا قیام وہ تھا جب (صحرائے کربلا میں) پیادہ کھڑے تھے۔ اس نماز کا رکوع وہ تھا جب آپ خم ہو کر بار بار زمین پر گرتے اور پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے۔ نماز کی قنوت وہ دعا تھی جب آپ بے یار و مددگار خدا سے اس طرح مخاطب تھے۔

اَللّٰھُمَّ مُتَعَالِ الْمَکَانِ، عَظِیْمَ الْجَبَرُوْتِ، شَدِیْدَ الْمِحَالِ، غَنِیًّا عَنِ الْخَلَائِقِ، اِنَّا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ وَوُلْدُ حَبِیْبِکَ، قَدْ غَرُّوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَقَتَلُوْنَا......

"اے وہ خدا جو بلند مکان ہے، قہرِ عظیم کا مالک اور شدید سزا دینے والا اور تمام خلائق سے بے نیاز ہم تیرے نبیؐ کی عترت اور تیرے حبیبؐ کی اولاد ہیں۔ ہمارے ساتھی مغرور ہو گئے۔ مکر و حیلہ سے کام لئے گئے۔

Preseneted by Ziaraat.com

ہمیں ذلیل کیا اور ہمیں قتل کیا گیا۔ اس نماز کی دعا اور سجدہ وہ تھا جب آپ نے اپنی پرنور پیشانی خاک پر رکھ دی تھی۔ تشہد و سلام کا وقت وہ تھا جب روحِ مقدس پرواز کر گئی۔ سرِ مطہرؑ کا نیزہ پر چڑھایا جانا گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آپ نے سجدہ سے سربلند کیا اور پھر جب سرِمبارک نیزے پر سورۂ کہف کی تلاوت اور دوسرے اذکار میں مصروف تھا وہ گویا اس نماز کی تعقیبات تھیں۔

بابِ صوم

سید الشہداءؑ اور اہلِ بیتِ اطہارؑ کا روزہ

بہ تحقیق کہ روزہ کی بارہ شرائط ہیں۔ میں نے ان شرائط کی تفصیل کو ایک مستقل عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ روزہ کی سب سے عظیم قسم وہ روزہ تھا جسے حضرت حسین علیہ السلام نے رکھا۔ جس دن آپ نے ہر قسم کی غذا اور پانی سے اجتناب کیا۔ خداوندِ عالم نے طے کیا کہ اب اس روزہ کو اپنے پیغمبر کے ہاتھوں افطار کرایا جائے گا۔ جبکہ حسین علیہ السلام اسی وقت افطار کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ کے نورِ نظر جناب علی اکبر علیہ السلام نے بھی دمِ آخر اپنے والد بزرگوار سے یہی کہا تھا کہ ھٰذَا جَدِّیْ بِیَدِہٖ کَاْسٌ مَذْخُوْرَۃٌ بابا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے جدِ گرامی کاسۂ آب لئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

تشیع جنازہ

ہر میت کو غسل و کفن اور حنوط دینا اور پھر اس پر نماز پڑھنا واجب ہے مگر جو شخص جہاد کرتا ہوا قتل ہو جائے اس پر نماز پڑھنا تو واجب ہے لیکن اس کے لئے حکم یہ ہے کہ شہید کو اس کے اپنے کپڑوں ہی میں دفن کردیا جائے۔ اسی طرح شہید کی تشیع جنازہ، میت کا اٹھانا اور میت سے متعلق دوسرے احکام کا بجالانا مستحب ہے لیکن حسین علیہ السلام اس قدر مجبور تھے کہ شہیدوں کے اجساد سے متعلق واجبات کو بھی ادا نہ کرسکے۔ آپ تمام شہیدوں کی لاشیں خیموں میں واپس نہ لاسکے۔ آپ نے بھرپور کوشش کی کہ لاشوں کو واپس لے آئیں تاکہ واجبات میں سے کمترین یعنی شہیدوں کی نماز جنازہ ہی پڑھ دی جائے۔ لیکن جہاں تک لاشوں کو دفن کرنے کا تعلق ہے، آپ نے تلوار سے طفل شیرخوار کی قبر بنائی جس کے گلے کو تیر جفا سے چھید دیا گیا تھا اور پھر اسے دفن کردیا۔ طفلِ شیرخوار کے دفن کی بعض ممکنہ وجوہات یہ ہوسکتی ہیں۔ (۱) ممکنہ طور پر ان مخصوص حالات میں شیرخوار کے دفن کی فرصت مل گئی ہو۔ (۲) دشمن معصوم کے سر کو تن سے جدا نہ کرسکیں۔ (۳) معصوم کی لاش تین دن تک زمین پر نہ پڑی رہے۔ (۴) گھوڑوں کی ٹاپوں اور اشقیاء کی پامالی سے بچایا جاسکے۔ (۵) شاید خود حسین علیہ السلام بچّے کی ماں اور دیگر اہلِ بیتؑ کے لئے بچے

Preseneted by Ziaraat.com

کی لاش دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ہاں زین علیہ السلام کو اتنی فرصت مل گئی کہ لاشوں کو یکجا کر سکیں۔ بلکہ آپ نے بعض لاشوں کو تلے اوپر رکھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ لاشوں کو یہ نفسِ نفیس خود میدان سے اٹھا کر لاتے۔ اگر کوئی ساتھی میسر ہوتا تو کبھی جنازے کی مشایعت بھی ہو جاتی ورنہ شہیدوں کی لاشوں کو قتل گاہ سے تنہا تنہا لے کر آتے۔ خود مشایعت بھی کرتے اور ترویجِ جنازہ کا فرض بھی بجا لاتے۔

راہِ خدا میں زکوٰۃ وصدقات

بہ تحقیق کہ یومِ عاشورا آپ نے بدن اور مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ لیکن یہ زکوٰۃ عشر و نقود کی زکوٰۃ نہ تھی جہاں زراعت کا دسواں یا مال کا ڈھائی فیصد ادا کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنی کل ہستی پورا مال یہاں تک کہ پرانے کپڑے تک جن کی کوئی قیمت نہ تھی راہِ خدا میں نثار کر دیا۔ شبِ عاشورا اسیروں کو ہر بوجھ سے آزاد کرنے کے لئے وہ لباس تک دے دیئے گئے جن کی قیمت ایک ہزار اشرفی کے برابر تھی۔

کتاب الحج

حج کی ادائیگی

آپ کے حج کو دیگر خصوصی عبادات میں امتیازی مقام حاصل ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

ہم انشاءَ اللہ متعلقہ عنوان کے ذیل میں اس موضوع کو بھی بہت جلد بیان کریں گے۔

بابِ جہاد

زیارتِ جامعہ میں فرمایا گیا۔ وَجَاهَدْتُمْ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ یعنی "آپ نے راہ خدا میں ایسا جہاد کیا جیسا جہاد کرنے کا حق ہے"۔ زیارتِ سید الشہداءؑ میں یہ جملہ وارد ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ جَاهَدْتَ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے راہِ خدا میں جہاد کیا جو جہاد کرنے کا حق ہے۔ جہاد کی خصوصیت سیدُ الشہداءؑ سے مخصوص ہو گئی ہے۔ ربِّ جلیل نے آپ کو جہاد کے ایسے خصوصی احکام تفویض کئے جو آپ سے پہلے کسی اور کو نہ دیئے گئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابتدائے اسلام میں جہاد کے لئے حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کفار کا مقابلہ کرے۔ کچھ عرصہ بعد خداوندِ عالم نے مسلمانوں کی کمزور صورتحال کے پیش نظر ایک فضل کیا اور ہر مسلمان کے لئے واجب قرار دیا کہ وہ دو کفار سے جنگ کرے۔ اس لحاظ سے جب مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلے میں صرف دس فیصد ہوتی تو ان پر جہاد واجب نہ ہوتا۔ لیکن سیدُ الشہداءؑ کے لئے کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا تھا کہ انہیں تن تنہا تیس ہزار سے

Preseneted by Ziaraat.com

زیادہ دشمنوں سے جنگ کرنی ہے۔

جہاد کا حکم بچوں اور بوڑھوں پر ساقط ہے۔ لیکن کربلا میں یہی جہاد جناب قاسمؑ اور عبداللہ بن حسنؑ جیسے بچوں پر بھی واجب تھا اور جناب حبیب بن مظاہرؓ جیسے بوڑھے مردوں پر بھی۔

شرائطِ جہاد میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جنگ کرنے والے کی موت حتمی نہ ہو لیکن کربلا میں حسین علیہ السلام کے ہر جانثار کو یقین تھا کہ اسے قتل ہوجانا ہے۔ شبِ عاشورا سید الشہداءؑ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّكُمْ تُقْتَلُوْنَ جَمِيْعًا وَّلَا يَنْجُوْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا وَلَدِیْ عَلِیٌّؑ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ (کل) تم سب قتل کردیئے جاؤگے اور میرے بیٹے علیؑ کے سوا کوئی اور زندہ نہ بچے گا"۔ اور جب جنگ کا موقع آیا تو اشقیاء نے جنگ اور جنگ کے قواعد سے متعلق خدائے تبارک وتعالٰی کے تمام احکام کو نظرانداز کردیا۔ ان احکام میں سے ایک حکم یہ تھا کہ محترم شہروں میں جنگ نہ کی جائے لیکن کربلا جیسے قابلِ احترام شہر میں حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کی گئی۔

۲۔ احکامِ جہاد میں یہ بھی شامل ہے کہ کمسن بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے لیکن کربلا میں حسین علیہ السلام کے اطفال اور شیرخوار بچوں کو

Preseneted by Ziaraat.com

بھی قتل کر دیا گیا۔ ان شیر خوار بچوں میں سے ایک کو اس وقت قتل کیا گیا جب آپ وداع ہوتے وقت اسے بوسہ دینا چاہتے تھے اور دوسرے کو اس وقت جب اس کے لئے پانی مانگا جا رہا تھا۔

۳۔ مسلمانوں کو جنگ کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ کھلیانوں اور کھیتوں کو آگ نہ لگائی جائے لیکن کربلا میں اہل بیتؑ کے بعض خیموں کو سید الشہداءؑ کی زندگی ہی میں اور بقیہ خیموں کو آپ کی شہادت کے بعد اس ارادے سے آگ لگائی کہ اہلِ بیتِ اطہارؑ اس آگ میں زندہ جل جائیں۔

۴۔ احکامِ جنگ میں سے ایک حکم اتحاد کی حفاظت ہے۔ اور یہ کہ مدِّمقابل پر خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو' یکبارگی حملہ نہ کیا جائے۔

۵۔ ظہر سے قبل جنگ کی ابتدا نہ کی جائے بلکہ جنگ کا آغاز وقت عصر کیا جائے تاکہ درمیان میں رات حائل ہو اور سپاہی خستگی محسوس نہ کریں۔

۶۔ اسلام نے معرکۂ قتال میں کُفّار کا سر کاٹنے اور اسے میدانِ جنگ میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیا کہ کٹے ہوئے سر کو گرچہ کافر ہی کا ہو' میدانِ جنگ سے باہر منتقل کرے۔

۷۔ قبیلہ کے بزرگ اور سردار کے لباس کو' ہرچند کافر ہو' نہ لوٹا جائے اور قتل کے بعد اس کے بدن کو عریاں نہ کیا جائے۔ جب ایمانِ کُل امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کُفرِ کُل یعنی عمرو کو قتل کیا تو

Preseneted by Ziaraat.com

آپ نے اس کی قیمتی زرہ کو ہاتھ تک نہ لگایا حالانکہ زرہ اسکے لباس کا جز نہ تھا۔ کسی نے جناب امیرالمومنینؑ سے اس امر کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّہٗ کَبِیْرُ قَوْمِہٖ وَلَا اُحِبُّ ھَتْکَ حُرْمَتِہٖ وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا مجھے پسند نہ تھا کہ اسکی توہین کی جائے۔ جب عمرو کی بہن اپنے بھائی کی لاش پر آئی اور اس نے دیکھا کہ اس کے لباس کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا تو اسے یقین ہوگیا کہ اس کے بھائی کا قاتل علیؑ ہے تو اس نے خوشی کا اظہار کیا جس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ اس کے بھائی کا قاتل کفو کریم اور ایک معزز انسان تھا۔ اس بناء پر اس نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

لَوْ اَنَّ قَاتِلَ عَمْرٍو غَیْرَ قَاتِلِہٖ   بَکَیْتُہٗ اَبَدًا مَادُمْتُ فِی الْاَبَدِ

"اگر عمرو کا قاتل علیؑ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں زندگی بھر اس پر گریہ کرتی۔" دوسری وجہ یہ تھی کہ جب اس نے دیکھا کہ بھائی کی لاش کی بے حرمتی نہیں کی گئی یہاں تک کہ اس کی قیمتی زرہ تک کو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا اس نے کہا۔ لارقت دمعتی ان اھرقتھا جب میں نے دیکھا کہ تیری لاش کی حرمت کا احترام رکھا گیا ہے تو میں تیرے قتل کی مصیبت کو بھول گئی۔ اس لئے اب میں تجھ پر نہ روؤں گی۔ بلکہ روایات میں یہاں تک وارد ہے کہ اس نے فرطِ مسرت سے یہ شعر پڑھا ؎

یَا اَخِیْ عِشْتَ طَوِیْلًا جَلِیْلًا مُکَرَّمًا ؞ وَقُتِلْتَ بِیَدٍ جَلِیْلًا

Preseneted by Ziaraat.com

مُحْتَرَماً :۔

بھائی تم نے طویل عرصے عیش و آرام اور عزت سے بسر کیئے اور پھر ایک قابل احترام جلیل انسان کے ہاتھ قتل ہوئے۔ اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھا جسے پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر اس کے بھائی کا قاتل راعیہ معزی جیسے چرواہے کا بیٹا ہوتا جو برص کے مرض میں گرفتار اور پست ترین انسانوں میں سے تھا تو اس کے لئے کسی عظیم مصیبت کا باعث بنتا۔

۸۔ کُفّار کی لاشوں کا مُثْلَہ (ٹکڑا) نہ کیا جائے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے اولین و آخرین کے شقی ترین انسان ابن ملجم کے لئے حکم دیا تھا کہ اِذَامِتُّ لَا تُمَثِّلُوْا بِہٖ بَعْدِیْ میری موت کے بعد اس کی لاش کا مُثْلَہ (یعنی ٹکڑا) نہ کرنا۔ ایام جاہلیت کے کُفّار اور بُت پرست مسلمان مقتولین کی نسبت بھی اس حکم کو اپنے لئے قابل عمل سمجھتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب جنگِ اُحُد میں مسلمانوں نے فرار اختیار کیا تو ابوسفیان شہدائے اُحُد میں سے جناب حمزہ علیہ السلام کی لاش کے پاس آیا۔ اپنے نیزہ کو ان کے دھان مبارک پر رکھا اور ان کے قتل ہوجانے پر شماتت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ذُقْ یَا شَاقُ یَا عَاقُ۔ اے شاق اور اے عاق اب اس مصیبت کے ذائقہ کو چکھو۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ان کی لاش کا مُثْلَہ کیا گیا۔ ان کی انگلیاں کاٹی دی گئیں اور شکم مبارک کو چیر کر کلیجہ باہر نکال

Preseneted by Ziaraat.com

لیا گیا ہے تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیروکارو تمہارے مقتولین میں سے جن کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا ہے۔ وَاللّٰہِ مَا اَمَرْتُ بِھٰذَا وَلَا وَضِیْتُ بِہٖ۔ خدا کی قسم! میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی میں اس فعل قبیح سے راضی ہوں۔ لیکن اس فرزند زنا اور ابوسفیان کے خبیث نے پالک بیٹے ابوسفیان نے جو ظلم کیا وہ مثلہ کرنے سے زیادہ بدتر تھا۔ اس نے عمر بن سعد کے نام خط میں یوں تحریر کیا۔

اِذَا قَتَلْتَ حُسَیْنًا فَاَوْطِیءِ الْخَیْلَ ظَھْرَہٗ وَصَدْرَہٗ وَلَسْتُ اَرٰی اَنَّہٗ یَضُرُّ بَعْدَ الْمَوْتِ شَیْئًا لٰکِنْ عَلٰی قَوْلٍ قُلْتُ اِذَا قَتَلْتُہٗ فَعَلْتُ ذَالِکَ۔

یعنی حسین (علیہ السلام) کو قتل کرنے کے بعد ان کی پشت اور سینہ پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مرنے کے بعد اس عمل سے ان کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن چونکہ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ ان کے قتل کے بعد ایسا کیا جائے گا اس لئے ان کے قتل کے بعد اس پر ضرور عمل کرانا چاہتا ہوں۔

۹۔ جب کفار کی عورتیں اسیر ہوجائیں تو انہیں ان کے وارثوں اور متعلقین کے کٹے ہوئے سروں کے پاس سے نہ گزرا جائے۔ جس وقت جناب صفیہ کو قید کرکے یہودی مقتولین کے کٹے ہوئے سروں کے نزدیک

Preseneted by Ziaraat.com

لے جایا گیا تو اس منظر کو دیکھ کر جناب صفیہ لرزہ براندام ہو گئیں لیکن جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ نے اس پر حضرت بلالؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا لیکن آلِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسیروں پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ اس سے بدرجہا عظیم تر تھی۔ انہیں قیدی بنا کر قتل گاہ میں ان کے وارثوں کی لاشوں کے درمیان سے گزارا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے وارثوں کے قاتلوں نے ایک مہینے سے زیادہ تک شہیدوں کے سروں کو ان کے روبرو رکھا۔

۱۰۔ اگر کافروں کی اسیر ہو جانے والی عورتیں سرداروں اور بادشاہوں کے خاندان سے ہوں تو انہیں فروخت کے لئے بازاروں میں نہ لایا جائے۔ اور دیگر کافر عورتوں کی مانند ملاء عام میں ان کا چہرہ ظاہر نہ کیا جائے۔ یہاں امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّہٗ اِذْ جَاءَ بِسَبَایَانَا اِلَی الشَّامِ مُکَشَّفَاتِ الْوُجُوْہِ قَالَ اَھْلُ الشَّامِ مَا رَاَیْنَا سَبَایَا اَحْسَنَ وَجْھًا مِنْ ھٰذِہِ السَّبَایَا۔

"جب ہم اسیروں کو بے حجاب شام میں لایا گیا تو اہلِ شام نے کہا ہم نے ان سے نورانی چہرے کے اسیر آج تک نہ دیکھے تھے"۔ مجلسِ یزید میں ایک شامی کا یہ کہنا کہ ھَبْ لِیْ ھٰذِہِ الْجَارِیَۃَ۔ اے امیر یہ کنیز مجھے

Preseneted by Ziaraat.com

دے دے، شیعوں کے دلوں کو تڑپانے کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ مصیبت کنیزوں کو بازار میں فروخت کرنے سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔

اَمر بالمعروف و نھی اَز مُنکر

فروعات دین کے اس باب میں آپ پر کچھ ایسی خاص ذمہ داری عائد تھی جس کی ادائیگی پر آپ کے علاوہ کوئی اور مُکلّف نہ تھا۔ آپ پر یہ تکلیف اس لئے عائد تھی کہ آپ اس کے نقصانات اور ضرر رساں پہلوؤں سے سب سے بہتر واقف تھے۔ آپ نے اس ذمہ داری کو اس وقت بھی ادا کیا جب سر اقدس تن اطہر سے جدا کیا جا رہا تھا یعنی آپ نے قاتل کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر اسے نصیحت کی۔ اس طرح قتل کے بعد سر اطہر نے راہب کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

مستحب عبادات، جیسے پانی پلانا اور اسکا ثواب

ظاہری طور پر پانی کا پلانا مستحب ہے لیکن اگر کافر پیاسا ہو یا حیوانات تشنہ ہوں تو ان کو پانی پلانا واجب ہے۔ یہی وہ اجر ہے جسے روز قیامت سب سے پہلے عطا کیا جائے گا۔ سید الشہداءؑ جب بھی کسی کو پیاسا دیکھتے تو فوراً پانی کا اہتمام کرتے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے دشمنوں اور ان کے جانوروں کو بنفسِ نفیس پانی پلایا۔ تاریخ نے اس واقعہ کو بھی رقم کیا جب آپ نے ذوالجناح کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اِشْرِبْ وَاَنَا اَشْرَبُ

Preseneted by Ziaraat.com

"اے رہوار پانی پی کر اپنی پیاس بجھا کہ میں بھی پانی پی لیتا ہوں"۔ کربلا میں سید الشہداءؑ نے ہر پیاسے کو پانی پلانے کی بھرپور کوشش کی۔ اپنے دست مبارک سے کنواں کھودا۔ کبھی پانی کے لئے اشقیاء کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا اور کبھی اپنی زبان سے طلب آب کیا۔ دشمنوں سے پانی کی معمولی مقدار بلکہ ایک بوند پانی تک کا سوال کیا گیا لیکن وہ بھی نہ دیا گیا۔

کھانا کھلانے کی عبادت

سورۂ بلد میں قرآن مجید میں خدا ارشاد فرماتا ہے۔

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ۔

"یا بھوک کے دن رشتہ دار یا یتیم یا نادار محتاج کو کھانا کھلانا"۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہے کہ خداوندِ عالم نے مذکورہ آیت میں اِطْعَام کے صلے میں ایک عذاب کو کم کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن حسین علیہ السلام کو روزِ عاشورہ ان امور سے بھی محروم رکھا گیا کیونکہ اس دن آپ کے پینے کے لئے پانی نہ تھا اور نہ کھانے کے لئے غذا۔ اس امر کی صداقت پر جناب سید سجّاد علیہ السلام کا یہ قول گواہ ہے جہاں آپ فرماتے ہیں۔

قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَائِعًا ، قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

Preseneted by Ziaraat.com

عطشاناً۔

یعنی فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھوکا قتل کیا گیا۔ فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیاسا قتل کیا گیا لیکن چونکہ پیاس کی شدت ناقابلِ تصور تھی اس لئے بار بار اس کا سوال کیا گیا لیکن کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی کھانا مانگا ہو کیونکہ کھانا مانگنا شرفاء کے لئے باعثِ ذلت ہے بلکہ اگر کبھی کھانا دیا بھی جائے تو اسے قبول نہیں کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب اہلِ کوفہ اہلِ بیتؑ کے اطفال کو خرما اور اخروٹ دے رہے تھے تو مخدومۂ مکرمہ جناب اُمّ کلثومؑ پکار پکار کر کہہ رہی تھیں۔ یا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ اِنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیْنَا حَرَامٌ "اے کوفہ والو ہم اہلِ بیتِ رسولؐ پر صدقہ حرام ہے"۔ جناب اُمّ کلثومؑ اور آپ کی ہمشیرہ جناب زینب خاتونؑ ان دی گئی اشیاء کو بچوں سے لے کر ان کی طرف واپس کر رہی تھیں کیونکہ اس حالت میں غذا کا پیش کرنا اور وہ بھی صدقہ کی شکل میں ذلت وتوہین کا باعث تھا اور ہر ایسی شے ان کے لئے حرام تھی۔

باب سلوک و مہربانی

والد کے لئے مستحب ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرے۔ خاص طور سے بیٹی کے ساتھ شفقت اور نیکی کرنا باعث

Preseneted by Ziaraat.com

فضیلت ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے اس امر پر بہترین طریقہ سے عمل کیا۔ آپ اپنی چھوٹی بیٹی سکینہؑ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اسے دلاسا دیتے اور خوش رکھتے تھے۔ کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے تھے۔

دفعِ ظلم اور مظلوم کی مدد

یہ دونوں امور مستحباتِ دین میں شامل ہیں۔ آپ نے ان دونوں مستحبات کو جس انداز میں ادا کیا وہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہ تھا۔ عصرِ عاشور جب اشقیاء نے اہلِ حرم کے خیموں کو گھیر لیا تو آپ نے دفعِ ظلم کے لئے انہیں مخاطب کرکے فرمایا۔ اُقْصُدُوْنِیْ بِنَفْسِیْ یعنی اے گروہِ اشقیاء اہلِ حرم کو نہ لوٹو اور اس کے بجائے مجھے اپنی تلواروں اور تیروں کی زد پر رکھو۔ لیکن جہاں تک مظلوم کی مدد کا تعلق ہے آپ نے یوم عاشور اپنے بہتر جاں نثاروں کی فریاد رسی کی۔ کربلا کا ہر شہید جب زخمی ہو کر گر پڑتا تو آپ کو اپنی مدد کے لئے پکارتا تھا اور آپ فوراً ہی زخمی ہونے والے کی بالین پر پہنچ جاتے۔ امامؑ جن افراد کی نصرت کو پہنچے ان میں سے چند ایک جاں نثاروں کا تعلق اہلِ بیتؑ سے تھا لیکن ان میں سے بعض کی نصرت امامؑ پر بے حد گراں تھی جن میں ان کے بھتیجے حضرت قاسم علیہ السلام شامل تھے۔ یہی وجہ تھی آپ فرماتے ہیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

عَزَّوَاللہِ عَلیٰ عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوہ فَلَا یُجِیْبَکَ اَوْ یُجِیْبَکَ فَلَا یَنْفَعُکَ۔

"خدا کی قسم تیرے چچا پر وہ وقت کتنا سنگین ہے جب تو اسے مدد کے لئے پکارے اور وہ تیری مدد نہ کر سکے"۔ یا یہ کہ اس کی مدد تیرے کام نہ آسکے۔ انشاءَ اللہ اس واقعہ کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔

مؤمن کو خوش کرنا اور زیارتِ مومن

روایات کے مطابق ان دونوں کا تعلق افضل اعمال سے ہے۔ امام نے روزِ عاشور مؤمنین و مؤمنات کے دل کو بہلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزشت نہ کیا۔ کبھی تسلّی دیتے، کبھی محبت و شفقت فرماتے اور کبھی انہیں امر بہ صبر کرتے۔ لیکن چونکہ کربلا، بنیادی طور پر کرب وبلا کی سرزمین ہے اور یوم عاشورہ بھی بنیادی طور پر غم واندوہ کا دن ہے، اس لئے ان کے دل مسرور نہ ہو سکے۔ لیکن جہاں تک زیارتِ مومن کا تعلق ہے، امام نے مختلف طریقوں سے اس کا حق ادا کر دیا۔

بیمار کی عیادت

روایات میں مومن کی عیادت کو پروردگار کی عیادت کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ امامؑ نے اس امر کا حق اس طرح ادا کیا کہ کربلا میں جب

Preseneted by Ziaraat.com

جاں نثار زخمی ہوکر آپ کو مدد کے لئے پکارتے تو آپ فوراً ان کی دادرسی کرتے اور ان کے سرہانے پہنچتے' ان کی عیادت کرتے اور پاس بیٹھ کر تسلی و تشفی دیتے۔ ان میں ایک حبشی غلام اور دوسرا ترک غلام بھی شامل تھا جنہوں نے آپ کی نصرت میں جان دیں لیکن جس وقت آپ ان کے سرہانے پہنچے ان کی روح عالمِ بالا کی طرف پرواز کرچکی تھی۔ جن پکارنے والوں کی زندگی میں آپ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے ان میں آپ کا نوجوان بیٹا علی اکبرؑ بھی شامل تھا۔ جس نے باپ کے احترام کے پیش نظر انہیں مدد کے لئے نہیں پکارا۔ بلکہ صرف سلام کرنے پر اکتفا کیا۔ باپ کو بخوبی علم تھا کہ وہ اپنے نوجوان کو زندہ نہ دیکھ سکے گا۔ اور یہی ہوا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر پہنچ کر آواز دی۔ یَابُنَیَّ قَتَلُوکَ بیٹے تجھے ظالموں نے قتل کردیا۔ آپ نے عیادت کی ایک اور مثال اس وقت قائم کی جب رخصت آخر سے پہلے بیمار بیٹے جناب سجادؑ کے سرہانے پہنچے۔ یہی آپ کی آخری عیادت تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل کو باب شہادت کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

تلاوت' ذکر اور دعا

حضرت حسین علیہ السلام گرچہ خود قرآنِ ناطق تھے لیکن روز و شب مسلسل تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے باوجود شوق کا عالم یہ تھا

Preseneted by Ziaraat.com

کہ قوم اشقیاء سے تلاوت قرآن اور دیگر امور کی ادائیگی کے لیے شب عاشور کی مہلت مانگی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عاشورا کی رات آپ کی تلاوت اور مناجات کو سن کر عمر بن سعد کے لشکر سے تیس سپاہی ضلالت و گمراہی کی راہ ترک کر کے لشکرِ حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ جنہوں نے بعد میں آپ ہی کے قدموں میں جان دی۔ سید الشہداءؑ نے روزِ عاشور متعدد مواقع پر قرآن کی تلاوت کی۔ آپ نے اس وقت بھی قرآن کی تلاوت کی جب نوجوان بیٹے نے شہادت کی اجازت طلب کی تھی۔ جس وقت سرِ انور کو نیزے پر بلند کیا گیا اس وقت بھی لوگوں نے اس سر کو سورۃ مبارک کہف کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ جہاں تک اذکار کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عصر تاسوعا سے لے کر عصر عاشورا تک، جگر گوشۂ سرورِ کونینؐ کا ہر عمل، ہر قول اور ہر حرکت ذکرِ خدا اور ایفاءِ عہد و میثاق پر مبنی تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے امانت کو اس کے اہل کے سپرد کر دیا۔ اگرچہ مصیبت کے اس موقع پر زندگی کی ہر ضرورت حتیٰ کہ آب و غذا تک سے محروم تھے اور پیاس کی شدّت سے زبان مبارک خشک ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود ذکرِ خداوندِ رحمٰن میں مسلسل رطبُ اللّسان تھے۔

جہاں تک دعا کا تعلق ہے اس کے لئے شبِ عاشور مہلت مانگی اور اول شب سے لے کر صبحِ عاشور تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ لیکن جب صبح کے آثار نمودار ہوتے تو یہ دعا پڑھی۔

Preseneted by Ziaraat.com

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ كُلِّ كَرْبٍ وَّرَجَائِیْ فِیْ كُلِّ شِدَّةٍ وَاَنْتَ لِیْ فِیْ كُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِیْ ثِقَةٌ وَّعُدَّةٌ كَمْ مِّنْ كَرْبٍ يَضْعُفُ مِنْهُ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِيْهِ الْحِيْلَةُ وَيَخْذُلُ فِيْهِ الصَّدِيْقُ وَيَشْمَتُ فِيْهِ الْعَدُوُّ وَاَنْزَلْتُهٗ بِكَ وَشَكَوْتُهٗ اِلَيْكَ رَغْبَةً مِّنِّیْ اِلَيْكَ عَمَّنْ سِوَاكَ فَفَرَّجْتَهٗ وَكَشَفْتَهٗ فَاَنْتَ وَلِیُّ كُلِّ نِعْمَةٍ وَّصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَّمُنْتَهٰى كُلِّ رَغْبَةٍ۔

"پروردگار تو ہر مصیبت میں میرے لئے جائے پناہ ہے اور ہر شدت وسختی میں میرے لئے باعثِ امید' ہر پیش آنے والے امر میں تو ہی میرے لئے دادرس ہے۔ میں تجھ ہی میں پناہ حاصل کرتا ہوں۔ ایسی کتنی مصیبتیں اور بلائیں ہیں جن کے مدِمقابل قلب کمزور ہے جس کے لئے کوئی چارہ نہیں ملتا۔ جن میں دوست مدد سے بے بس ہیں اور دشمن شماتت کرتے ہیں۔ میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں اور تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں اس چاہت کے سبب جو تجھ سے ہے۔ تیرے بغیر میرے لئے نجات نہیں۔ تو ہی نے مجھ سے ہر مصیبت کو دور کیا ہے۔ تو ہر نعمت کا ولی اور کل نیکیوں کا مالک اور ہر چاہت کی انتہا ہے"۔

جب آپ زمین گرم کربلا پر پڑے تھے اس وقت اس دُعا کی تلاوت فرمارہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ مُتَعَالِ الْمَكَانِ...... اِنَّا عِتْرَةُ

Preseneted by Ziaraat.com

نَبِیِّکَ وَوَلَدُ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

دعا اور اس کا مکمل ترجمہ باب نماز میں درج کیا جا چکا ہے۔

عباداتِ قلبیہ و صفاتِ حمیدہ

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روزِ عاشورا اپنے کردار سے بہترین مثالیں قائم کیں۔ اس لئے ہم سب سے پہلے ان کی سیرت و کردار کے ان نمونوں کو پیش کریں گے جو خداوند عالم کی طرف سے اپنے انبیاء و رُسل کے لئے مخصوص ہیں۔ روایات میں ان صفات کریمہ کی تعداد بارہ بتائی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ یقین

حسین بن علی علیہ السلام یقین کی بلند منزل پر فائز تھے۔ حقیقت میں یقین کا تقاضا یہ ہے کہ نفس کو دنیا کی لذات اور شہوات سے کوئی دلچسپی نہ رہے۔ سید الشہداءؑ نے مدینے سے کربلا تک سفر کے دوران اپنے دوستوں کو جو خطوط تحریر کئے ان میں سے ایک خط اپنے بھائی اور خاندان بنی ہاشم کے دوسرے افراد کے نام تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلٰی اَخِیْہِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَمَنْ قِبَلَہٗ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ اَمَّا بَعْدُ فَكَاَنَّ الدُّنْیَا لَمْ تَكُنْ وَالْاٰخِرَةَ

Preseneted by Ziaraat.com

لَمْ تَزَلْ ۔ "یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے اپنے بھائی محمد بن علی (حنفیہ) اور بنی ہاشم کے دیگر افراد کے نام۔ بہ تحقیق کہ یہ دنیا ایسی ہے جیسی کہ نہ تھی، جبکہ آخرت کو زوال نہیں"۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کا دنیا کو عدم اور غیر موجود قرار دینا گویا اس بات کا اظہار ہے کہ آپ کا دل دنیا کی محبت سے خالی تھا۔

۲۔ رضا بہ قضا

یہ وہ صفت ہے جو آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آپ مکۂ معظمہ چھوڑتے وقت فرما رہے تھے۔

كَأَنِّيْ بِأَوْصَالِيْ تَتَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَيْنَ النَّوَاوِيْسِ وَكَرْبَلَا ، رِضَى اللّٰهِ رِضَانَا أَهْلَ الْبَيْتِ۔

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان جنگل کے بھیڑیے میرے بدن کے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ پس خدا جس چیز سے راضی ہے اس سے ہم اہل بیت" بھی راضی ہیں"۔ حسین علیہ السلام اس امر پر راضی تھے کہ راہِ خوشنودیٔ حق میں بدن کے اعضاء الگ الگ کردیئے جائیں۔ جسم مبارک زخموں کی کثرت سے چور ہو اور بدن کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے کردی جائیں۔

Preseneted by Ziaraat.com

۳۔ سخاوت

حسینؑ علیہ السلام روزِ عاشورا سخاوت کے اس معراج پر تھے جہاں آپ نے نہ صرف جان و مال بلکہ اپنی پوری ہستی کو راہ خدا میں قربان کر دیا۔

۴۔ شجاعت

سیدالشہداءؑ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شجاعت کے وارث تھے۔ روایات بتلاتی ہیں کہ آپ نے روز عاشورا ایسی بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا جو لوگوں کے لئے ضرب المثل بن گئی۔ ہم دوسرے افراد کی طرح یہ نہیں کہتے کہ آپ اپنے والد بزرگوار جناب حیدرِ کرارؑ سے زیادہ شجاع تھے بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار اور دیگر شجاعانِ روزگار کو کوئی ایسی جنگ درپیش نہ آئی جہاں ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا جاتا۔ عبداللہ بن عمار فرماتے ہیں۔

مَارَأَيْتُ مَكْثُوراً قَطُّ قَدْ قُتِلَ وُلْدُهُ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابُهٗ اَرْبَطَ جَاشاً مِنْهُ

"میں نے کبھی ان سے زیادہ کسی ایسے مغلوب اور تنہا کو نہیں دیکھا جس کی اولاد، اہلِ بیتؑ اور ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا ہو۔ باوجود اس کے وہ اس قدر دلیر اور باوقار ہو"۔ تاریخ نے لکھا کہ اشقیاء کی تعداد تیس ہزار

Preseneted by Ziaraat.com

سے زیادہ تھی۔ لیکن جب حسین علیہ السلام نے حملہ کیا تو دشمن کی فوج ٹڈیوں کی مانند پسپا ہو کر بکھر گئی۔ اگرچہ فوج کے فرار اور پسپائی میں آپ کی ہیبت و صولت کا بھی دخل تھا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ تیس ہزار سے زیادہ کی فوج پر تن تنہا حملہ کرنا آپ کے کمال شجاعت پر دلیل ہے۔

۵۔ حضرت حسین علیہ السلام کا وقار و اطمینان

روز عاشورا آپ وقار و اطمینان کی تصویر تھے۔ روایت کے الفاظ میں کُلَّمَا اشْتَدَّ الْاَمْرُ عَلَیْہِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ کَانَ یَکْثُرُ وَقَارُہٗ وَیَزِیْدُ اطْمِیْنَانُہٗ وَیُشْرِقُ لَوْنُہٗ ۔ "روزِ عاشورا آپ کی مصیبت جیسے جیسے بڑھتی جاتی اسی طرح آپ کے وقار و حکمت میں اضافہ ہوتا رہتا اور چہرے کی تابندگی بڑھتی رہتی۔

۶۔ آپ کی رِقّتِ قلب

آپ مزاجاً "رقیقُ القلب" تھے۔ اپنے اصحاب کی مشکلات و مصائب کو دیکھ کر دل تڑپ اٹھتا اور ان کو درپیش مصائب و مشکلات کے حل کے لئے انتہائی کوشش کرتے لیکن کربلا میں خود آپ پر جو مصائب وارد ہوئے ہیں وہ خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہیں۔ جس انسان کے رقت قلب کا یہ عالم ہو اس وقت اس کی کیفیت کیا ہوگی جب وہ اپنے بھتیجے کو میدانِ کارزار کی طرف جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب آپ نے اپنے یتیم،

Preseneted by Ziaraat.com

مصیبت زدہ اور پیارے بھتیجے کو مائل بہ جنگ دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوئی اور اتنا روئے کہ نزدیک تھا کہ غش کر جائیں اب آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے انسان کی اس وقت کیا حالت ہوئی ہو گی جب اس نے دیکھا کہ بھتیجے کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے۔

۷۔ حِلمِ حسینی

آپ کے مقام حلم کو ظاہر کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نے تیر و شمشیر کے زخم پر زخم کھائے اور عظیم مصیبتوں کے باوجود ظالموں کے لئے بددعا نہ کی لیکن جب آپ پر زبان کے ایسے زخم لگائے گئے جو تیر و شمشیر کے زخموں سے زیادہ کاری تھے تو آپ کا مزاج متغیر ہو گیا اور اس وقت آپ نے ان کے لئے بددعا کی۔ مالک بن یسر ان اشقیاء میں سے ایک تھا جس نے امام کو تلوار سے زخمی کیا لیکن امامؑ نے اسے بددعا نہ دی لیکن جب اس نے ناسزا کہا تو اس پر نفرین کی۔ امامؑ کا یہ عمل حلم سے متصادم نہیں کیونکہ تذلیل برداشت کرنا حلم نہیں بلکہ ذلتِ نفس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا۔ اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِّنْ رُکُوْبِ الْعَارِ "شربتِ مرگ کا پینا ذلت و عار برداشت کرنے سے زیادہ بہتر ہے"۔

۸۔ حُسنِ خُلق سید الشہداء علیہ السلام

اگرچہ آپ زندگی بھر حسنِ خلق کے لئے مشہور تھے لیکن شبِ عاشورا

Preseneted by Ziaraat.com

اور روزِ عاشورا میں آپ نے حُسنِ اخلاق کے جو نمونے دکھلائے وہ انہی سے مخصوص ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اختیار ہوش وحواس کے تمام اسباب مہیا تھے، مگر اس کے باوجود آپ نے اصحاب، اہل وعیال، خدمت گزاروں، غلاموں اور کنیزوں سے جو بہترین سلوک کیا وہ ہر صاحبِ چشمِ بصیرت کے لئے باعثِ تعجب ہے۔ ان حالات میں سب کے لئے پانی مہیا کرنا اور جنات کو اپنی نصرت سے روکنا عجیب واقعات ہیں لیکن ان سب سے زیادہ قابل تعجب وہ واقعہ ہے جب شمرلعین گفتگو کے لئے جناب سید الشہداء علیہ السلام کے پاس آیا۔ اصحاب میں سے کسی نے چاہا کہ اسے تیر سے ہلاک کردے تو آپ نے فرمایا۔

لَا تَرْمِہٖ فَاِنِّیْ لَا اَبْدَأُ بِالْقِتَالِ۔ "خبردار تیر نہ چلانا کہ میں از خود جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔"

۹۔ غیرتِ حُسینیہ

اس موضوع پر آپ کے نفس اور اہل وعیال کی نسبت سے اشارہ کیا جائے گا۔ اشرفِ مخلوقات کے اس نورِ چشم نے اشقیاء پر حملوں کے وقت نظم اور نثر میں جو مطالب ارشاد فرمائے وہ آپ کی غیرت نفس پر دلیل ہیں۔ لیکن روزِ عاشورا کی وہ کیفیت قلب مومن کو پگھلانے کے لئے کافی ہے جب آپ صالح بن وہب ملعون کی ایک ضرب سے داہنے پہلو پر

Preseneted by Ziaraat.com

گھوڑے سے زمین پر گر پڑے مگر جب شماتتِ اعدا اور اہل و عیال کا خیال
آیا تو دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن جسم مبارک پر زخموں کی شدت کی بناء
پر پھر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں اشقیاء نے چاروں طرف سے گھیر لیا
اور تیروں اور تلواروں کے اتنے زخم لگائے کہ زمین کربلا پر بیٹھا بھی نہ
گیا۔ اس خیال سے کہ دشمن انہیں خاک پر پڑا دیکھ کر شماتت نہ کریں۔
بار بار اٹھتے تھے اور پھر گر پڑتے تھے لیکن اہل و عیال کی نسبت غیرت کا یہ
عالم تھا کہ انہیں محفوظ رکھنے کے لئے خیموں کے اطراف خندق کھدوا کر
اس میں آگ روشن کی۔ جس وقت آپ زخموں سے چور ہو کر زمین کربلا پر
پڑے تھے اور اعدا خیموں کا رخ کر رہے تھے تو کئی مرتبہ پکار کر کہا اے
اشقیاء ابھی حسینؑ زندہ ہے اور تم خیموں کو لوٹ رہے ہو! علاوہ ازیں
جب آپ نے حملہ آخر کیا اور فوجیں تتر بتر ہو کر دریا پر سے ہٹ گئیں تو
آپ نے مٹھی میں پانی لیا اور دہان اقدس کے نزدیک لے گئے مگر جب
کسی شقی کی یہ آواز آئی کہ اب خیموں کو لوٹ لو تو شدت تشنگی کے باوجود
پانی کو زمین پر گرا کر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے۔

۱۰۔ قناعتِ حسینیہ

حسین بن علیؑ نے قناعت کی مثال قائم کر کے اہلِ دنیا پر حجت تمام
کر دی۔ اہل و عیال کو ساتھ لے کر وطن کو ترک کیا۔ قناعت کی حد یہ تھی

Preseneted by Ziaraat.com

کہ اپنا تمام مال و متاع راہ حق میں نثار کر دیا اور وقت آخر صرف ایک بوسیدہ قمیص پر قناعت کی جس میں نہ کوئی کشش تھی اور نہ ہی قیمت۔

۱۱۔ صبرِ حسینؑ

یہ صفت آئمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کی بنیاد ہے جس کی بنا پر خداوند عالم نے ان کے لئے اجر قرار دیا ہے۔ رب جلیل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا۔ (سورۂ سجدہ۔ آیت ۲۴، سورۂ دہر۔ آیت ۱۲)

"اور ہم نے ان کو امام قرار دیا جو ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ جب انہوں نے صبر کیا تو ان کے صبر کے بدلے (بہشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک) عطا فرمائے گا"۔ مجمع الاخوان میں سندِ معتبر سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں شبِ معراج حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر یہ وحی نازل کی۔

إِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُكَ بِثَلَاثٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ صَبْرُكَ۔

"بہ تحقیق کہ خداوند عالم تین چیزوں سے تمہاری آزمائش کرے گا تاکہ تمہارے صبر کی انتہا کا اندازہ ہو۔

فَقَالَ أُسَلِّمُ أَمْرَكَ وَلَا قُوَّةَ لِيْ عَلَى الصَّبْرِ إِلَّا بِكَ۔

Preseneted by Ziaraat.com

"اس نے عرض کیا پروردگار تیرے امر پر سر تسلیم خم ہے لیکن مجھے صبر پر طاقت نہیں مگر تیرے سبب اور توفیق سے"۔

فَاُوحِیَ اَنَّہٗ لَابُدَّ اَنْ تُؤْثِرَ فُقَرَاءَ اُمَّتِکَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

"پھر خداوند عالم نے وحی کی کہ اپنی امت کے فقراء کی راحت و آرام کو اپنے نفس پر ترجیح دینا ہو گا"۔ پیغمبرؐ نے جواب دیا۔

اُسَلِّمُ ذَالِکَ وَاَصْبِرُ "پروردگار تیرا امر تسلیم۔ میں اس پر صبر کروں گا"۔ فرمایا۔ وَلَا بُدَّ اَنْ تَتَحَمَّلَ الْاَذٰی وَالتَّکْذِیْبَ۔ "تجھے کفار کی اذیت و تکذیب کا سامنا کرنا ہو گا اور صبر و تحمل کرنا پڑے گا"۔ عرض کی۔ اُسَلِّمُ وَاَصْبِرُ۔ "مجھے منظور ہے میں صبر کروں گا"۔ فرمایا۔

وَلَا بُدَّ اَنْ تسلمَ لِما یُصِیْبُ اهلَ بیتِکَ فَاَمّا اَخُوکَ فَیُغْصَبُ حَقُّہٗ وَیُظْلَمُ وَیُقْهَرُ۔ "اپنے اہل بیتؑ پر مصائب کو برداشت کرنا ہو گا۔ تیرے بھائی کے حق کو غصب کیا جائے گا۔ اس پر ظلم و تعدّی روا رکھی جائے گی"۔

وَاَمَّا بِنْتُکَ فَتُظْلَمُ وَتُحْرَمُ وَتُؤْخَذُ وَتُضْرَبُ وَهِیَ حَامِلٌ وَیُدْخَلُ عَلٰی حَرِیْمِهَا بِغَیْرِ اِذْنٍ۔

"تیری بیٹی پر ظلم کیا جائے گا۔ اس کا حق چھینا جائے گا اور اس پر مارا جائے گا جبکہ وہ حاملہ ہو گی۔ ظالم ان کے گھر میں بغیر اجازت داخل

Preseneted by Ziaraat.com

ہو جائیں گے؟

وَاَمَّا وَلَدَاکَ فَیُقْتَلُ اَحَدُھُمَا غَدْراً وَیُسْلَبُ وَیُطْعَنُ وَالْاٰخَرُ تَدْعُوْہُ اُمَّتُکَ ثُمَّ یَقْتُلُوْہُ صَبْرًا وَیَقْتُلُوْنَ وَلَدَہٗ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَسْلُبُوْنَ حُرْمَتَہٗ۔

"تیرے دو فرزندوں میں سے ایک کو دھوکہ وفریب سے قتل کردیا جائے گا۔ اُسے لوٹ لیا جائے گا جبکہ دوسرے کو تیری امت اپنی طرف بلائے گی۔ پھر اسے اور اس کی اولاد کو گھیر کر قتل کردے گی۔ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ بھی قتل کردیئے جائیں گے۔ اس کے اہلِ بیتؑ کو لوٹ لیا جائے گا"۔ جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ فَقَالَ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُسَلِّمُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاَسْئَلُہُ الصَّبْرَ۔ "ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ پروردگار تیرا امر تسلیم۔ میں اس پر صبر کی دعا کرتا ہوں"۔

اب مؤلف کہتا ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان تمام پر صبر کیا لیکن جب حسین علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ گریہ کو ضبط نہ کرسکے۔ یہاں گریہ صبر سے متصادم نہیں بلکہ محبت اور رقتِ قلب پر دلیل ہے۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی یا اپنے اہلِ بیتؑ کی مصیبتوں پر روئے ہوں۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ جب بھی حسین علیہ السلام کا خیال آتا یا آپ انہیں دیکھتے تو گریہ غالب آجاتا۔

Preseneted by Ziaraat.com

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ حسینؑ کو تھام لو۔ اس کے بعد حسین علیہ السلام کے گلوئے مبارک پر بوسہ دیتے اور گریہ فرماتے۔ جب کسی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ میں ان مقامات پر بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلوار سے اذیت پہنچائی جائے گی۔

صرف یہی نہیں بلکہ جب بھی بڑے نواسے کو خوش یا محزون دیکھتے تو گریہ فرماتے۔ جب آپ نئے کپڑے زیب تن کرتے تب بھی گریہ کرتے۔ اس پر حضرت علی وفاطمہ وحسن سلام اللہ علیہم بھی رونے لگتے۔ بہ تحقیق کہ جب سید الشہداءؑ رخصت آخر کے لئے حرم سرا میں داخل ہوئے تو اپنے اہلِ بیتؑ کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا میرے بعد اپنے گریبان کو چاک نہ کرنا۔ اپنا سر اور منہ نہ پیٹنا اور بددعا نہ کرنا۔ پھر فرمانے لگے میں رونے سے منع نہیں کرتا۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا جب اپنی چہیتی بچی سے فرمایا۔ "بچی نہ رو کہ تیرے رونے سے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔"

لَا تُحْرِقِیْ قَلْبِیْ بِدَمْعِکِ حَسْرَۃً ⁙ مَادَامَ مِنِّی الرُّوْحُ فِیْ جُثْمَانِیْ ⁙

فَاِذَا قُتِلْتُ فَاَنْتِ اَوْلٰی بِالَّذِیْ ⁙ تَاْتِیْنَہٗ یَا خِیْرَۃَ النِّسْوَانِ ⁙

Preseneted by Ziaraat.com

"بیٹی سکینہ جب تک میرے جسم میں روح باقی ہے اس وقت تک اپنے اشک حسرت سے میرے دل کو نہ تڑپاؤ۔ لئے عورتوں میں بہترین جب مجھے قتل کر دیا جائے اس کے بعد مجھ پر رونا زیادہ بہتر ہو"۔ لیکن سید الشہداءؑ کے صبر پر عقل بھی حیران ہے۔ روایت کے الفاظ کے مطابق وَلَقَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلٰٓئِكَةُ السَّمٰوٰتِ۔ "آپ کے صبر پر آسمان کے ملائکہ کو بھی تعجب ہوا"۔ اور اگر ان کے صبر کے مقام کو جاننا چاہو تو اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا بدن مبارک کربلا کی جلتی ریت پر پڑا تھا۔ بدن اطہر بے شمار تیروں سے پارہ پارہ تھا۔ ضرب ہائے اعدا سے سر انور شق ہو چکا تھا۔ جبینِ مبارک شکست اور سینۂ اطہر تیرہائے سہ شعبہ سے فگار تھا۔ ایک تیر حلقوم پر اور ایک تیر گلوئے زیبا پر پیوست تھا شدت تشنگی سے زبان مجروح، جگر سوزاں اور گوہر صفت ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ چاروں طرف شہیدوں کی بکھری ہوئی لاشیں دیکھ کر کلیجے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ بچوں اور مخدراتِ عصمت کے رونے کی آوازوں سے دل پریشان تھا۔ زرعہ بن شریک کی ضرب سے ایک ہاتھ کٹ چکا تھا۔ پہلوئے مبارک میں نیزہ پیوست تھا۔ سرِ انور اور محاسنِ مطہرؑ خون سے خضاب تھے۔ ایک طرف سے اعدا کی شماتت اور ناسزا گوئی اور دوسری طرف اہل وعیال کے نالہ و فریاد کی صدا آرہی تھی۔ جب آنکھیں کھولتے تو شہیدوں کے کٹے اوپر رکھی ہوئی لاشوں پر نظر پڑتی تھی۔ ان تمام مصائب پر نہ آہ بھرتے اور

Preseneted by Ziaraat.com

نہ آنکھوں سے اشک جاری ہوئے بلکہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس طرح مصروفِ مناجات تھے:۔ صَبْرًا عَلٰی قَضَائِکَ لَا مَعْبُوْدَ سِوَاکَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ۔ "پروردگار میں تیری قضا پر صبر کرتا ہوں نہیں کوئی معبود تیرے سوا اے فریادیوں کے فریاد رس"۔ زیارت کے الفاظ میں وارد ہے۔

وَلَقَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِکَ مَلٰٓئِکَةُ السَّمٰوٰتِ۔ جبکہ جناب سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کُلَّمَا کَانَ یَشْتَدُّ الامْرُ کَانَ یُشْرِقُ لَوْنُہٗ وَتَطْمَئِنُّ جَوَارِحُہٗ فَقَالَ بَعْضُھُم انظُرُوا کَیْفَ لَا یُبَالِیْ بِالْمَوْتِ۔

"جیسے جیسے مصائب شدت اختیار کرتے۔ چہرے مبارک کی تجلی میں اضافہ ہوتا اور اعضاء وجوارح سے اطمینان جھلکتا تھا۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہتے تھے دیکھو اس انسان کو کہ اسے موت کا کوئی خوف نہیں"۔

گریۂ سیدُ الشہداء علیہ السلام

البتہ جہاں تک گریہ کا تعلق ہے سید الشہداءؑ نے کربلا میں چھ مقامات پر گریہ کیا۔ ہوسکتا ہے گریہ کا سبب درج ذیل وجوہات میں سے کوئی ایک ہو۔

Preseneted by Ziaraat.com

ا۔ مصائب اہل بیتؑ پر رونا بنیادی طور پر عبادت میں شامل ہے۔

ب۔ آپ واضح طور پر محسوس کر رہے تھے کہ دین کو خطرہ درپیش ہے اور اگر آپ نے قیام نہ کیا تو دین مٹ جائے گا۔

یہی وجہ زیادہ مستند معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان میں بشری فطرت کے تقاضے موجود تھے۔ انہیں بھوک اور پیاس کا بھی احساس ہوتا تھا جبکہ نازل ہونے والی مصیبتوں پر ان کا دل بھی تڑپتا تھا جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ جب آپ کے فرزند نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا۔

تَحْرِقُ الْقَلْبُ وَتَدْمَعُ الْعَیْنُ وَلَا نَقُوْلُ مَایُسْخِطُ الرَّبَّ۔

"بیٹے کی موت پر قلب جل رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں مگر میں کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے میرا رب ناراض ہو جائے"۔

لیکن سید الشہداء علیہ السلام کے سلسلے میں کاش میں جان سکتا کہ کیا ان حالات میں بھی ان کے لئے ممکن تھا کہ وہ گریہ نہ کریں؟ جبکہ زمین اس وسعت کے باوجود ان پر تنگ کر دی گئی تھی۔ اصحاب و انصار و اولاد سب کو قتل کر دیا گیا تھا اور خود تنہا اپنے اہل و عیال کے ہمراہ خیموں میں محصور ہو چکے تھے۔ سب پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ بچے پیاس کی شدت سے بلک رہے تھے۔ ان میں عورتیں اور بیمار بھی شامل تھے۔ ایسے میں جب پیاس کی شدت اور مصائب کی فراوانی سے جان نکلی جا رہی تھی تو آپ نے

Preseneted by Ziaraat.com

میدان میں نکلنے کا تہیہ کر لیا۔ اہلِ بیتؑ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تَهَيَّئُوا لِلْأَسْرِ "اب اسیری کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ سب کو صبر کی تلقین کی۔ رونے پر تسلیاں دیں اور فرمایا نہ روؤ۔ سب کو خدا حافظ کہہ کر جب خیمے سے نکلنا چاہتے تھے تو آپ کی معصوم بچی فرطِ محبت سے مغلوب ہو کر برہنہ' ننگے پیر پیچھے سے دوڑتی ہوئی آئی اور عبا کے دامن کو پکڑ کر کہنے لگی۔ مَهْلاً مَهْلاً تَوَقَّفْ حَتّٰى اَتَزَوَّدَ مِنْ نَظَرِي اِلَيْكَ فَهٰذَا وِدَاعٌ لَا تَلَاقِيَ بَعْدَهٗ۔

"بابا آہستہ آہستہ' رک رک کر چلیں۔ میں آپ کو جانے سے نہیں روکتی لیکن چاہتی ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں تاکہ میں جی بھر کر اپنے بابا کو دیکھ سکوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے اور اب آپ سے دنیا میں ملاقات نہ ہو سکے گی"۔ امامؑ نے بچی کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔ خاک پر بیٹھ گئے۔ بچی کو گود میں بٹھایا اور بلند آواز سے شدید گریہ کیا۔ آستین سے آنسوؤں کو خشک کر کے فرمایا۔

سَيَطُولُ بَعْدِيْ يَا سَكِيْنَةُ فَاعْلَمِيْ ۞ مِنْكِ الْبُكَاءُ اِذِ الْحِمَامُ دَهَانِيْ ۞

"جانِ پدر سکینہ! یہ جان لو کہ میرے بعد جبکہ تیرے لئے کوئی جائے

Preseneted by Ziaraat.com

بیٹا! باقی دن رہے تو تمہارے رونے کی عزت بہت کمی ہو گی"۔ اب بتائیں وہ کون سی آنکھ ہے جو ان مصائب کا تصور کر کے گریاں نہ ہو۔ یہ وہ پہلی منزل ہے جہاں سید الشہداءؑ نے گریہ کیا۔

صبر کا دوسرا مقام..... دوسری مرتبہ آپ اس وقت روئے جب اپنے بھائی جناب عباس علیہ السلام کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا مشک چھد چکی ہے اور دونوں ہاتھ کٹ کر ایک طرف پڑے ہیں۔ اس وقت آپ نے شدید گریہ کیا۔

تیسرا مقام..... جب جناب قاسمؑ نے میدانِ جنگ کی اجازت چاہی تو بھتیجے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اتنا گریہ کیا کہ قریب تھا کہ غش کر جائیں۔

چوتھا مقام..... جب جناب قاسم علیہ السلام کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا لاش گھوڑوں کے سموں تلے پارہ پارہ ہو چکی ہے۔

پانچواں مقام..... جس وقت آپ کے نور نظر اٹھارہ یا انیس سالہ نوجوان جناب علی اکبر علیہ السلام نے جنگ کا ارادہ کیا تو آنکھوں میں اشک بھر آئے اپنی داڑھی کو ہاتھ میں لے کر خدا سے دعا کی۔

چھٹا مقام صبر..... وقت آخر اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا کو تسلی و تشفی دے رہے تھے تو آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے جاری ہوئے لیکن بعد میں اپنے گریہ کو ضبط کر گئے۔

کسی صاحب قلبِ سلیم کے لئے جس کے دل میں رحم کے احساسات

Preseneted by Ziaraat.com

موجود ہوں، نا ممکن ہے کہ ان واقعات پر گریہ نہ کرے۔ ان تمام مواقع پر سید الشہداءؑ کی جو کیفیت تھی اس میں خاص وجوہات کا دخل تھا۔ جس وقت اپنی چھوٹی بچی سے رخصت ہو رہے تھے۔ جس وقت ایک مشک پانی کی خاطر جہت کرنے والے بھائی کے ہاتھوں کو کٹا ہوا دیکھا۔ جب بھتیجے قاسمؑ نے طلبِ رخصت پر اپنے والدِ گرامی کا ذکر کیا تو اس وقت احساسات کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کا فطری تقاضا تھا کہ گریہ کیا جائے۔

دو عجیب صفات عاشورا کے دن ظاہر ہو گئے

ہم سابقہ باب میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے صفات کردار اور عبادات عامہ پر گفتگو کر رہے تھے جبکہ اس باب میں صرف ان خصوصی صفات کو زیرِ بحث لا رہے ہیں جو روزِ عاشورا صرف سید الشہداء علیہ السلام ہی کا خاصہ تھے۔ ان تمام صفات کو دو عجیب صفات میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں صفات اور ان کی اضداد دونوں یکجا ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو تمام خلقت میں ممتاز مقام حاصل ہوا۔ زیرِ نظر سطور میں ہم ان اوصاف کو ان کے اضداد کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

روزِ عاشور سید الشہداءؑ بعض امور میں بے حد مضطرب و پریشان تھے لیکن جیسے جیسے ان کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوتا جاتا اس طرح قلب

Preseneted by Ziaraat.com

مبارک کو مزید اطمینان حاصل ہوتا اور اعضاء و جوارح پرسکون ہو جاتے۔
اس طرح اگر آپؑ ایک طرف مضطرب تھے تو دوسری طرف صاحب وقار
اور پرسکون بھی۔ جس طرح گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا سید الشہداءؑ
نے متعدد مقامات پر گریہ کیا لیکن اس کے بعد باوجود آپ مقام صبر کی بلند
منزل پر فائز تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے صبر کو دیکھ کر آسمان کے ملائکہ
تک کو تعجب ہوا۔ اسی طرح اگر آپ نے متعدد مقامات پر گریہ کیا تو
دوسری طرف آپ کو کمالِ صبر بھی حاصل تھا۔

آپ کربلا میں دشمنوں کے نرغے میں مکمل طور پر محصور تھے۔ لیکن
قلب مبارک نے کبھی کسی ضعف کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ یعنی ایک
طرف تو آپ عددی اعتبار سے مغلوب تھے لیکن دوسری طرف انتہائی قوی
قلب کے مالک تھے۔ حسین علیہ السلام روزِ عاشور اصحاب و انصار و اولاد
کے قتل کے بعد یکہ و تنہا رہ گئے لیکن اس کے باوجود بھی قاتلوں سے خون
کا بدلہ مانگا یعنی تن تنہا ہونے کے بعد بھی قاتلوں سے انتقام کے طلبگار
تھے۔ تنہا ہونے کے باوجود آپ کے جلال و حشم کا یہ عالم تھا کہ جب آپ
نے دشمنوں پر حملہ کیا تو فوجِ اشقیاء اس طرح منتشر ہو کر بھاگی جس طرح
بھیڑیئے کے حملہ کے وقت بکریوں کا ریوڑ بھاگ نکلتا ہے۔ گویا آپ تنہا
بھی تھے اور صاحبِ لشکر بھی۔ گرچہ جاں کنی کے وقت آپ کے اہل
و عیال آپ کے پاس موجود تھے لیکن اس کے باوجود غریب کہلائے۔ اگرچہ

Preseneted by Ziaraat.com

آپ اتمام حجت کے لئے مدد کے استغاثہ بلند کر رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی کوئی ساتھی "اَدْرِکْنِیْ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ" کی صدا بلند کرتا تو اس کی مدد کو دوڑ پڑتے تھے گویا آپ مدد کے طلبگار بھی تھے اور دوسروں کے مددگار بھی۔ کربلا میں جاں نثاروں نے امام کے قدموں میں اپنی جانیں قربان کردیں لیکن آپ کے شیعہ اور چاہنے والے قیامت تک خود کو آپ کے نام پر قربان کرتے رہیں گے یا یوں کہہ لیجئے کہ حسین علیہ السلام نے کربلا میں قوم کی ہدایت و نجات کی خاطر بارگاہ رب جلیل میں اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کردیا۔ یعنی ایک طرف آپ نے قوم کے لئے اپنے نفس کی قربانی دی جبکہ دوسری طرف پوری قوم قیامت تک اپنے نام نامی پر اپنی جانیں نچھاور کر رہی ہے۔

جس وقت آپ زخموں سے چور، زمینِ کربلا پر پڑے تھے اس وقت بھی اپنے اہل بیتؑ کی نجات کی فکر میں تھے۔ یعنی عالم بے چارگی میں بھی اہل بیتؑ کو بچانا چاہتے تھے۔ زبان مبارک پیاس کی شدت سے خشک ہو کر زخمی ہو چکی تھی مگر مسلسل اس فکر میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح پیاسوں کو سیراب کردیا جائے۔ اشقیاء کی فوج پر حملے کے بعد جب آپ دریا پر پہنچے تو اپنی پیاس کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بھی کوشش کی کہ ذوالجناح کسی طرح پانی پی لے۔ اس لحاظ سے آپ تشنہ کام بھی تھے اور ساقی بھی۔ اگرچہ آپ زمین کربلا پر عریاں پڑے تھے مگر آپ کا نورِ مبارک دیکھنے والوں کی

Preseneted by Ziaraat.com

آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ شدت نور سے دیکھنے والوں کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لہٰذا آپ عریاں بھی تھے اور مستور بھی۔ لیکن جس کسی نے آپ کو اس کیفیت میں دیکھا اس کا بیان ہے کہ مَا رَاَیْتُ قَتِیْلاً مُضَمَّخًا بِدَمِہٖ اَنْوَرَ مِنْہُ وَلَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْہِہٖ عَنِ النَّظَرِ اِلٰی کَیْفِیَّۃِ قَتْلِہٖ۔

"میں نے آج تک خون میں نہائے ہوئے کسی ایسے مقتول کو نہیں دیکھا جس کے چہرے کے نور نے مجھے محو کر دیا ہو اس لئے آنحضرتؑ کے قتل کی کیفیت دیکھنے سے عاجز رہا"۔ گویا آپ کا وجود نورانی بھی تھا اور خاک آلود بھی۔ اشقیاء نے آپ کے لئے نہ کوئی جائے امن باقی چھوڑا اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ لیکن اس کے باوجود ہر خوف زدہ آپ ہی میں پناہ ڈھونڈتا ہے جیسا کہ جناب عبداللہ بن حسن علیہما السلام اور دیگر افراد نے کیا۔ یعنی حسین علیہ السلام خود تو بے یار و بے پناہ تھے لیکن آپ کی ذات دوسروں کے لئے جائے پناہ تھی۔ آپ دوسروں کے رونے پر انہیں تسلی و تشفی دیتے تھے لیکن خود آنجناب نے کئی مقامات پر گریہ کیا۔ جب عبداللہ اور عبدالرحمٰن الغفار نے اذن جنگ طلب کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے پوچھا۔ یَا ابْنَیْ اَخِیْ مَا یُبْکِیْکُمَا وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَا بَعْدَ سَاعَۃٍ قَرِیْرَیِ الْعَیْنِ۔ "میرے بھتیجو تم دونوں کے رونے کا سبب کیا ہے؟ مجھے امید ہے کہ چند گھڑی بعد تمہاری

Preseneted by Ziaraat.com

آنکھیں شاد و مسرور ہوں گی"۔ جواب میں عرض کیا۔
یَا عَلِیَّ اَنْفُسِنَا نَبْکِیْ نَبْکِیْ عَلَیْکَ وَ نَرَاکَ بِھٰذِہِ الْحَالَۃِ۔

"ہمارا رونا قتل کے خوف سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں تھوڑی دیر بعد آپ لشکرِ اعدا میں تنہا رہ جائیں گے"۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ کی بہن بی بی زینب خاتون کو یہ خبر ملی کہ کل سب قتل کر دیئے جائیں گے تو آپ نے رونا شروع کیا اور ننگے پیر دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس پہنچیں اور عرض کی یَا اَخِیْ ھٰذَا کَلَامُ مَنْ اَیْقَنَ بِالْقَتْلِ۔ "اے میرے بھائی یہ ایسے آدمی کا کلام ہے کہ جسے قتل ہونے کا یقین حاصل ہو"۔ فرمایا۔ نَعَمْ یَا اُخْتَاہُ لَا یَذْھَبْ حِلْمُکِ وَاسْتَعْمِلِی الصَّبْرَ۔ "ہاں بہن ایسا ہی ہے مگر خبردار حلم اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ بہن صبر سے کام لینا"۔ ساتھ ہی امام کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

سید الشہداء نے تکلیفِ عمومی اور خصوصی پر عمل کیا

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی ذات میں خلاصہ پانے والی دوسری عجیب صفت یہ ہے کہ آپ کے وجودِ اقدس میں دو ایسی تکالیف یکجا ہو گئیں جو بظاہر ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ اس امر کی تفصیل یوں ہے کہ احکام تکلیفی اور وضعی کے ضمن میں جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ

Preseneted by Ziaraat.com

وسلم پر جو ذمہ داری عائد ہے وہ امت کو دیئے جانے والے عمومی احکام سے مختلف ہے۔ یعنی دعوت دین اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی حفاظت کے لئے ائمۂ معصومین علیہم السلام میں سے ہر ایک پر جو ذمہ داری عائد ہے وہ ان احکام سے مختلف ہیں جو امت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ احکام ان کتب میں درج ہیں جسے قرآن مجید نے

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ - کے نام سے یاد کیا ہے۔ ائمہ معصومین میں سے ہر ایک نے ان صحیفوں میں درج احکام پر عمل کیا۔ یہ ذمہ داریاں ان سونے کی انگوٹھیوں پر بھی درج تھیں جنہیں جبرئیل علیہ السلام جناب سید المرسلینؐ کے لئے لائے تھے۔

گزشتہ صفحات میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے جناب سید الشہداءؑ متعلقہ صحیفہ کے مطابق جن احکام کے پابند تھے وہ ایسی ظاہری شریعت کے برعکس تھے جن پر باقی ائمہ علیہم السلام نے عمل کیا۔ پس معلوم ہوا جس اقدام کے نتیجہ میں ضرر اور قتل نفس یقینی ہو اسے قابل اعتراض قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی صورتحال بعض انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو بھی درپیش تھی۔ انہوں نے جس ذمہ داری کو اپنے لئے پسند کیا اسکا تقاضا یہ تھا کہ تسلیم و رضا کی بلند منزل پر فائز ہو کر تقرب پروردگار کو حاصل کیا جائے۔ سید الشہداء علیہ السلام پر جو تکالیف عائد تھیں۔ ایک

Preseneted by Ziaraat.com

تکلیف ظاہری جس میں پوری امت شریک تھی اور دوسری تکلیف واقعی جس کی انجام دہی پر صرف امام ہی مکلف تھے۔ اس تکلیف کا تعلق جناب سید الشہداءؑ کی خصوصی صفات سے ہے۔ امام کا اپنے اور اپنے ساتھیوں کے قتل اور اپنے اور اہل و عیال کی اسیری پر اقدام کرنا اس تکلیف کے بموجب تھا جس پر آپ خود مکلف تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اشقیائے بنی امیہ اور بخصوصیت سے امیر معاویہ نے صورتحال کو اس طرح مشتبہ بنا دیا تھا کہ لوگ خاندان اہل بیت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ ان پر باور کرا دیا گیا تھا کہ وہی حق پر ہیں اور علی بن ابی طالبؑ ان کی اولاد اور ان کے شیعہ (نعوذ باللہ ذالک) باطل پر ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ نماز جمعہ میں لازم قرار دیا گیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو ناسزا کہیں۔ اس قبیح عمل پر ان کے اصرار کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ کے بعض خواہوں میں سے کسی نے نمازِ جمعہ کے خطبہ کے دوران فراموش کر دیا تھا کہ اسے ناسزا بھی کہنا ہے اور اس کے فوراً بعد اس نے سفر اختیار کیا۔

اثنائے سفر میں جب اسے یاد آیا کہ اس نے سبّ و شتم نہیں کیا تو اس نے بیابان ہی میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور اس مسجد کو سبّ و شتم اور ناسزا گوئی ہی کے لئے مخصوص کر دیا۔ ایسی صورتحال میں اگر امام حسین علیہ السلام تقیہ کی رعایت ہی سے ان کی بیعت کر لیتے تو اس کا مفہوم یہ

Preseneted by Ziaraat.com

ہوتا کہ آپ ان کے اقدامات پر راضی ہیں۔ اس طرح حق و صداقت کا وجود ختم ہو جاتا۔ اس وقت کیفیت یہ تھی کہ اکثریت کو یقین ہو چلا تھا کہ پوری امت میں اب ان کا کوئی مخالف باقی نہیں رہا اور وہی پیغمبرؐ کے برحق جانشین ہیں لیکن کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے قیام اور پیغمبرؐ کے حرم کی اسیری سے مسلمانوں پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ بنی امیہ سلاطین جور ہیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا کوئی حق نہیں۔ یہیں سے شیعہ مذہب ابھر کر سامنے آیا۔

لیکن جناب سید الشہداء علیہ السلام کا تکلیف ظاہری اور واقعی دونوں پر مکلف ہونا اس طرح ثابت ہے کہ آپ نے ہر ممکن کوشش کی کہ خود کو اور اہلِ بیتؑ کو قتل اور اسیری سے بچالیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ دنیا آپ پر تنگ کر دی گئی۔ آپ کو کسی ایک جگہ ٹھہرنے نہ دیا جاتا۔

جب یزید پلید نے مدینہ کے گورنر کو خط لکھا کہ حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے تو آپ نے اپنے جد کے مدینے کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا آپ کو مدینہ میں قتل کا خوف تھا اس لئے مدینہ سے نکلتے وقت فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ..... آیت کی تلاوت فرمائی۔ بعد میں آپ نے حرمِ خدا میں پناہ لی جسے خداوندِ عالم نے محلِ امن قرار دیا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں کافر اور نفوسِ محترم کو قتل کرنے والے افراد بھی امان میں ہیں۔ اس مقام پر اگر جنگل کے جانور بھی پناہ حاصل کرلیں تو انہیں شکار کرنے

Preseneted by Ziaraat.com

کی اجازت نہیں یہاں تک کہ اس مقام کے درختوں اور اشجار تک کو قطع نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جہاں کے لئے بھی حکم تھا کہ حسین علیہ السلام کو گرفتار یا قتل کر دیا جائے۔ جس وقت آپ کو یہ خبر ملی کہ دشمن کے سپاہی آپ کو اس مقام پر قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت آپ حالت احرام میں تھے آپ نے فوراً حج کو عمرہ سے بدل دیا۔ چونکہ زمین آپ پر تنگ کر دی گئی تھی اس لئے آپ نے تکلیف ظاہری پر عمل کرتے ہوئے کوفہ کا سفر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے قبل اہل کوفہ نے اپنے متعدد خطوط میں آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی' انہوں نے آپ کو اپنی وفاداریوں اور اطاعت کا یقین دلایا تھا اس وقت تک ان کی کوئی خلاف واقع بات ظاہر نہ ہوئی تھی۔

خاص طور سے جب جناب مسلم بن عقیل نے آپ کو خط لکھ کر اپنے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت کی خبر دی تو اب حسین علیہ السلام کے پاس کوفہ جانے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا۔ لیکن جب اہلِ کوفہ نے بدعہدی کرتے ہوئے اپنی بیعت توڑ دی تو اب سید الشہداءؑ کی واپسی کی تمام راہیں بند کر دی گئیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حسین علیہ السلام واپس جانا بھی چاہتے تو کہاں جاتے؟ یا اگر کوفہ نہ آتے تو کیا کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود آپ جناب پر تنگ کر دی گئی تھی۔ امام مضطر و حیران تھے آپ کے لئے کوئی تدبیر' اور

Preseneted by Ziaraat.com

کوئی راہ نجات باقی نہ بچی تھی۔ اس امر پر دلیل وہ واقعہ ہے جب آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کی۔ مولا یمن چلے جائیں، کسی اور شہر چلے جائیں، یا کسی پناہ گاہ یا پہاڑوں میں نکل جائیں تو جواب میں فرمایا۔ لَوْ دَخَلْتُ فِي جُحْرِ هَامَّةٍ مِنْ هَوَامِّ الْاَرْضِ لَاسْتَخْرَجُونِي حَتّٰى يَقْتُلُونِي۔

"(فرض کرو) اگر میں زمین کے اندر رہنے والے جانور کے بل میں داخل ہو جاؤں پھر بھی مجھے باہر نکال کر قتل کر دیا جائے گا"۔ اس طرح فرزدق نے بیرون مکہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا اَعْجَلَكَ مِنَ الْحَجِّ۔ "فرزند رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، حج کو مکمل کرنے میں کیا چیز مانع تھی اور اتنی جلدی روانگی کی کیا وجہ ہے؟" تو آپ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ اَعْجَلْ لَاُخِذْتُ "اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا"۔ اسی طرح مقام ثعلبیہ پر ابی ہرۃ الازدی نے عرض کی۔ مَا الَّذِيْ اَخْرَجَكَ مِنْ حَرَمِ اللّٰهِ وَحَرَمِ جَدِّكَ؟

"کیا سبب تھا کہ آپ نے اللہ کے حرم اور اپنے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کو چھوڑ دیا" تو آپ نے فرمایا۔

وَيْحَكَ يَا اَبَاهِرَّةَ اِنَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ اَخَذُوْا مَالِيْ فَصَبَرْتُ

Preseneted by Ziaraat.com

وَقَتَلُوا عِرْضِیْ فَصَبَرْتُ وَطَلَبُوا دَمِیْ فَهَرَبْتُ۔ "اے ابا ہرّہ والے ہو مجھ پر بنی امیہ نے مجھ سے میرا مال چھینا۔ میں نے صبر کیا۔ مجھے اور میرے ناموس کو ناسزا کہا میں نے صبر کیا اور جب مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے ہجرت اختیار کی"۔ علاوہ ازیں عمرو بن بوذان سے آپ کی گفتگو بھی اس امر پر دلیل ہے کہ امام نے جو اقدام کیا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔ عمرو بن بوذان کا تعلق بنی عکرمہ کے قبیلے سے تھا جس نے مقامِ عقبہ پر جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ اَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَیْنَ تُرِیْدُ۔ فرزندِ رسولؐ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اَلْکُوْفَۃَ یعنی کوفہ جا رہا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ اُنْشِدُکَ اللّٰہَ لِمَا انْصَرَفْتَ فَوَاللّٰہِ لَا تَقْدَمُ اِلَّا عَلٰی حَدِّ السُّیُوْفِ وَالْاَسِنَّۃِ وَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ بَعَثُوْا اِلَیْکَ لَوْ کَانُوْا کَفَوْکَ مُؤْنَۃَ الْقِتَالِ اَوْ وَطَّئُوْا لَکَ الْاَشْیَاءَ فَقَدِمْتَ عَلَیْھِمْ کَانَ ذٰلِکَ رَاْیًا۔ "خدا کی قسم میں آپ سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ واپس لوٹ چلیں۔ بخدا اگر آپ آگے بڑھیں گے تو آپ کو تلواروں اور نیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ پہلے ان سے جنگ کریں جنہوں نے خطوط اور پیامبر بھیج کر آپ کو بلوایا تھا۔ ان کو اپنا مطیع بنا کر پھر دوسری طرف کا رخ کریں۔ یہ ایک اچھی تدبیر ہے"۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا۔

Preseneted by Ziaraat.com

يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ لَيْسَ يَخْفٰى عَلَيَّ الرَّأْيُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُغْلَبُ عَلٰى اَمْرِهٖ۔ "اے بندۂ خدا میں اس تجویز سے واقف ہوں لیکن خدا اپنے امر سے مغلوب نہیں ہوتا یعنی جو کچھ مقدراتِ عزیزِ علیم میں ہے اسے پورا ہونا ہے"۔ پھر فرمانے لگے۔ وَاللّٰهِ لَا يَدَعُوْنَنِيْ حَتّٰى يَسْتَخْرِجُوْا لَهٗ بِهٰذِهِ الْعَلَقَةِ عَنْ جَوْفِيْ۔

"خدا کی قسم یہ لوگ اس وقت مجھے نہ چھوڑیں گے جب تک میرے سینہ کو شگافتہ کرکے اس جمے ہوئے خون کو باہر نہ نکال دیں"۔ حسین علیہ السلام اس حقیقی درد کو بیان کر رہے ہیں جو ان کے سینہ میں ہے۔ وَاللّٰهِ لَا يَدَعُوْنَنِيْ "خدا کی قسم یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے" کا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ حسینؑ کو نہ واپس لوٹنا فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ ہی گریز۔ عَلَقَہ یعنی جمے ہوئے خون کے الفاظ مصائب کی اس شدت کو ظاہر کرتے ہیں جن کی وجہ سے دل مبارک خون میں تبدیل ہوگیا۔ حالانکہ ابھی مصائب کی ابتدا تھی لیکن بفرضِ محال اگر حسین علیہ السلام بیعت قبول بھی کرلیتے تب بھی انہیں قتل کردیا جاتا۔ اس امر پر ابن زیاد کا یہ قول دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس نے کہا تھا۔ يَنْزِلُ عَلٰى حُكْمِيْ وَحُكْمِ يَزِيْدَ یعنی انہیں چاہئے کہ اپنے نفس کو ہمارے حکم کے تابع قرار دیں۔ اس کے بعد ہی یا تو ہم انہیں قتل کردیں گے یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ شمر لعین نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں کہا تھا فَلْيُبَايِعْ

Presented by Ziaraat.com

ثُمَّ نَرىٰ فِيهِ رَأيَنَا پہلے وہ ہماری بیعت کریں اس کے بعد ہم ان کے حق میں فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ میرے ماں باپ قربان ایسے انسان پر جو کمزور بھی ہو، غریب بھی ہو اور تنہا۔ کوشش یہ تھی کہ ان سے اس طرح بیعت لی جائے جس طرح غلاموں سے لی جاتی ہے۔ یوم عاشورا سیدِ مظلومؑ نے اسی طرف اشارہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَا اُقِرُّ لَكُمْ اِقْرَارَ الْعَبِيدِ وَلَا اُعْطِيكُمْ بِيَدِي اِعْطَاءَ الذَّلِيلِ۔ "خدا کی قسم میں غلاموں کی مانند ان کی تائید نہ کروں گا اور ذلیل بن کر ان کی بیعت کبھی نہ کروں گا"۔ یا ابا عبداللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ خدا کی قسم! میدان قتال میں نہایت مظلومی سے آپ کا اس طرح قتل ہو جانا ان کی بیعت کرنے سے بدرجہا بہتر تھا۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا کہ اِنَّ مُصَارَعَةَ الْكِرَامِ اَحْسَنُ مِنْ مُصَارَعَةِ اللِّئَامِ۔

"بے شک شریف لوگوں کا مقتل ذلیل افراد کے مقتل سے زیادہ بہتر ہے"۔ اور اگر آپ تکلیف ظاہری کی بناء پر تکیہ کرتے ہوئے ان کی بیعت بھی کر لیتے تب بھی وہ اس وقت تک آپ کو نہ چھوڑتے جب تک ذلت آمیز طریقے سے قتل نہ کر دیا جاتا یہی وجہ تھی کہ آپ نے فرمایا۔ اَلْقَتْلُ وَلَا الذِّلَّةُ وَالْمِنَّةُ وَلَا الدَّنِيَّةُ۔

Preseneted by Ziaraat.com

میں ذلت اور منت و رسوائی کے بجائے قتل ہو جانے کو پسند کروں گا"۔ میری جان آپ پر قربان کہ آپ اپنی اس تکلیف خاصہ پر عمل کرتے ہوئے قتل ہو گئے اور اس طرح خود اور بندگانِ خدا کو نئی زندگی عطا کر دی۔

Preseneted by Ziaraat.com

چوتھا باب

سیدالشہداءؑ پر اللہ تعالیٰ کے مخصوص الطافؒ
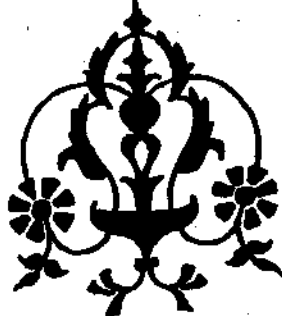
Preseneted by Ziaraat.com

چوتھا باب

حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص الطاف و اختیارات

اس باب میں ان الطاف و تکریمات الٰہی کا ذکر کیا جائے گا جو جناب سید الشہداء علیہ السلام کے لئے مخصوص ہیں جنہیں درج ذیل قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے سید الشہداءؑ کی نسبت لطفِ الٰہیؑ کی تعبیر بیان کی جائے گی جس کے اسباب یہ ہیں۔

الف۔ متعدد معتبر روایات میں جناب سید الشہداءؑ کی خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ کامل الزیارۃ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فِیْ بَیْتِ فَاطِمَۃَ وَالْحُسَیْنُ فِیْ حِجْرِہٖ اِذْ بَکٰی وَخَرَّ سَاجِدًا۔

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز حضرت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف فرما تھے اور امام حسین علیہ السلام

Preseneted by Ziaraat.com

آپ کی آغوش مبارک میں تھے کہ یکایک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے گریہ شروع کیا اور پھر سجدہ میں گر گئے۔

ثُمَّ قَالَ یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ العَلِیَّ الاَعلٰی تَرائی لِی فِی بیتکِ ھٰذَا سَاعَتِی ھٰذِہٖ فِی اَحسنِ صُورَۃٍ وَاَھیاٍ ھیئۃٍ۔

اس کے بعد فرمایا۔ "یا فاطمہؑ میں نے پروردگار بلند و بزرگ کو (یعنی رحمتِ کاملہ) ابھی اسی وقت تیرے گھر میں بہترین صورت و ہیئت میں دیکھا۔"

قَالَ لِی یَا مُحَمَّد اَتُحِبُّ الحُسَینَ؟ فرمایا "اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کیا تم حسینؑ سے محبت کرتے ہو؟" جواب دیا۔ قُلتُ نَعَم قُرَّۃُ عَینِی وَرَیحَانَتِی وَثَمرَۃُ فُؤَادِی وَجِلدَۃُ مَابَینَ عَینِی۔ "میں نے عرض کی جی ہاں یقیناً وہ میری آنکھ کا نور، میرے قلب کا میوہ اور میری خوشبو ہے"۔ فرمایا۔

فَقَالَ لِی یَا مُحَمَّد وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِ الحُسَینِ علیہ السلامُ بُورِکَ مِنْ مَولُودٍ عَلَیہِ مِن بَرَکَاتِی وَصَلَوَاتِی وَرَحمَتِی وَرِضوَانِی۔

"اپنا ہاتھ سید الشہداءؑ کے سر مبارک پر رکھا اور فرمایا تجھے یہ مولود مبارک ہو اس پر میری طرف سے برکات، صلوات، رحمت و رضوان ہے"۔

اَمَا اِنَّہٗ سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ مِنَ الاَوَّلِینَ وَالاٰخِرِینَ فِی الدُّنیَا

Preseneted by Ziaraat.com

وَالْآخِرَةِ وَسَيِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَلَعْنَتِيْ وَسَخَطِيْ وَعَذَابِيْ وَخِزْيِيْ وَنَكَالِيْ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ وَنَاصَبَهٗ وَنَاوَاهُ وَنَازَعَهٗ۔

"آگاہ ہو کہ وہی شہیدوں کا سرور و سردار ہے۔ اولین و آخرین میں بھی اور دنیا و آخرت میں بھی، وہی تمام مخلوق میں جوانانِ جنت کا سردار ہے۔ اس کے قاتل پر، اس کے دشمنوں اور اس سے جھگڑا کرنے والوں پر میری طرف سے عذاب و رسوائی و ذلت ہے۔

وَاَبُوْهُ اَفْضَلُ مِنْهُ وَخَيْرٌ فَاَقْرِأْهُ مِنِّي السَّلَامَ وَبَشِّرْهُ بِاَنَّهٗ رَايَةُ الْهُدٰى وَمَنَارُ اَوْلِيَائِيْ وَحَفِيْظِيْ وَشَهِيْدِيْ عَلٰى خَلْقِيْ وَخَازِنُ عِلْمِيْ وَحُجَّتِيْ عَلٰى اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلِ الْاَرَضِيْنَ وَالثَّقَلَيْنِ۔

"ان کے والد کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔ پس اسے میرا سلام پہنچادو اور اسے بشارت دو کہ وہ ہدایت کا پرچم میرے اولیاء کا ہادی اور میری مخلوق پر میرا نگہبان و نگران، میرے علم کا خزانہ دار ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والوں اور جن وانس پر میری طرف سے حجت ہے"۔

اس روایت میں خداوند عالم نے ان سولہ الطاف کی طرف اشارہ کیا

Preseneted by Ziaraat.com

ہے جو ربِ جلیل کی طرف سے سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص کی گئی ہیں۔ جن میں سب سے اہم اور قابلِ تعریفات یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ اس مقام پر "وَضَعَ يَدَهُ عَلَىٰ رَأْسِ الْحُسَيْنِ" سے مراد خداوندِ عالم کی حسین علیہ السلام پر ان بے پایاں محبتوں کا اظہار ہے جسے دامنِ تصور میں سمیٹنا ناممکن ہے۔ پروردگارِ عالم نے شبِ معراج پیغمبرؐ کی پشت پر بھی اپنا ہاتھ رکھ کر آنحضرتؐ کی نسبت اپنے انتہائی لطف و کرم اور محبتوں کو ظاہر کیا۔ پس معلوم ہوا کہ پشت یا سر پر ہاتھ کا رکھنا، فیوض اور رحمتوں کی انتہائی کا اظہار ہے درجِ بالا روایت میں سر یا پشت پر ہاتھ رکھنے میں خصوصی حکمت پوشیدہ ہے۔ حسین علیہ السلام کے سر پر خدا کا ہاتھ رکھنا۔ ان کی فضیلت پر دلیل نہیں بلکہ درحقیقت خداوندِ عالم کا حسین علیہ السلام کے سر پر یا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پُشت پر ہاتھ کا رکھنا ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

توضیح

حدیثِ مذکورہ میں لفظ ترآئی سے مراد غایت ظہور علمی رؤیت ہے۔ ترائی سے مراد خداوندِ عالم کی محسوس اور مجسم ہونا نہیں۔ بلکہ قدرت و رحمتِ خدا اس کا مفہوم ہے "وضعِ ید" یعنی سر پر ہاتھ رکھنا اشارہ ہے کہ

Preseneted by Ziaraat.com

حضرت امام حسینؑ پر فیوضات اور رحمتِ الٰہی نازل ہوئی۔

حضرت حُسینؑ کا قبضِ رُوح مَلکُ الموت سے نہیں ہوا

۱۔ خداوندِ عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کی روح کو خود قبض کیا اور ان کے لئے اپنی مخصوص رحمتوں کو قرار دیا۔ پس معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام خداوندِ عالم کی الطافِ خاصہ کا محور تھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ خداوندعالم نے اپنے انتہائی لطف وکرم کو جس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ہم شیعہ بھی آنجناب سے توسّل برقرار کرتے ہوئے امید رکھتے ہیں کہ خداوندِعالم ہماری نسبت اپنی الطاف کاملہ سے کام لے کر ہمارے دُنیوی اور اُخروی اُمور کی اصلاح فرمائے گا۔

۲۔ خداوندِعالم نے تمام مخلوقاتِ عالم کو جو صفات عطا فرمائی ہیں' وہ صفات بدرجۂ اولیٰ حسین بن علی علیہ السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ یعنی ربّ جلیل نے انہیں جو صفات خاصہ عنایت کی ہیں وہ اس کے اپنے صفاتِ خاصّہ کے مطابق ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خداوندِعالم نے انہیں اپنی صفات کی شبیہہ یا مثل قرار دیا بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ خداوندِعالم نے انہیں اپنے صفاتِ عالیہ کا نمونہ قرار دیا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔

الف۔ خداوندِعالم کی جملہ صفات میں سے ایک صفت یہ ہے وَاِنْ مِّنْ

Preseneted by Ziaraat.com

شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ "کائنات میں تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں"۔ یہی صفت سید الشہداءؑ کو بھی عطا کی گئی ہے۔ مفسرین نے اس کے پانچ مختلف معانی بیان کئے ہیں۔ یعنی حسین علیہ السلام کے مصائب پر ہر ذی وجود نے گریہ کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کے گریہ کا درک نہیں رکھتے کیونکہ ہر شے نے اپنے حالات کے مطابق گریہ کیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شے ہماری اپنی مانند آنکھوں سے اشک جاری کرے۔ اس لحاظ سے آسمان سے خون کا ٹپکنا' آسمان کا رونا ہے جس پتھر کو اٹھایا جاتا ہے اس کے نیچے سے تازہ خون ابلتا۔ یہی زمین کا گریہ ہے۔ مچھلیوں نے پانی سے باہر آکر اس سید مظلومؑ پر گریہ کیا۔ فضا کا تاریک ہونا' اس کے رونے کا اظہار تھا۔ سورج اور چاند میں گہن کا لگنا ان کے گریہ پر دلیل تھا۔ ہماری روایات ان جیسے متعدد واقعات سے پر ہیں۔

ب۔ وجود صانع کا اقرار ایک فطری امر ہے۔ ہر فرد بشر یہاں تک کہ بت پرست اور ہر دین کے پیروکار بھی اس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ زندیق اور ملحد اگرچہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں لیکن ان کے انکار میں بھی اقرار کا عنصر پوشیدہ ہے۔ بالکل اسی طرح جناب سید الشہداءؑ کے مصائب پر ہر صاحب دل انسان نے بھی گریہ کیا۔ یہاں تک کہ ہندوؤں میں بعض طبقے جو انہیں نہیں پہچانتے اور اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں وہ بھی مجلسِ عزا کا اہتمام کرتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سیدؑ

Preseneted by Ziaraat.com

الشہداءؑ کے مصائب پر دشمنوں نے بھی گریہ کیا۔ ابن سعد ملعون نے اس وقت گریہ کیا جب بی بی زینب خاتون نے قتل گاہ میں اس سے کلام کیا حالانکہ وہ اس سے قبل فرزندِ رسولؐ کے قتل کا حکم دے چکا تھا۔ جس شخص نے امام حسین علیہ السلام کی بیٹی جناب فاطمہؑ کے پازیب لوٹے اس نے بھی گریہ کیا۔ یہی بی بی روایت کرتی ہیں کہ جس وقت اسیروں اور کٹے ہوئے سروں کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو یزید اپنی تمامتر شقاوت کے باوجود اہلِ بیتؑ کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر رو دیا۔ اسی طرح امامِ انس وجان کے تمام قاتلوں نے اپنے اپنے مقام پر گریہ کیا ہے۔ تاریخِ کربلا سے یہ بات ثابت ہے کہ بعد کربلا یزید راتوں کو اٹھ کر روتا تھا لیکن پوری تاریخ میں ابن زیاد شقی کے متعلق کہیں نہیں ملتا کہ اس نے گریہ کیا ہو لیکن جس وقت اس ملعون نے جناب سید سجادؑ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ آپ کی پھوپھی بی بی زینب خاتون نے بھتیجے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور فرمایا۔ اِنْ قَتَلْتَہٗ فَاقْتُلْنِیْ مَعَہٗ اگر بھتیجے کے قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرو۔ یہ صورتحال دیکھ کر ابن زیاد کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اس ملعون نے کہا۔ دَعُوْہُ فَاِنِّیْ اَرَاہُ لِمَا بِہٖ اسے چھوڑ دو کہ اس کی جان لینے کے لئے اس کا مرض ہی کافی ہے۔

ج۔ حسین بن علیؑ خداوندِ عالم کی صفات سے بظاہر متصف ضرور تھے لیکن قادرِ مطلق کی تمام صفات میں بعینہٖ شریک نہ تھے۔ معصوم سے منصوص دعا

Preseneted by Ziaraat.com

کہ یہ الفاظ اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں جہاں فرمایا گیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ بَھَآئِکَ بِاَبْھَاہُ وَکُلُّ بَھَآئِکَ بَھِیٌّ......

"پروردگار میں تجھ سے تیرے نورانی ترین افراد کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کا ہر مرتبہ نورانی ہے) بالکل اسی طرح اسماء الٰہی بھی اسی حکم کے ذیل میں آتے ہیں۔ بظاہر بعض ناموں کو اسم اعظم کہا جاتا ہے۔ یعنی خدا کا عظیم ترین نام۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ہر نام اعظم ہے۔ یہی خصوصیت امام حسین علیہ السلام میں بھی ہے کیونکہ نُرِیْدُ اَنْ نَذْکُرَ اَعْظَمَ مَصَآئِبِہٖ وَکُلُّ مَصَآئِبِہٖ عَظِیْمَۃٌ۔ یعنی ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ ہم ان کے اعظم مصائب کا ذکر کریں حالانکہ ان کے تمام مصائب عظیم ہیں۔ اگر سید الشہداءؑ کے مختصر ترین مصائب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ عظیم ترین مصائب ہیں۔ اسی طرح جو مصائب عام انداز فکر میں نہایت ہی سہل شمار کئے جاسکتے ہیں درحقیقت وہ سخت ترین مصائب میں شامل ہیں۔

د۔ خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں تقرب کے حصول اور گناہوں سے مغفرت کے لئے بے شمار اسباب مہیا کردیے ہیں اور انسان کے عمل، طفیع اور نیت کو اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی طور پر فیض پہنچانے کے لئے ایسی راہیں متعین

Preseneted by Ziaraat.com

کردی ہیں جن کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ پروردگارِ عالم نے امام حسین علیہ السلام کو ایسا ہی وسیلہ قرار دیا اور ان سے توسل میں نہ صرف اجر وثواب کو پوشیدہ رکھا بلکہ اسے اپنی عبادت کی شکل قرار دیا ہے تاکہ کوئی فرد واحد بھی باری تعالیٰ کے فیض سے محروم نہ رہ سکے۔ بندوں کی نسبت خداوندعالم کی شفقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے بعض اوقات نیک عمل کی نیت ہی میں اس عمل کا ثواب پنہاں کر دیا ہے۔ پروردگار عالم نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو خواہ نزدیک سے بجا لائی جائے یا دور سے' باعث اجر وفضیلت قرار دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام مظلوم پر رونا بھی اسی دائرۂ فضیلت میں داخل ہے۔ لیکن چونکہ گریہ کا تعلق رقت قلب سے ہے' اس لئے ہر قلب ہر مصیبت پر گریاں نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قلب سید الشہداءؑ کی غربت پر نہ روسکے لیکن وہی قلب ان کی پیاس کی شدت کے تصور سے رونے لگتا ہے۔ ممکن ہے کسی کو بدن اطہر کے زخمی ہونے پر رونا نہ آئے لیکن جب زخم پر زخم کا تصور ذہن میں آتا ہے تو آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ بعض آنکھیں زخم پر زخم کے تصور سے نہیں روتیں لیکن جب کثرت ضربات سے استخوان ہائے مبارک کے ٹوٹنے کا تذکرہ ہوتا ہے تو دل تڑپ جاتا ہے۔ سید الشہداءؑ کے مصائب کی خصوصیت یہ ہے کہ گریہ خواہ مصائب کی کسی کیفیت پر ہو باعثِ اجر وثواب ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں کیونکہ اگر

Preseneted by Ziaraat.com

مصائب کی مختلف کیفیات اور ان کی شدت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام مظلومؑ پر ہر قسم کی مصیبت بجا ہوگی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خداوندِ عالم نے ان مصائب پر رونے کو باعث فضیلت قرار دیا۔ مصائب کی شدت اتنی عظیم ہے کہ انہیں الگ الگ بیان کرنے کے لئے مستقل باب قائم کرنا پڑے گا۔ واللہ المستعان۔

ھ۔ جس طرح خدائے تبارک وتعالیٰ کے صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح سید الشہداء علیہ السلام کی صفات میں ان کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں۔

و۔ باری تعالیٰ کی منجملہ صفات میں سے ایک صفت محبت ہے جس کا تعلق اسی سے مختص ہے۔ اس محبت کا موازنہ ہر محب کی محبت سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہی خصوصیت امام حسین علیہ السلام کی محبت میں بھی شامل ہے۔ اس محبت کو سمجھنے کے لئے اس کا موازنہ کسی ایسے انسان کی محبت سے نہیں کیا جاسکتا جو فضیلت میں ان سے افضل یا ان کے برابر ہو۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ

اِنَّ لِلْحُسَیْنِ فِیْ بَوَاطِنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَحَبَّۃً مَّکْنُوْنَۃً۔

"بے شک حسینؑ کی محبت مومنین کے دلوں میں پوشیدہ ہے"۔ جناب مقداد اس روایت کو بیان فرماتے ہیں۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ یَوْمًا فِیْ طَلَبِ الْحَسَنِ

Preseneted by Ziaraat.com

وَالْحُسَيْنِ فَوَجَدَهُمَا نَائِمَيْنِ فِيْ حَدِيْقَةٍ عَلَى الْاَرْضِ فَبَدَأَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ وَيَعْطِفُهُ وَجَعَلَ يَرْخِي لِسَانَهُ فِيْ فَمِهِ مِرَاراً حَتّٰى اَيْقَظَهُ۔

ایک دن جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حسن وحسین علیہما السلام کو ڈھونڈنے نکلے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ دونوں ایک باغ میں زمین پر محو خواب ہیں۔ آپ نے پہلے حسینؑ کا سر اٹھا کر (اپنے زانو پر رکھا) دست نوازش پھیرنے لگے۔ اپنی زبان مبارک کو بار بار حسینؑ کے ہونٹوں پر پھیرتے یہاں تک کہ حسینؑ کو بیدار کیا۔ اس پر جناب مقداد نے عرض کی۔ كَاَنَّ الْحُسَيْنَ اَكْبَرُ فَاَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِمَا ذُكِرَ۔ گویا ایسا لگتا ہے (حسنؑ کی نسبت) حسینؑ زیادہ بڑے ہیں جس کی وجہ سے آپ ان پر شفقت فرما رہے ہیں؟ جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے وہ حدیث بیان کی جسے اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے۔ یہ واقعہ حسین علیہ السلام کی اس منفرد خصوصیت کا آئینہ دار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دل میں بڑے نواسے کی نسبت حسینؑ کی محبت زیادہ پوشیدہ ہے۔ حالانکہ آپ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے حسینؑ سے افضل ہیں یا پھر مساوی۔ اس مقام پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حسینؑ سے محبت کے اظہار کے طور پر پہلے سر مبارک کو اٹھایا پھر اپنی زبان ان کے منہ میں دی یہاں تک کہ حسینؑ

Presenetetd by Ziaraat.com

بیدار ہو گئے یہی کیفیت ان مومنین کی بھی ہے جو ایمان میں خالص ہیں۔ ان مومنین کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دل میں سید الشہداء کی محبت پوشیدہ ہے۔ چونکہ سید الشہداءؑ کے جد بزرگوار جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام و مرتبے کے اعتبار سے یقیناً افضل ہیں اس لئے اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے زیادہ محبت کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم کی محبت اور مقام افضیلت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ سید الشہداءؑ کی یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر شیعوں اور محبت کرنے والوں کے دل ان کی طرف جھکتے ہیں۔ وہ نہایت ذوق و شوق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی زیارت سے واپس آنے والے زائر کا استقبال، بیتُ اللہ اور دیگر ائمۂ اَنام کی قبُور کے زائر کی نسبت زیادہ جوش و خروش سے کرتے ہیں۔ جناب سید الشہداءؑ کی محبت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص آپ کی اور دیگر ائمۂ معصومینؑ کی زیارت سے واپس لوٹتا ہے اس کے لئے یہی کہا جاتا ہے کہ وہ حسینؑ کا زائر ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص جناب امیرؑ کاظمینؑ اور سامرہ میں ائمۂ معصومینؑ کی زیارت کا قصد رکھتا ہو یا زیارت کے بعد واپس آیا ہو اور اس سے اس بابت سوال کیا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جا رہا ہوں یا امام حسینؑ کی زیارت کر کے واپس آ رہا ہوں۔ آپ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا نام چاہنے والوں کے

Preseneted by Ziaraat.com

دلوں میں ایک عجیب رقت آمیز تاثر پیدا کرتا ہے۔ خود آپ کے پدر بزرگوار آپ کے لئے فرماتے ہیں۔ عَبْرَۃُ کُلِّ مُؤْمِنٍ "اے حسینؑ تو تمام مومنین کے گریہ کا سبب ہے"۔ چونکہ خود جناب سید الشہداءؑ اپنے لئے فرماتے ہیں۔ اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَۃِ لَا یَذْکُرُنِیْ مُؤْمِنٌ اِلَّا بَکٰی "مجھے رُلا رُلا کر قتل کیا گیا ہے۔ مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے میرے نام لیا جائے گا تو وہ گریہ کرے گا"۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی دل مغموم ہو جاتا ہے۔ منجملہ دیگر خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان ان مصائب کو سن سن کر اور مسلسل گریہ کرتے کرتے کبھی تھکن محسوس نہیں کرتا۔ مثلاً اگر دن میں ہزاروں بار بھی مصائب کا ذکر سنے' تب بھی جیسے ہی ان کی تشنہ کامی' سر و تن کی جدائی اور اہلِ کوفہ و شام کے بالمقابل آپ کے استغاثہ کا تصور ذہن میں آئے گا' بے ساختہ گریہ کرنے لگے گا۔

۳۔ خداوندِ عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کو جن خصوصی الطاف و تکریمات سے نوازا ان میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ باری تعالیٰ خود ان سے ہمکلام ہوا۔ علاوہ ازیں خداوندِ عالم نے کلام مجید میں سید الشہداءؑ سے متعلق جو آیات مختص کی ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے ایک مستقل عنوان درکار ہے جسے ہم اِنشاءَ اللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ پروردگارِ عالم نے سیدِ مظلومؑ کے مصائب کا ذکر حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ اور

Preseneted by Ziaraat.com

سلسلہ انبیاء میں سے ہر ایک سے کیا۔ یہاں تک کہ مصائب کے ان واقعات سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بھی باخبر کیا۔
باری تعالیٰ نے سید الشہداءؑ کی زندگی میں متعدد مواقع پر ان سے کلام کیا۔
انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ آپ اپنی جدہ گرامی جناب خدیجہ الکبریٰؑ کی قبر پر آئے گریہ کیا پھر فرمایا انس دور ہٹ جاؤ۔ اب انس کہتا ہے۔
فَاسْتَخْفَیْتُ عَنْہُ فَلَمَّا طَالَ وُقُوفُہٗ فِی الصَّلوٰۃِ سَمِعْتُہٗ قَائِلاً۔
میں نے اپنے آپ کو ایک مقام پر چھپالیا۔ آپ کافی دیر تک نماز میں مصروف رہے۔ نماز کے بعد میں نے سنا کہ آپ قاضی الحاجات کی بارگاہ میں یوں مناجات کررہے تھے۔

مناجات

یارَبِّ یارَبِّ اَنتَ مولاہُ

اے میرا پروردگار اے میرا پروردگار تو میرا مولا ہے۔

فَارْحَمْ عُبَیْداً اِلَیْہِ مَلْجَاہُ

اس بندہ حقیر پر رحم فرما جو تیری پناہ چاہتا ہے۔

یَا ذَاالْمَعَالِی اِلَیْکَ مُعْتَمَدِی

اے بلند مکان تجھ ہی پر تکیہ کرتا ہوں

Preseneted by Ziaraat.com

طُوبٰی لِمَنْ کُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاہُ

کتنا خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کا تو مولا ہے

طُوبٰی لِمَنْ کَانَ نَادِماً اَرِقاً

کتنا خوش نصیب ہے وہ بندہ جو پشیمان اور گریان ہے۔

یَشْکُو اِلٰی ذِی الْجَلَالِ بَلْوَاہُ

اور رب ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنے مصائب شکوہ کرتا ہے۔

مَابِہٖ عِلَّۃٌ وَّلَا سَقَمٌ

اس کی کوئی بیماری کا شکوہ ہے نہ علّت کی شکایت ہے

اَکْثَرُ مِنْ حُبِّہٖ لِمَوْلَاہُ

سوائے اس کے وہ اپنے مولا سے زیادہ محبت چاہتا ہے۔

اِذَا اشْتَکٰی بَثَّہٗ وَغُصَّتَہٗ

جب بندہ اپنی مصیبت اور غصہ شکایت کرتا ہے۔

اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ

تو اس کا خدا فوراً قبول کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے۔

اِذَا ابْتَلٰی بِالظَّلَامِ مُبْتَہِلاً

جب وہ رات کی تاریکیوں میں گڑگڑاتا ہے۔

اَکْرَمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ اَدْنَاہُ

تو خدا اس کا احترام کرتا ہے اور نزدیک بلاتا ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

اس کے بعد غیب سے یہ ندا مخصوص آئی۔

جواب مناجات

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ وَاَنْتَ فِیْ کَنَفِیْ

لبیک اے میرے بندے تو میری پناہ میں ہے۔

وَکُلُّ مَاقُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاہُ

جو کچھ تو نے کہا وہ میرے علم میں ہے۔

صَوْتُکَ تَشْتَاقُ مَلَآئِکَتِیْ

میرے فرشتے تیری آواز کے مشتاق ہیں۔

فَحَسْبُکَ الصَّوْتُ قَدْ سَمِعْنَاہُ

تیری آواز ہی کافی ہے کہ ہم نے اسے سن لیا۔

دُعَاکَ عِنْدِیْ یَجُوْلُ فِیْ حُجُبٍ

تیری دعا میرے حجاب ہائے عظمت سے ٹکرا رہی ہے۔

فَحَسْبُکَ السِّتْرُ قَدْ سَفَرْنَاہُ

تیرے لئے کافی ہے کہ ہم نے درمیان سے پردے ہٹا دیئے

لَوْ هَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ جَوَانِبِهٖ

جب ہماری رحمت کی ہوا تیری دعا کی طرف چلتی ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

خَرَّ صَعِقًا لِّمَا تَغْشَاهُ

تو جلالت نور کی بناء پر پردے گر پڑتے ہیں

سَلْنِیْ بِلَا رَهْبَةٍ وَّلَا رَهَبٍ

کسی ڈر اور خوف کے بغیر مجھ سے مانگ۔

وَلَا تَخَفْ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ

ڈر مت بیشک میں تیرا معبود ہوں۔

عاشورا کے دن رب جلیل نے سید الشہداء علیہ السلام کو خصوصی اعزاز بخشا اور وہ اس طرح کہ آسمان سے آواز آئی۔

یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ۔ "اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف واپس لوٹ آ" امام حسینؑ کے حق میں الطاف نبویؑ ۔اس موضوع کو درج ذیل تین عنوانات کے تحت مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔

الف۔ الطاف نبویؐ کا تذکرہ تعداد کے اعتبار سے

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا باطنی قلب قرار دیا۔ اس لئے ان سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔

۲۔ پیغمبرؐ نے امام حسینؑ کو اپنا ظاہری قلب قرار دیا اس لئے فرماتے تھے۔ اِنَّهٗ مُهْجَةُ قَلْبِیْ یعنی "حسین میرے دل کا خون ہے"۔

Preseneted by Ziaraat.com

۳۔ اپنی روح عطا فرمائی۔ کیونکہ پیغمبرؐ ہی کا ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ رُوْحِی الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیَّ "حسینؑ وہ روحِ رواں ہے جو میرے سینوں میں موجود ہے"۔

۴۔ اپنے دل کا میوہ قرار دے کر فرمایا۔ اِنَّهٗ ثَمَرَۃُ فُؤَادِیْ یعنی "حسینؑ میرے دل کا ثمر ہے"۔

۵۔ اپنی عقل عطا کی۔ اسی سبب سے آپ کو کمال اطمینان اور سکون حاصل تھا۔

۶۔ انہیں اپنی آنکھ قرار دیا اور فرمایا۔ اِذَا نَظَرْتُ اِلَیْهِ ذَهَبَ مَابِیْ مِنَ الْجُوْعِ۔ "جب بھی میں حسینؑ پر نظر ڈالتا ہوں میری بھوک زائل ہوجاتی ہے"۔

۷۔ انہیں اپنا شامّہ یعنی سونگھنے کی طاقت قرار دی اور فرمایا۔ هُوَ رَیْحَانَتِیْ وہ میرے سونگھنے کا خوشبودار پھول ہے۔

۸۔ سید الشہداءؑ کو اپنی دونوں آنکھیں قرار دیا کیونکہ آپ فرماتے تھے۔ هُوَ نُوْرُ عَیْنِیْ "حسینؑ میری آنکھوں کا نور ہے"۔

۹۔ اپنی آنکھوں کے درمیان کا پردہ قرار دیا اور فرمایا۔ هُوَ جِلْدَۃُ مَابَیْنَ عَیْنِیْ "حسینؑ میری آنکھوں کا پتلا ہے"۔

۱۰۔ انہیں اپنے کندھوں پر بٹھلا کر راکبِ دوش بنایا۔

Preseneted by Ziaraat.com

۱۱۔ اپنے پشت مبارک پر سوار کر کے خود کو ان کی سواری قرار دیا۔

۱۲۔ اپنی گود کو ان کی تربیت گاہ قرار دیا۔

۱۳۔ حسینؑ کے لئے اپنا گود کو تربیت گاہ بنایا اور پیاس بجھانے کے لئے زبان مبارک حسینؑ کے منہ میں رکھتے تھے۔

۱۴۔ اپنی رحمت کی انگلیوں کو حسینؑ کے لئے مخصوص کیا۔ بایں معنی کہ جب بھی آپ کو بھوک محسوس ہوتی، اپنی انگشت شہادت کو ان کے منہ میں دے دیتے تھے اور غذا فراہم ہوتے تھے۔

۱۵۔ اپنے سینہ کو حسینؑ کے لئے خواب گاہ ٹھہرایا وہ اس طرح کہ آپ کو اپنے سینہ پر سلاتے تھے۔

۱۶۔ اپنے لب ہائے مبارک سے حسینؑ کو بوسہ دیتے تھے۔

۱۷۔ ذات رسالت نے اپنے کلام کو حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ان کی تعریف و توصیف کرتے یا پھر ان کی مصیبتوں کا ذکر فرماتے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔

۱۸۔ خود کو اپنے بیٹے حسینؑ کا فدیہ قرار دیا۔ مسلسل فرماتے تھے۔ فُدِیتُ مَنْ فَدَیتُهُ بِابْنِیَ اِبرَاهِیمَ۔ "میری جان اس پر قربان جس کے لئے اپنے بیٹے ابراہیم کو فدا کردیا"۔

ب۔ الطافِ نبوی کی دیگر تفصیلات

ختمی مرتبت کو اپنے نواسے حسینؑ سے جو گہری الفت تھی اس کا

Preseneted by Ziaraat.com

اظہار اس وقت ہوتا تھا جب آپ نواسے کو بلا کر پاس بٹھاتے اور ان سے شفقت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ گرچہ والدین کی اپنے کمسن بچوں سے محبت ایک فطری امر ہے لیکن سرورِ کونین" حسینؑ کی نسبت غیر معمولی محبت فرماتے تھے۔ پیغمبرؐ کے مقام و جلالت کا یہ عالم تھا کہ تنہائی میں ہوتے جب بھی محسوس ہوتا کہ آپ کے اطراف خدم و حشم اور ایک لشکر موجود ہے۔ اصحاب کے درمیان ہوتے تو چہرے سے جلالت و بزرگی عیاں ہوتی۔ آپ کا وقار ہر دوسرے وقار سے ممتاز تھا۔ خداوند عالم نے آپ کو جو تمکنت و سکینہ عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ کا لقب ہی صاحبِ وقار و سکینہ قرار پایا۔

ایسا پیغمبر جو ایسے جلالت و وقار و تمکنت کا مالک تھا جب دیکھتا کہ حسینؑ اس کی طرف آرہے ہیں تو اصحاب سے اپنی گفتگو کو قطع کر کے نواسے کے استقبال کو اٹھ کھڑا ہوتا۔ اسے اپنے شانوں پر بٹھا کر لاتا اور اپنے پاس جگہ دیتا۔ یا پھر گود ہی میں بٹھائے رکھتا۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خطبے کے دوران دور سے حسینؑ کو آتا دیکھ لیتے تو منبر سے اتر کر ان کا استقبال کرتے۔ جب کسی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا وہ باعث تعجب ہے۔ ابن عمر نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔

Preseneted by Ziaraat.com

وَالَّذِیْ نفسی بِیَدِہٖ مَادَرَیتُ اِنّی نزلتُ مِنْ مِنْبَرِی۔

"اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں کب منبر سے نیچے اترا"۔ اس جملے کا مفہوم ظاہری طور پر عیاں ہے لیکن در حقیقت یہ جملہ سید الشہداء کی سبب سید کونین کی شدید محبت کا اظہار ہے ان روایتوں میں سب سے زیادہ عجیب روایت وہ ہے جسے ابن ماجہ نے سنن میں اور زمخشری نے فائق میں نقل کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالَ رَاَی النَّبِیُّ الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فِی السِّکَّۃِ فَاسْتَقْبَلَ النَّبِیُّ اَمَامَ الْقَوْمِ فَبَسَطَ اِحْدٰی یَدَیْہِ فَطَفِقَ الصَّبِیُّ یَفِرُّ مَرَّۃً مِنْ ھٰھُنَا وَمَرَّۃً مِنْ ھٰھُنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ یُضَاحِکُہٗ۔ ثُمَّ اَخَذَ فَجَعَلَ اِحْدٰی یَدَیْہِ تَحْتَ ذَقَنِہٖ وَالْاُخْرٰی عَلٰی فَاسِ رَاْسِہٖ وَاَقْنَعَہٗ وَجَعَلَ فَاہُ عَلٰی فِیْہِ فَقَبَّلَہٗ۔ وَقَالَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنِّیْ۔ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا ۔ حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اتنے میں جناب رسول خدا تشریف لائے اور یہ حالت سب دیکھ رہے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ

Preseneted by Ziaraat.com

پھیلا دیئے۔ حسینؑ کبھی ایک طرف دوڑتے تھے اور کبھی دوسری طرف۔
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں بہلا اور ہنسا رہے تھے۔
بعد میں پیغمبرؐ نے انہیں پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے اور دوسرا ہاتھ
ان کے سر پر رکھا اور انہیں بلند کیا۔ حسینؑ کے لب ہائے مبارک کو
بوسہ دیتے رہے پھر فرمایا میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے۔ میں
اس کو دوست رکھتا ہوں جو حسینؑ سے محبت کرے کہ حسینؑ میری بیٹی کا
بیٹا ہے۔ ان دو راویوں کے علاوہ دیگر رواۃ نے بھی اس روایت کو نقل
کیا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نہ صرف حسینؑ کو بلکہ حسینؑ کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھتے
تھے۔ آپ خدا کو گواہ کرکے فرماتے تھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا "پروردگار میں حسنؑ
وحسینؑ کو دوست رکھتا ہوں اور اسے بھی جو حسنؑ وحسینؑ کو دوست
رکھے"۔ آپ خدا سے دعا فرماتے تھے کہ پروردگار تو حسینؑ کے چاہنے
والوں کو بھی دوست رکھ۔ اور فرماتے تھے۔ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ یُّحِبُّ
حُسَیْنًا "خدا اسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے"۔ ایک
دن آپ نے ایک بچے کو دیکھا جو راہ میں بیٹھا ہوا تھا آپ بھی اس کے
پاس بیٹھ کر اس سے محبت بھرا سلوک کرتے رہے۔ جب کسی نے وجہ
دریافت کی تو فرمایا۔

Preseneted by Ziaraat.com

اُحِبُّہٗ لِاَنَّہٗ یُحِبُّ وَلَدِی الْحُسَیْنَ لِاَنِّیْ رَاَیْتُ اَنَّہٗ یَرْفَعُ التُّرَابَ مِنْ تَحْتِ اَقْدَامِہٖ وَیَضَعُہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ وَاَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّہٗ یَکُوْنُ مِنْ اَنْصَارِہٖ فِیْ وَقْعَۃِ کَرْبَلَا ۔

"اس بچہ کو دوست رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہ بچہ میرے بیٹے حسینؑ سے بے پناہ محبت کرتا ہے کیونکہ میں نے دیکھا کہ یہ بچہ حسینؑ کے قدموں کے نیچے کی مٹی اٹھا کر اپنے رخساروں پر مل رہا ہے۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے یہ بچہ واقعہ کربلا میں حسینؑ کی نصرت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ چونکہ ہم بھی حسینؑ سے محبت کرتے ہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہمیں دوست رکھتے ہیں اور چونکہ پیغمبرِ اکرمؐ کی دعا بارگاہِ ذوالجلال میں مقبول ہے اس لئے خدا بھی ہم کو دوست رکھتا ہے اور جب خداوندعالم ہمیں دوست رکھتا ہے تو وہ یقیناً ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔

لیکن جہاں تک سید الشہداء علیہ السلام کا اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پشت مبارک پر سوار ہونے کا تعلق ہے تو گو کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے لیکن صدرِ اسلام ایسے متعدد غیر معمولی واقعات سے پُر ہے۔ کبھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سجدہ میں ہوتے تو امام حسینؑ ان کی پُشتِ اَطہَر پر سوار ہوجاتے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نماز جماعت میں ہونے کے باوجود سجدہ کو اتنا طول دیتے کہ نواسہ اپنے

Presenteted by Ziaraat.com

اختیار سے پشت سے اتر جائے۔ اصحاب نے اس واقعہ پر بھی تعجب کا اظہار کیا اور کہا هَلْ نَزَلَ وَحْیٌ ؟ کیا کوئی وحی نازل ہوئی تھی قَالَ لَا وَلٰکِنِ ابْنِی ارْتَحَلَنِی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں چونکہ میرا بیٹا مجھے اپنا سواری بنایا ہوا تھا اس لئے میں نے سجدہ کو طول دیا۔

پیغمبرؐ نواسے کی نسبت ایسے کام کرتے تھے جسے عام حالات میں کوئی انسان نہیں کرتا۔ مظلوم نواسے کو شانوں پر بٹھاکر کوچہ وبازار میں نکل جاتے۔ اگر کبھی اصحاب میں سے کوئی شخص نواسوں میں سے کسی ایک کو اپنی گود میں لینا چاہتا تو فرماتے۔ نِعْمَ الرَّاکِبَانِ اَنْتُمَا "تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو"۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تو حضرت جبرئیلؑ بچے کو اٹھالیتے۔ جہاں تک سید الشہداءؑ کی پرورش کا تعلق ہے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گود میں نواسے کی اس طرح پرورش کی جس طرح خواتین اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ پیغمبرؐ کی گود میں پرورش کا آغاز اس وقت سے ہوا جب آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ پکار کر کہا۔ یَا اَسْمَاءُ هَلُمِّی اِلَیَّ بِابْنِی "اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ"۔ اسماء نے عرض کی۔ فَقَالَتْ لَمْ تُنَظِّفْهُ بَعْدُ "ابھی میں نے بچے کو صاف نہیں کیا"۔ فرمایا۔ اَنْتِ تُنَظِّفِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَظَّفَهُ وَطَهَّرَهُ "اسماء بچہ کو تم

Preseneted by Ziaraat.com

صاف کروگی؟ بیشک کہ خداوندِ عالَم نے اسے پاک وصاف پیدا کیا ہے"۔
پیغمبرؐ نے بچے کو گود میں لیا اور اپنی انگشت شہادت سے اسے دودھ پلایا۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم عورتوں کی مانند بچے کو بہلاتے اور
اس سے بچوں ہی کی زبان میں باتیں کرتے اور بچے کو اس طرح بہلاتے
کہ دیکھنے والوں کو عجیب لگتا۔ یہاں تک کہ جب بعض اصحاب نے سوال
کیا تو جواب میں فرمایا۔ مَاخَفِیَ عَلَیْکَ اَکْثَرُ "ابھی تو تم پر بہت
سی باتیں پوشیدہ ہیں"۔

پس معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا یہ عمل پروردگار کے
حکم کی اطاعت میں تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اس عمل
کی توضیح میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّھِمَا "پروردگار عالم نے
مجھے ان دو بچوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے"۔ اس طرح اب یہ بات
ثابت ہوگئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا سجدے سے سر نہ اٹھانا اور
سجدے کو طول دینا یہاں تک کہ نواسہ اپنے اختیار سے اتر جائے، حکم
رب کی اطاعت میں تھا۔ نواسوں کو کندھوں پر اٹھانا خدا کے حکم سے تھا۔
گلی میں حسینؑ کے پیچھے دوڑنے میں پروردگار کا حکم پوشیدہ تھا۔ اصحاب
کے درمیان سے اٹھ کر استقبال کرنا اللہ کے حکم کے بموجب تھا اور خطبہ
کو ادھورا چھوڑ کر حسینؑ کو گود میں اٹھانا رب کی مرضی کا آئینہ دار تھا۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا یہ عمل دو امور کو ظاہر کرتا ہے جنہیں

Preseneted by Ziaraat.com

ء اللہ موضوع کی مناسبت سے بیان کیا جائے گا۔ اس پس منظر میں غور
جائے تو معلوم ہو گا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا
ؑ کے لبوں کو بوسہ دینا بھی بے سبب نہ تھا۔ تاریخ نے لکھا ہے کہ
ر کونینؑ دونوں بھائیوں کو گود میں لیتے اور آدھے گھنٹے تک بوسہ دیتے
ان کی خوشبو کو سونگھتے اور فرماتے تھے۔ هُمَا رَيْحَانَتَيَّ "یہ دونوں
ا میرے خوشبودار پھول ہیں"۔

کبھی حالت نماز میں ایک کو بوسہ دیتے اور دست مبارک کو تھامے
تے۔ لوگوں میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ
ہ وسلم نے امام حسنؑ کے لبوں پر اور امام حسینؑ کے گلے پر بوسہ دیا۔
پر امام حسینؑ آزردہ ہوئے اور اپنی والدۂ گرامی سے اس امر کی
ت کی۔ لیکن میں نے کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں دیکھی ہاں
معتبر کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ سید کونین صلی اللہ علیہ و آلہ
کبھی امام حسینؑ کے گلے، کبھی پیشانی کو، کبھی شکم مطہر کو، کبھی دندان
ے مبارک کو، کبھی ہونٹوں کو اور کبھی بدن کے دیگر حصوں کو بوسہ دیتے
۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ بوسہ نہیں
بلکہ متعدد موقعوں پر ایسا کیا۔ درحقیقت پیغمبرؐ کا جناب سید الشہداءؑ کو
طرح بوسہ دینا معجزہ تھا کیونکہ جب آپ بدن اطہر کو بوسہ دیتے تو
تے تھے۔ اُقَبِّلُ مَوْضِعَ السُّيُوفِ وَاَبْكِيْ "میں ان مقامات کو

Preseneted by Ziaraat.com

بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلواروں کے زخم لگیں گے اور یہی تصور مجھے رلا رہا ہے"۔ لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دندان ہائے مُبارک اور جسمِ اَطہر کو بوسہ دینے کا سبب نہ بتلایا لیکن کربلا کے بعد اس راز پر سے بھی پردہ اٹھ گیا۔

حضرت حُسینؑ پر خصوصی محبّت کی وجوہات

۱۔ سید الشہداءؑ کو ایک بلند مرتبہ اور عظیم مقام حاصل تھا۔

۲۔ سید الشہداءؑ کے احترام کی ہر بلند منزل' ان کے ہتکِ احترام کی کوششوں کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ جس سے ان پر وارد ہونے والی عظیم مصیبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو انسان احترام و مرتبہ کے اعتبار سے اتنا عظیم ہو کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طفولیت کے باوجود اس کے استقبال میں اٹھ کھڑے ہوں' اس کے مصائب کی شدّت بھی کتنی عظیم ہو گی۔ سند مُعتبر کی روایت کے مطابق حد تو یہ ہے کہ جب کاروانِ سید الشہداءؑ کربلا کی طرف عازم تھا تو اثناءِ راہ میں ایسے افراد بھی ملے جو صرف اس خوف سے پاس آنے سے کتراتے تھے کہ کہیں حسین علیہ السلام ان سے اپنی نصُرت کے لئے نہ کہیں۔ ایک ایسے ہی واقعہ میں جب قبیلہ بنی اسد میں سے ایک شخص کو سید الشہداءؑ نے احوال پُرسی کی غرض سے روکا تو وہ شخص راہ بدل کر دوسری طرف چل پڑا۔ لیکن

Preseneted by Ziaraat.com

متعلق احترام کی ان کوششوں سے سید الشہداءؑ کے احترام و فضائل میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔

۳۔ جب کبھی سید الشہداء علیہ السلام مغموم و متفکر دکھائی دیتے تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی مہربانی اور ملاطفت سے انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ اس لئے ہم شیعوں کو بھی چاہیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی میں حسینؑ کے غم و حزن کو دور کر کے انہیں شاد و مسرور کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کریں، انہیں سلام کریں اور ان کے استغاثہ کی آواز پر لبیک کہیں۔

۴۔ خداوندِ عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کو جو بلند مرتبہ عطا کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حسینؑ کو پیغمبرؐ جیسی نعمت سے نوازا۔ اس کلام میں کوئی مبالغہ نہیں کیونکہ خود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

۵۔ یہاں اعظم مخلوقات یعنی عرش کی ان خصوصیات کو بیان کیا جائے گا جو سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں۔ قیامت کے دن خداوندِ عالم عرش کے سائے میں حسین علیہ السلام کی مجلس برپا کرے گا۔ اس مجلس میں حسینؑ ان کے رونے والے اور ان کے زوّار شریک ہوں گے۔ جب

Preseneted by Ziaraat.com

بہشت سے حاضرانِ مجلس کی ازواج انہیں بلانے کے لئے پیغام بھیجیں گی تو وہ جواب میں یہ کہہ کر انکار کردیں گے کہ ہم حسینؑ کی مجلس کو چھوڑ کر نہیں آسکتے۔

خداوندِ عالم نے عالمِ برزخ میں محلِ عرش کو حسین علیہ السلام کا مسکن قرار دیا۔ اس موضوع کے تحت گزشتہ صفحات میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ جنابِ سید الشہداءؑ محلِ عرش پر ہوں گے۔ وہاں سے اپنے مقتل کی طرف نگاہ کریں گے اپنے زوّار اور رونے والے کو دیکھیں گے اور ان کے لئے طلبِ مغفرت کریں گے۔ ان سے گفتگو کریں گے اور اپنے جدِّ بزرگوار اور پدرِ معظّم سے ان کے استغفار کی سفارش کریں گے۔

۴۔ عظیم مخلوقات عرشِ الٰہی پر مجلسِ حسینؑ

خداوندِ عالم عرش پر حسینؑ کی مجلس برپا کرے گا۔ اس حقیقت پر جنابِ سید الشہداءؑ کی زیارت کے یہ الفاظ گواہ ہیں جہاں فرمایا گیا۔

اِنَّہٗ یَکُوْنُ مِنْ مُحَدِّثِی اللّٰہِ فَوْقَ عَرْشِہٖ۔ "حسینؑ کا زائر عرشِ الٰہی پر خدا کے روبرو حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرے گا"۔ پس معلوم ہوا کہ عرش حسینؑ کی مجلس کے لئے مقام قرار پائے گا۔ بالائے عرش کی مجلس سے خدا خود خطاب کرے گا۔ جبکہ زیرِ عرش برپا ہونے والی مجلس سے سید الشہداءؑ خطاب فرمائیں گے۔

خداوندِ عالم نے جس طرح عرش پر ملائکہ مقرّر کر رکھے ہیں اسی طرح

Preseneted by. Ziaraat.com

آپ کی قبر کے اطراف بھی ملائکہ متعین کر دیئے جو مستقل طور پر وہیں مقیم ہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

حسین علیہ السلام کی ایک اعلیٰ خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انھیں عرش عطا کیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ گویا عرش مکمل طور پر سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہے یہی وجہ ہے کہ حسنین علیہما السلام دونوں عرش کی زینت قرار پائیں گے اور ہر دو گوہر شے ان شہزادوں کی زینت بنے گی۔ یا یوں کہیئے کہ اگر خداوندِ عالم عرش کو تکلم کا اختیار دیتا تو وہ یہ فخریہ کہتا کہ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍؑ۔

۶۔ ان خصوصیات کا بیان جو اَحسن مخلوقات یعنی بہشت کی نسبت سے حضرت سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں۔ انھیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ بہشت میں سید الشہداءؑ کے لئے ایک خاص قبّہ اور مخصوص قصر متعین ہے۔ ان کی خدمت کے لئے حورالعین کو مقرر کردیا ہے۔ حوریں بہشت میں حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ وبکاء کرتی ہیں اور اپنے رخساروں پر طمانچے مارتی ہیں۔ خداوندِ عالم نے بہشت میں سید الشہداءؑ کی خدمت کے لئے ایک مخصوص حورالعین کو خلق فرمایا ہے۔ بہشت میں پروردگار نے ایک مستقل دروازہ قائم کیا اور اس کا نام بابِ حسینؑ رکھا۔ یہ باب بہشت کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

ب۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے بارے میں یہ خصوصیات سابقہ خصوصیات سے ارفع واعلیٰ بھی رکھتے ہیں۔ خداوند عالم نے بہشت کو مکمل طور پر حسین علیہ السلام کی ملکیت قرار دیا۔ کیونکہ بہشت کی تخلیق حسین علیہ السلام کے نور سے ہوئی ہے۔ ایک صحیح روایت کے مطابق اگر خداوندِ عالَم بہشت کو تکلّم کا اختیار دے دیتا تو وہ اپنی زبان حقیقت سے کہتی کہ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ "میں حسینؑ سے ہوں"۔

۷۔ ان مواہب کا اجمالی تذکرہ جنہیں پروردگارِ عالَم نے اپنی مخلوقات کی نسبت سے حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ان میں سے بعض خصائص کو بعد میں تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا۔ یہ خصائص درج ذیل ہیں۔

۱۔ ملائکہ کی نسبت سے۔

۲۔ پیغمبروں کی نسبت سے۔

۳۔ وہ خصوصیات جنہیں مختلف اَدْوَار میں سید الشہداءؑ کے لئے قرار دیا گیا۔ ان خصائص میں سے ہر ایک خصوصیت کو مستقل عنوان کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۔ آسمان سے متعلق خصوصیات کا بیان۔

۵۔ ہوا اور فضا کے تعلق سے عطا کی جانے والی خصوصیات۔

۶۔ پانی کی نسبت سے سید الشہداءؑ کے خصائص۔

۷۔ درختوں کے تعلق سے سید الشہداءؑ کو عطا کی جانے والی خصوصیات۔

Preseneted by Ziaraat.com

۸۔ نبیوں سے وابستہ خصوصیات۔
۹۔ دریاؤں کی نسبت سے عطا ہونے والے خصائص۔
۱۰۔ بنی نوع انسان کی خصوصیات۔
۱۱۔ جنّات کو عطا کی جانے والی خصوصیات میں سیدا لشہداءؑ کا حصہ۔
۱۲۔ طیور و وحوش پر سیدا لشہداءؑ کا اختیار۔
۱۳۔ پھاڑ کھانے والے جانوروں کا سیدا لشہداءؑ کے تابع فرمان ہونا۔
۱۴۔ پہاڑوں کا سیدا لشہداءؑ کے مصائب سے متاثر ہونا۔
۱۵۔ اور اس دارِ فانی کے ظاہری امور پر سیدا لشہداءؑ کا اختیار۔

ہم ذیل میں سب سے پہلے آسمان کے تعلق سے سیدا لشہداءؑ کی صفات کو زیر بحث لائیں گے۔

آسمان اور سیّدُ الشہداء علیہ السّلام

واضح ہو کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے آسمان کے بعض حصوں کو اس امر کے لئے مخصوص کر دیا تاکہ جناب سیدا لشہداء علیہ السلام کی روح پاک شہادت کے بعد ان مقامات پر قرار پائے۔ آسمان اس واقعہ کے بعد سے سُرخ ہو کر حسینؑ پر مسلسل خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ جس طرح خداوندِ عالم نے حسینؑ کی برکت سے آسمان کو فیوضات عطا کئے اس طرح کربلا یعنی مقتلِ حسینؑ کو بھی ظاہری اور معنوی خصوصیات سے بہرہ مند

Preseneted by Ziaraat.com

کیا۔ خالقِ کائنات نے ساتوں آسمانوں کے لئے جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں حسینؑ کو ان سے افضل خصوصیات عطا کی گئیں۔ اسی طرح اگر ان آسمانوں کے صفاتِ معنوی اور ظاہری پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سید الشہداءؑ کے صفات ان کے صفات سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہیں۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہم سب سے پہلے آسمان کی مستقل معنوی صفات پر غور کریں گے۔

آسمان فیوضاتِ ربانی کا مخزن ہے۔ جبکہ حسینؑ بھی فیوضاتِ یزدانی کا مخزن ہیں۔ آسمان تک تو رسائی ممکن نہیں مگر حسینؑ تک رسائی آسان اور سہل ہے جبکہ اس کی تاثیر بھی آسمانی فیوضات سے قابلِ مقایسہ نہیں ہے۔ آسمان مقامِ استجابتِ دعا ہے جبکہ حسینؑ کا نام بھی دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب آدمؑ جناب زکریاؑ اور دیگر پیغمبروں نے اپنی دعاؤں میں پنجتن پاک سلام اللہ علیہم اجمعین کو واسطہ قرار دیا۔ انہی کے سبب ان کی دعائیں قبول ہوئیں۔ جس طرح مظلوم کی پکار براہِ راست آسمان تک پہنچتی ہے اسی طرح کربلا کے مظلوموں کی آہ و فغاں سے عرشِ الٰہی کانپ رہا تھا۔ جس طرح یتیم کے رونے سے عرشِ خدا متحرک ہو جاتا ہے اسی طرح کربلا سے بلند ہونے والے یتیموں کے نالہ و شیون نے بطریقِ اولیٰ عرشِ ذوالجلال کو ہلا رکھا تھا۔ جس طرح آسمان میں موجود بُراق نے اپنے راکب کو قابَ قوسین کے مرتبہ تک پہنچایا ہے اسی طرح کربلا کے

Preseneted by Ziaraat.com

ذوالجناح نے اپنے راکب کو "اَنَا مِنْ حُسَیْنٌ" کے مرتبے پر فائز کیا۔ آسمان انبیاءؑ کے لئے معراج ہے جبکہ کربلا ملائکہ کی معراج ہے۔ آسمانوں میں تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید الٰہی کی صدائیں گونج رہی ہیں جیسے قائمین، راکعین، ساجدین اور قانتین نے نعمت بخشی ہے۔ لیکن کربلا یَا اَخَاہ یَا اَبَاہ، یَا وَلَدَاہ، وَا اَبَاہ، وَ وَا اَخَاہ، وَ یَا سَیِّدَاہ، وَ یَا سَیِّدَاہ کی فریادوں سے لرز رہا ہے۔ لیکن جب انسان بندگی اور تسلیم ورضا کی منزل پر ہو تو اس وقت یہ آوازیں ملائکہ کی ان آوازوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ بن جاتی ہیں جو آسمانوں پر تسبیح الٰہی میں مصروف ہیں۔ آسمان میں ملائکہ نے جناب آدمؑ کو سجدہ کیا لیکن کربلا کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس زمین پر تمام انبیاء اور ملائکہ نے جسدِ مطہرِ حسینؑ پر نماز پڑھی۔ جو شخص آسمانوں میں پناہ حاصل کرے اس کے لئے آسمان کو سَقفِ مَحفُوظ قرار دیا گیا۔ متوسلین کے درجات کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان کو "سَقفِ مَرفُوع" کے نام سے مخصوص کیا گیا۔ خداوندِ عالم آسمان کے حوالے سے فرماتا ہے۔ وَاَنزَلنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا "ہم نے آسمان سے پاک وطاہر پانی کو برسایا"۔ اِذْ بِهٖ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ "پروردگارِ عالم حسینؑ کے صدقے سے پانی برساتا ہے"۔ کیونکہ جب حسین علیہ السلام نے دعا کی تو ان کے سبب خداوند تبارک وتعالیٰ نے خشک سالی کو دور کیا اور اتنا پانی برسایا جس کی وجہ سے تمام انسان وحیوان

Preseneted by Ziaraat.com

سیراب ہو گئے اور کھیتیاں اور باغات لہلہانے لگے۔ ربِ جلیل نے غمِ سید الشہداءؑ میں بہنے والے آنسوؤں کو معنوی لحاظ سے مُطہرات میں شمار کیا ہے۔ یعنی ان آنسوؤں کے سبب نجاسات اور کثافات دور ہوتی ہیں۔ یہ آنسو شیطان کی نجاست کو پاک کرتے ہیں۔ اسی پانی کے سبب جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے۔ ان آنسوؤں کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے بہشت کے پانیوں میں سے قرار دیا ہے۔

گذشتہ سطور میں آسمان کی خصوصیات پر گفتگو کی جا رہی تھی۔ اب اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جہاں فرمایا گیا۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔ خداوندِ عالم نے تمہارے جس رزق کا وعدہ کیا ہے وہ آسمان میں ہے جبکہ حسینؑ سے توسّل میں دائمی حیات کا رزق پوشیدہ ہے۔

اب ہم حیثیاتِ ظاہری پر گفتگو کرتے ہیں۔ جو درجات کی بلندی کے ایک اور مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَ زَيَّنَّاهَا۔

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اسے کس طرح پھیلایا اور زینت بخشی"۔ جبکہ سید الشہداءؑ کے لئے ارشاد ہوا۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى الْحُسَيْنِ فِيْ اَرْضِ كَرْبَلَا كَيْفَ مَوْقِفُهٗ

Preseneted by Ziaraat.com

وَشَهِدُ بِعِزَّتِهٖ وَتَمَامُهَا حَقُّهٗ وَرُؤْيَتُهٗ بِتَفَاصِيْلِهٖ وَنُوْرُهٗ وَخَفَائُهٗ فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ اِلٰى حَالِهٖ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ وَّشَعْشَعَ غَزِيْرًا۔

کیا تم کربلا میں حسینؑ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ ان کا موقف کیا تھا؟ شہادت کا مقام کیا تھا؟ اس کی زینت اور اطراف کے چراغوں کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کس طرح شیاطین کو کنکریاں ماریں اور ان کے وجود سے کس طرح نور ابل رہا تھا۔ اب ذرا نگاہ گھما کر دوبارہ ان کی حالت پر نظر کرو۔ پھر تصور کی آنکھ سے ان کے حالات پر غور کرو گے تو آنکھ پھٹ جائے گی اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جائے گا۔"

اب ذرا آسمان، اس کے حالات، اس کی زیب و زینت، اس کے اثرات اور اس شے پر غور کرو جو اس میں تحلیل ہو گئی ہے۔ جب مقام تقابل پر سیدالشہداء علیہ السلام کے حالات اور ان کے مدفن یعنی کربلا پر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ آسمان ہی میں عرش عظیم کو قرار دیا گیا ہے جبکہ کربلا میں عرش عظیم کی زینت موجود ہے۔ آسمان ملائکہ کا مسکن ہے جبکہ حسینؑ کی زیارت گاہ "مُختَلَفِ ملائکہ" یعنی ملائکہ کی آمدورفت کا مقام ہے۔ پیغمبر آسمان پر جا کر عروج حاصل کرتے ہیں جبکہ ملائکہ اس میں اتر کر فخر کرتے ہیں۔ اگر آسمان صاحبِ بروج ہے تو حسینؑ بھی صاحبِ بروج ہیں۔ موجود روایات اس امر پر دلیل ہیں کیونکہ حسینؑ کو یہ فخر حاصل ہے

Preseneted by Ziaraat.com

کہ وہ امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور نو اماموں کے جدِ امجد ہیں۔ آسمان وہ مقام ہے جس کا ستر ہزار ایسے فرشتے روزانہ طواف کرتے ہیں جو دوبارہ پلٹ کر نہیں آتے۔ جبکہ قبرِ سید الشہداءؑ پر ایسے ستر ہزار فرشتے متعین ہیں جو کبھی بدلے نہیں جاتے۔ اس کے علاوہ ستر ہزار ایسے فرشتے بھی مقرر ہیں جو روزانہ تبدیل ہوتے ہیں۔ آسمان کے لئے ایک جنت مقرر ہے اور حضرت حسینؑ اس جنت کی زینت ہیں جبکہ حسینؑ کے نور سے تخلیق ہوئی۔ آپ کی قبرِ مبارک بہشت کے روضوں میں سے ایک روضہ ہے۔ آپ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آسمان جبرئیلؑ کا مسکن ہے جبکہ کربلا جبرئیلؑ کے سرور و سردار کا مسکن ہے اور جناب جبرئیل علیہ السلام ان کے قبر پر نازل ہوتے ہیں۔ آسمان کے لئے ایک سورج مقرر ہے جس میں کبھی گرہن بھی لگتا ہے لیکن آفتابِ رُخسارِ سید الشہداءؑ کو وقتِ ظہر اس وقت گرہن لگا جب آپ کے مصائب عُروج پر تھے۔ روایت کے الفاظ کے مطابق۔ وَكَانَ كُلَّمَا قَرُبَ الْاَمْرُ اَشْرَقَ لَوْنُهُ "مظلوم کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے جیسے شہادت کا وقت قریب آتا جاتا چہرۂ مبارک کا رنگ نکھرتا جاتا"۔ اگر آسمان وجودِ ماہ سے زینت پاتا ہے تو کربلا قمرِ بنی ہاشم کے وجود سے زینت پا رہا ہے۔ اس چاند کو اس وقت گرہن لگا جب اشقیاء کی فوجیں ان کے اور ان کے بھائی کے درمیان حائل ہو گئیں۔ اس لشکرِ بداختر نے بھائی کو بھائی سے الگ کر دیا۔ اگر آسمان کا چہرہ سرخی سے

Preseneted by Ziaraat.com

خضاب ہے تو حسینؑ کا سر، چہرہ بدنِ اقدس خونِ اطہر سے خضاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمان کی اس کیفیت کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اگر آسمان اپنے سات سیاروں سے زینت پا رہا ہے تو کربلا کو علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سات اولاد نے زینت بخشی۔ شہیدوں کے بہتر سروں کو (سیاروں کی مانند) دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ اندازہ ہے کہ آسمان پر بظاہر دکھائی دینے والے ستاروں کی تعداد ایک ہزار پچیس ہے لیکن نظر نہ آنے والے ستاروں کی تعداد بے شمار ہے جن میں سے ہر ستارے کے اثرات الگ الگ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کے بدنِ اطہر پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے چار ہزار زخم گنے گئے۔ اس کے علاوہ جن زخموں کو گننا ناممکن تھا ان کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ وارد ہے آنے والے زخموں میں سے ہر ایک کے الگ الگ اثرات تھے جو خداوندِ عالم کے خصوصی الطاف کا سبب قرار پائے۔ آسمان کے لئے ایک قطب ہے جس کے اطراف بنات النعش گردش کرتے ہیں کربلا میں آپ کے وجود مبارک کو امامت کے قطب کی حیثیت حاصل تھی جس کے اطراف بنات طاہرات حلقہ لگائے ہوئے نوحہ وگریہ وفغان میں مصروف تھیں۔ آسمان کے لئے ایک سر قرار دیا گیا جبکہ کربلا میں سرھائے شہداء نیزوں پر بلند کیے گئے۔ آسمان میں ایک مقام بیت المعمور ہے جو کعبہ کے بالمقابل واقع ہے۔ اس مقام کا ستر ہزار ایسے ملائکہ طواف کرتے ہیں جنہیں خداوندِ عالم روزانہ

Preseneted by Ziaraat.com

خلق فرماتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے طواف کی دوبارہ نوبت نہیں آتی۔ حسین بن علی علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے آپ کی قبرِ اطہر پر ایسے ملائکہ متعین کر دیئے ہیں جو مسلسل طواف میں مصروف ہیں۔ انشاء اللہ ملائکہ کے باب میں اس امر کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ پروردگار نے آسمان میں کہکشاں خلق کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کہکشاں کا وجود اس دُنبہ کے سبب سے ہے جسے خداوندِ عزوجلّ نے جناب اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ قرار دیا تھا۔ خالقِ کائنات نے حسینؑ کے لئے بھی کہکشاں کو قرار دیا جس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ روزِ محشر ان کے ساتھ محشُور ہوں گے۔ محشر کی یہ کیفیت سیدالشہداءؑ کے خصائص میں سے ہے۔ خداوندِ عالم اس دن مظلوموں کے سیّد و سردار کے تصدّق گناہگاروں کو عذاب سے نجات دے گا۔

زمین اور سیّدُ الشہداء علیہ السلام

خداوندِ عالم نے زمین کا ایک ٹکڑا جناب سیدالشہداءؑ کے لئے مخصوص کر دیا جو خصوصیات کے اعتبار سے دوسری زمینوں سے ممتاز ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر احترامِ مدفنِ سیّدُ الشہداءؑ کے ذیل میں کیا جائے گا۔ خداوندِ عالم نے زمین کو جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں ان کے مقابلے پر سیدالشہداءؑ کے لئے بھی چند خصائص مخصوص کر دیئے ہیں۔ زمین اپنے سینے میں سونے، چاندی اور جواہرات کے ذخائر کو چھپائے ہوئے ہے جبکہ

Presented by Ziaraat.com

سید الشہداءؑ کو بھی دُر و یاقوت اور سونے چاندی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ پروردگار نے انہیں تمام عوام الناس کے فائدے کے لئے ہر شے کا جوڑا بنا کر خلق کیا۔ جبکہ حسینؑ کے لئے بھی ایسی اشیاء خلق فرمائی ہیں جو ہر فرد بشر کا امتیاز مقام پر قرار دیتی ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے فرش زمین کو بچھایا تاکہ لوگ اس پر چلیں پھریں۔ زندگی میں رہنے کے لئے مکانات تعمیر کریں زندگی کے بعد موت کا سامان کریں۔ اس طرح پروردگار نے زمین پر حسینؑ کے لئے بھی ایک ابدی آرام گاہ قرار دیا ہے اور ان کی قبر کو شیعوں کے لئے ان کی زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی مقام امن و سکون قرار دیا ہے۔

فضاءِ عالم اور سید الشہداء علیہ السلام

پروردگارِ عالم نے قبرِ مطہر سے لے کر آسمان تک کی فضا کو سید الشہداءؑ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ اس طرح قبرِ مطہر کے لئے چند خصوصیات قرار دی ہیں۔

۱۔ اس مقام پر ملائکہ مسلسل آمد و رفت میں رہتے ہیں۔ آپ کے زائرین کے اعمال اس مقام سے عرش کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ خداوند عالم کی طرف سے فضاؤں پر مامور فرشتہ "اسماعیل" روزانہ قبرِ مطہر پر مقیم ملائکہ کی احوال پرسی کرتا رہتا ہے۔

۲۔ جو اعمال عرش تک نہیں پہنچ سکتے وہ اس مقام کی برکت سے عرش

Preseneted by Ziaraat.com

تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

۳۔ خداوندعالم نے اس مقام کو اپنی ان خصوصی رحمتوں کے نزول کا مرکز قرار دیا جو اس سے پہلے کسی کے لئے نازل نہ ہوئی تھیں۔

۴۔ اس مقام کی برکت سے اہل آسمان مسلسل فیض حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ مقام ملائکہ کے لئے معراج ہے۔

پانی اور سید الشہداء علیہ السلام

کربلا میں سید الشہداءؑ پانی سے محروم کر دیئے گئے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس لئے خداوندِ عالم نے پانی کی چار مختلف قسموں کو سید الشہداء علیہ السلام کے تصرف میں دے دیا۔

اس پانی کی پہلی قسم آبِ کوثر ہے جسے خداوندِ عالم نے حسینؑ کی ملکیت قرار دے دیا۔ پروردگار نے حسین علیہ السلام اور دیگر شہداء کی پیاس کے صلے میں شہادت سے قبل زندگی ہی میں انھیں آبِ کوثر سے سیراب کیا۔ یہ امر مقتل کی اس روایت سے ثابت ہے کہ وقتِ آخر جناب علی اکبرؑ اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمارہے تھے کہ بابا میرے جد نے مجھے ایسے پانی سے سیراب کردیا کہ اب مجھے کبھی پیاس نہ ستاسکے گی۔ خداوندِ عالم روزِ محشر ہر اس شخص کو آبِ کوثر سے سیراب فرمائے گا جس کی آنکھیں سید الشہداءؑ کے غم میں اشکبار رہی ہوں اگرچہ روایات میں

Preseneted by Ziaraat.com

آبِ کوثر کو اعمالِ صالحہ کی جزا قرار دیا گیا ہے لیکن جناب سید الشہداءؑ کی نسبت سے اس پانی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جناب حسین علیہ السلام پر رونے والا اس پانی سے سیراب ہوگا تو کوثر فرحِ مسرت کا اظہار کرے گا۔

پانی کی یہ قسم جنت میں پایا جانے والا آبِ حیوان ہے۔ معتبر روایات کے مطابق جب حسینؑ پر رونے والوں کے آنسوؤں کے قطرے اس پانی میں مل جائیں گے تو اس کی شیرینی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

پانی کی تیسری قسم محبت کرنے والوں کے آنسوؤں سے عبارت ہے۔ روایاتِ معصوم میں آپ کے لئے صریع الدمعۃ وَاِنَّہٗ قتیلُ العبرۃ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ کو رلا رلا کر قتل کیا گیا۔ اسی لئے آپ کے نام میں وہ اثر پیدا ہوا کہ اسے سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی اثر آپ کے مصائب کے ذکر میں بھی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی قبرِ مطہر پر نگاہ ڈالنے اور آپ کی تربت کو سونگھنے کے اثر سے بھی اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان کی جا چکی ہے۔

پانی کی چوتھی قسم وہ عام ٹھنڈا پانی ہے کہ جسے جب حسینؑ کا چاہنے والا پیتا ہے تو وہ حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے کیونکہ خود جناب سید الشہداءؑ نے روزِ عاشور فرمایا تھا:

شیعتی مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ۔

Preseneted by Ziaraat.com

"اے میرے شیعو! جب تم صاف ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کرلینا"۔

قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنِّیْ مَا شَرِبْتُ مَاءً بَارِدًا اِلَّا وَذَکَرْتُ الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے نہیں پیا ٹھنڈا پانی مگر یہ کہ حسینؑ کی پیاس کو یاد کیا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ پانی کی ان چار قسموں پر سید الشہداءؑ کا تصرف درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب سید الشہداءؑ پر پانی بند کرکے انہیں ان کے چار بنیادی حقوق سے محروم کردیا گیا۔ پانی پر سید الشہداءؑ کا پہلا حق وہ تھا جس میں ہر انسان برابر کا شریک ہے۔ اسی طرح بیابان میں اگنے والی گھاس پر انسان برابر کا حقدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کی ملکیت میں واقع نہر سے پانی پینے کے لئے اس کے مالک کی اجازت ضروری نہیں۔ اسی لئے پیاسے کو پانی پلانا اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مستحب قرار دیا گیا ہے۔ روایت ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اثنائے راہ میں ایک نصرانی کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے نڈھال تھا۔ آپ نے اسے پانی پلانے کا حکم دیا اور فرمایا۔ لِکُلِّ کَبِدٍ حَرّٰی اَجْرٌ "ہر ایسے پیاسے کو سیراب کرنا باعث اجر وثواب ہے جس کا کلیجہ پیاس کی شدت سے جل رہا ہو"۔

(۲) آپ ہر ذی روح کی طرح پانی میں برابر کے حقدار تھے۔ پیاسے کو پانی

پلانے پر شدید تاکید ہے۔ یہاں تک حکم شرع یہ ہے کہ اگر پانی محدود مقدار میں ہو اور جانور پیاسا ہو تو جانور کو پانی پلا کر تیمم پر اکتفا کر لیا جائے۔ اسی طرح صاحبانِ نفسِ محترم کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اگر وہ پیاسے ہوں تو انہیں سیراب کر کے خود تیمم پر گزارا کریں۔

آپ نے اہلِ کوفہ کو تین مختلف مواقع پر پانی پلا کر ثابت کر دیا کہ پانی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ اہلِ کوفہ کے لئے اس وقت پانی کا بندوبست کیا جب شہر کو قحط کی صورتحال کا سامنا تھا۔ دوسری مرتبہ جب جنگِ صفین میں معاویہ نے جناب امیرالمومنین کی فوج پر پانی بند کر دیا تو آپ نے فرات پر حملہ کر کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور اعلان کیا کہ اگرچہ دریا ہمارے قبضے میں ہے لیکن دشمن بلاخوف و خطر دریا سے پانی لینے میں آزاد ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ دشمن کو اس وقت سیراب کیا جب حر کے لشکر نے قادسیہ پر آپ کا راستہ روکا۔ واقعہ کی تفصیل کتبِ مراثی میں درج ہے۔

خاص طور سے فرات کے پانی پر آپ کا خصوصی حق تھا اور وہ اس طرح کہ جب سیدۂ عالم صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نکاح ہوا تو خداوندِ عالم نے اسی وقت سے پانی کو جناب سیدہ کے لئے اپنا علیہ قرار دیا لیکن اس قومِ دغاشعار نے اس حق کا ذرہ برابر بھی لحاظ نہ کیا۔ آپ نے اپنے طفلِ شیرخوار کے لئے جو شدتِ تشنگی

Preseneted by Ziaraat.com

سے تڑپ رہا تھا' ایک قطرۂ آب کا سوال کیا لیکن ظالموں کو رحم نہ آیا۔ اپنے لئے پانی مانگا وہ بھی نہ دیا گیا اور آخر کار تشنہ ہی شہید کر دیا گیا۔

مَا خِلْتُ قَبْلَکَ بَحْرًا مَاتَ مِنْ ظَمَاءٍ
کَلَّا وَلَا اَسَدًا تُرْدِیْہِ اَجْمَالٌ

آپ سے پہلے میرے خیال میں کسی ایسے دریا کا تصور نہ تھا جو پیاس کی شدت سے مر گیا ہو۔ نہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ اونٹوں نے شیر کو مار ڈالا ہو۔

اعضاءِ مبارک پر پیاس کے اثرات

پیاس کا اثر سید الشہداءؑ کے چار اعضاء پر نمایاں تھا۔ لب ہائے مبارک پیاس کے اثر سے خشک ہو چکے تھے اور کلیجہ شدتِ تشنگی سے پارہ پارہ تھا۔ اس سے قبل کبھی آپ نے پیاس کا اظہار نہ کیا تھا لیکن وقت آخر جب معلوم تھا کہ اب زندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں تو آپ نے پیاس کی شدت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلْآنَ اسْقُوْنِیْ قَطْرَۃً مِنَ الْمَاءِ فَقَدْ تَفَتَّتَ کَبِدِیْ مِنَ الظَّمَاءِ۔ "اب جبکہ تمہیں یقین ہو چلا کہ اب میں مزید زندہ نہ رہ سکوں گا تو کم از کم پانی کا ایک قطرہ ہی پلا دو کہ میرا کلیجہ پیاس کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے"۔

اسی طرح زبانِ اقدس بھی پیاس سے خشک ہو کر زخمی ہو چکی تھی۔ یہ

Preseneted by Ziaraat.com

وہ کیفیت ہے جس کا ذکر آ حادیث میں بھی موجود ہے۔

تشنگی کے اثر سے آنکھوں میں بھی اندھیرا چھا گیا تھا۔ روایت ہے کہ جناب جبرئیل نے حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کی۔ وَلَوْ تَرَاهُ یَا آدَمُ وَهُوَ یَقُولُ وَاعَطْشَاهُ حَتّٰی یَحُولُ الْعَطَشُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ السَّمَاءِ کَالدُّخَانِ۔

"یا آدم جب آپ اسے "ہائے پیاس" کہتا ہوا پائیں تو اس وقت اس کی پیاس کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان گویا دھواں حائل ہوگا۔ یعنی تشنگی اتنی شدید ہوگی کہ دنیا اس کی آنکھوں میں سیاہ ہوجائے گی۔ پیاس نے آپ کے ہر عضو بدن کو متاثر کر رکھا تھا۔ اس کے صلہ میں خداوند عالم نے پانی کی مختلف اقسام کو امام علیہ السلام کے اختیار میں دے دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے کہ کسی کو پانی پلانے میں بخل نہ کریں۔

ابکوا شهیداً بالدماء مزملاً
بکته اعین المدینة ...
ابکوا الظام مدَّ حمدٌ لم یجر
لو کانت له حبوا بماءه الا بحر

"خون کے آنسو روؤ خون وخاک میں ڈوبے ہوئے شہید پر۔ کہ جس پر سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کیا ہے۔ گریہ کرو ان پیاسے

Preseneted by Ziaraat.com

لبوں پر اگر تمام دریا سیاہی بن جائیں جب بھی اُن کی توصیف سے قاصر رہیں گے۔"

درختوں اور دریاؤں پر شہادت کے اثرات

درختوں میں سب سے زیادہ فضیلت اس درخت کو حاصل ہے جس کے ذریعے ربِ جلیل نے حضرت موسیٰؑ کو خطاب کرکے فرمایا۔ اِنّنِیْ اَنَا اللّٰہ روایات سے ظاہر ہے کہ یہ درخت اس مقام پر تھا جہاں آج امام حسین علیہ السلام کی قبر واقع ہے۔ جبکہ خرما کے درختوں میں سب سے افضل وہ نخل تھا جس کے ذریعے ربّ العزت نے جناب مریم سلام اللہ علیہا کو وحی کی۔

وَھُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا۔

"اور خرمے کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے تازہ خرمے گر پڑیں گے"۔ اسی درخت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ درخت بھی سرزمینِ کربلا پر تھا۔

دو جہاں میں یہ خصوصیت صرف سیّدُ الشہداءؑ کو حاصل ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد دریاؤں پر مامور فرشتے نے دریاؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یَا اَھْلَ الْبِحَارِ اِلْبِسُوْا ثَوْبَ الْحُزْنِ فَاِنَّ فَرْخَ الرَّسُوْلِ مَذْبُوْحٌ۔ "اے دریاؤ! غم و الم کا لباس پہن لو کہ فرزندِ رسول صلی اللہ

Preseneted by Ziaraat.com

علیہ و آلہٖ وسلّم کو شہید کر دیا گیا"۔

پہاڑوں پر مصیبت سیّدُا لشہداء علیہ السلام کے اثرات :

پہاڑوں میں سب سے پہلے زیادہ شرف کوہِ جُودی کو حاصل ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مطہّر اسی مقام پر واقع ہے۔ یہ مقام کوہِ جُودی کی حیثیت رکھتا ہے کہ جہاں اہلِ عالَم کی کشتی نجات کے ساحل سے لگ جائے گی۔ اب اگر اہلِ دنیا کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ حالات جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے اس فرمان کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ الدُّنیا تمدُ بکم مدانَ السَّفینۃِ تعصفُھا الْعَوَاصِفُ فِیْ لُجَجِ الْبِحَارِ فَمَا غرقَ منھا فلیسَ بمدُرَکٍ وَمَانَجٰی مِنْھا فَاِلیٰ مُھْلَکٍ۔

"دُنیا تمہیں اس کشتی کی مانند گھماتی ہے جسے تند و تیز ہواؤں نے سمندروں کے گرداب میں پہنچا دیا ہو۔ پس جو غرق ہو جائے اسے دوبارہ نہیں پا سکتے اور جو نجات پا جائیں وہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں خود نہیں معلوم کہ کیا ہم اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (غرق ہو جا اور پھر جہنم میں داخل ہو جاؤ) کے مصداق قرار پائیں گے اور ہلاکت کی سمت بڑھنے والی اس کشتی کا انجام کیا ہوگا؟ لیکن ہمیں یہ اطمینان حاصل ہے کہ

Preseneted by Ziaraat.com

جب یہ کشتی حضرت حُسین علیہ السلام کی کوہِ جُودی پر ٹھہر جائے گی تو ہم نجات پاجائیں گے"۔

بنی نوعِ انسان پر شہادتِ حسینؑ کے اثرات

خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام کو ایسے جاں نثار ساتھی عطا کئے جن پر سیدالشہداءؑ نے فخر کیا۔ شبِ عاشور آپ نے اَشقیاء سے ایک رات کی مُہلت طلب کی تو اور ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اَمّا بَعْدُ فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِّنْ اَصْحَابِیْ وَلَا اَھْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَاَوْصَلَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ عَنِّیْ خَیْرًا۔ "جس طرح میرے اصحاب جیسے باوفا اور نیک ساتھی کسی کو نہ ملے اسی طرح میرے اہلِ بیتؑ جیسے نیک اور صلۂ رحم کا پاس رکھنے والے اہلِ بیتؑ بھی کسی کو نہ مل سکے۔ پس اے رفیقو! خدا تمہیں جزائے خیر دے"۔

خداوندِ عالم نے حُسین علیہ السلام کو ایسے چاہنے والے نصیب کئے جن کے دلوں میں ان کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری گئی ہے۔ یہ افراد اس محبت کا اظہار اپنے مخصوص انداز سے کرتے ہیں۔ جن کا تقابُل خدا رسیدہ افراد کے اعمال سے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ افراد محبت کے اظہار میں اس طرح راسخ ہیں کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تمہارا یہ عمل خداوندِ عالم کی

Preseneted by Ziaraat.com

نصیب ہے تو وہ اس پر دھیان نہ دیں گے اور اپنے ہی طور طریقوں پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو روزِ عاشورا اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور بدن زخمی کرتے ہیں۔ [illegible] کے بعض شہروں میں شیعوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو روزِ عاشورا منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور مخصوص طریقے سے ماتم کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر ایک طویل گڑھا کھود کر اس میں لکڑیاں بھر دیتے ہیں پھر ان میں آگ لگا دیتے ہیں۔ جب لکڑیاں دہک کر سرخ ہو جاتی ہیں تو یہ ماتم کرتے ہوئے اس پر سے گزر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آگ انہیں نقصان نہیں پہنچاتی۔

جنات پر شہادتِ حسین علیہ السلام کے اثرات

پروردگارِ عالم نے جنوں میں بھی سید الشہداءؑ کو جانثار انصار عطا کیے۔ جب حسینؑ مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت جنوں کا ایک گروہ نصرت کے ارادے سے خدمتِ امام میں حاضر ہوا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

اَلْمَوْعِدُ حُفْرَتِیْ وَبُقْعَتِیْ فَاِذَا وَرَدْتُّهَا فَاْتُوْنِیْ۔

"میری قبر اور میرا بقعہ میری وعدہ گاہ ہے جب میں اس مقام پر پہنچ جاؤں تب میری نصرت کو آنا"۔ جنوں کا ایک اور گروہ روزِ عاشورا نصرت کے لئے کربلا میں آیا لیکن چونکہ سید الشہداء علیہ السلام سے لقائے رب

Preseneted by Ziaraat.com

کو دنیاوی زندگی پر ترجیح دی تھی اس لئے انہیں جنگ کی اجازت نہ دی۔
جنوں کا ایک اور گروہ اس وقت آیا جب عاشورا کا سورج غروب ہو چکا تھا
اور سید الشہداء شہید ہو چکے تھے۔ جنوں میں سے ان کے مردوں، ان کی
عورتوں اور ان کی لڑکیوں نے کبھی کربلا میں جسدِ مطہر کے اطراف گھوم کر،
کبھی بصرہ، کبھی کوفہ اور کبھی بیت المقدس میں جوہود کے نیچے نوحے کے
اور ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ جنوں ہی نے اطرافِ عالم میں حسین علیہ
السلام کی شہادت کی خبر پھیلائی۔ کربلا میں شہادت کے بعد جنوں کی عورتوں
نے جسدِ اطہر کے چاروں طرف گھوم کر ان الفاظ میں نوحہ پڑھا:

نِسَاءَ الْجِنِّ یَبْکِیْنَ مِنَ الْحُزْنِ شَجِیَّاتٍ

"اے جنوں کی خواتین سخت ترین غم پر گریہ کرو۔"

وَاَسْعِدْنَ لِنِسَاءِ الْهَاشِمِیَّاتِ

"آلِ ہاشم کی خواتین کی نصرت کرو۔"

وَیَنْدُبْنَ حُسَیْنًا عَظُمَتْ تِلْکَ الرَّزِیَّاتِ

"سب حسین پر گریہ کرو ان پر عظیم مصائب نازل ہوئے۔"

وَیَلْطِمْنَ کَالدَّنَانِیْرِ النَّقِیَّاتِ

"اپنے سفید چہروں پر طمانچے مارو"

وَیَلْبَسْنَ الثِّیَابَ السُّوْدَ بَعْدَ الْقَصَبِیَّاتِ

Preseneted by Ziaraat.com

"سفید و لطیف ریشم کے لباس پہن چکیں اب سیاہ لباس زیب تن کرو۔"

حیوانات پر شہادتِ مظلومِ کربلا کا اثر انداز ہونا

واقعۂ کربلا کے بعد جانوروں نے بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کیا۔ جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے کہ کربلا میں ایک ہرن نے جناب عیسیٰؑ بن مریمؑ سے گفتگو کی۔ یا پھر وہ واقعہ جس میں حضرت عیسیٰؑ نے ایک جانور کو دیکھا جو کربلا میں جسدِ اطہر کے پاس گردن زمین پر رکھ کر صبح تک گریہ کرتا رہا۔ ان واقعات کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

گھوڑے اور اونٹ پر شہادتِ حسینؑ کا اثر

حسین علیہ السلام کے پاس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سواری کا گھوڑا موجود تھا جس کا نام "مُرتَجِز" تھا۔ شاید یہی وہ راہوار تھا جو بعد میں ذُوالجناح کے نام سے مشہور ہوا۔ اس جانور نے اس وقت تک پانی نہ پیا جب تک اس کا مالک پیاسا رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ کے ولی کی اس یادگار شدید جنگ کے بعد فرات کے ساحل پر گھوڑا ڈال دیا۔ تو ذوالجناح نے اپنا منہ پانی کے نزدیک کرلیا۔ امام نے فرمایا۔ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَاَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰہِ لَا اَذُوْقُ حَتّٰی تَشْرَبَ۔

Preseneted by Ziaraat.com

"ذوالجناح تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں لیکن خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پی لے"۔ (سبحان اللہ کیا شان ہے مولاؑ کی) حیوان نے یہ سن کر اپنا منہ پانی پر سے اٹھالیا۔ یعنی وہ اپنی زبان بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ مولا میں اس وقت تک پانی کو لب نہ لگاؤں گا جب تک آپ سیراب نہ ہو جائیں۔ امام نے فرمایا۔

اِشْرَبْ فَاَنَا اَشْرَبُ یعنی "اگر یہ بات ہے تو میں پی لیتا ہوں اس لئے اب تو بھی پی لے"۔ اس کے بعد آپ نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ کچھ ہوا جو گزر چکا۔ یہ واقعہ بھی آخر میں بیان کیا جائے گا۔

حسینؑ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اَلظُّلْمُ الظُّلْمُ مِنْ اُمَّۃٍ قَتَلَتْ اِبْنَ بِنْتِ نَبِیِّھَا۔ "میں اظہارِ ظلم و ستم کی فریاد کرتا ہوں اس امت سے جس نے اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا"۔ روایات کے مطابق اس قوم نے حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کے اہلِ بیت کو پانی کے وارثوں کی حیثیت سے متعارف کروایا۔

کتب مقاتل میں ایک ایسے ناقہ کا بھی ذکر ہے کہ جس پر سید الشہداءؑ صبحِ عاشورا سوار ہوئے اور پھر ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد آپ سواری سے نیچے تشریف لائے اور عقبہ ابن سمعان سے فرمایا کہ اسے لے جاکر باندھ دو۔ عصرِ عاشورا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس جانور نے اپنے سر کو اس قدر زمین پر مارا کہ اس کی

Preseneted by Ziaraat.com

موت واقع ہو گئی۔

دنیوی نعمتوں میں سیّد الشہداء علیہ السلام کا حصہ

اولیاء خدا کی خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انھیں دنیا کی محبت سے جدا رکھا ہو اور کمالات تھے انھیں تو دنیوی نعمات سے محظوظ و متمتع نہ کیا لیکن سید الشہداء ربِ ذو الجلال کے ایسے ولی برحق تھے جنہیں آب و طعام جیسی بنیادی ضروریات سے بھی محروم رکھا گیا اور ان کی لاش کو دشتِ کربلا پر بے گور و کفن چھوڑ دیا گیا۔ چونکہ قومِ جفاکار نے انھیں تین بنیادی ضرورتوں سے محروم رکھا اس لئے خدائے تبارک و تعالیٰ نے انھیں انہی تین فضیلتوں سے نوازا۔ یعنی ان کی یاد میں پیاسے کو پانی پلانا اور بھوکے کو کھانا کھلانا باعثِ اجرِ عظیم قرار دیا گیا اور ان کے لئے قیامت تک کے لئے ایک ایسا مکان قرار دیا جو مرجعِ خلائق رہے گا۔

خداوندِ عالم نے شبِ عاشورا قبرِ مطہر کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلانے میں عظیم ثواب پوشیدہ رکھا جیسا کہ روایت ہے کہ جو شخص عاشور کی رات قبرِ سید الشہداءؑ کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلائے گویا اس نے لشکرِ حسینؑ کو سیراب کیا ہے۔ اس حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پانی پلانے کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ اس عمل کا ثواب قیامت کے دن اس وقت اور زیادہ ہوگا جب اہلِ محشر پیاس سے بے چین ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ امام رضا

[illegible]

Preseneted by Ziaraat.com

وجان کے شیعہ ہر مقام اور ہر شہر میں امام حسینؑ کی سبیل قائم کر کے پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں بلکہ درحقیقت پانی کی سبیل امام حسینؑ ہی کے نام سے مخصوص ہو گئی ہو۔

بالکل اسی طرح سید کونینؐ کے نورِ نظر کی یاد میں کھانا کھلانا بھی عظیم ثواب کا موجب ہے۔ محرّم کا مہینہ آتے ہی عزاداری سید الشہداءؑ میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ مسلسل تمام سال جاری رہتا ہے۔ اگر سال بھر کے دوران عزائے سید الشہداءؑ میں کھانا کھلانے کے اخراجات کو ایام پر تقسیم کر دیا جائے تو ایک محتاط اندازے کے مطابق کوئی بعید نہیں اگر اس مد میں روزانہ تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو جاتا ہو۔

توضیح مطلب:

۱۔ واضح ہو کہ اخراجات کا یہ تخمینہ ۱۳۱۳ ہجری یعنی آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے کا ہے یعنی جب اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا جبکہ اصل کتاب ۱۳۰۷ ہجری سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔ (مترجم)

چونکہ آپؑ کا جسدِ مطہر بے گور و کفن زمینِ کربلا پر پڑا رہا اس لئے خداوندِ عالم نے اس کے لئے بھی ایک اجر قرار دیا۔ اس سلسلے میں حضرت جبرئیلؑ ربِ جلیل کی طرف سے یہ خبر لے کر آئے۔ جناب سید سجادؑ علیہ

Preseneted by Ziaraat.com

السلام جناب بی بی زینب خاتونؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ خداوندِ عالم نے حسینِؑ مظلوم کو اس کے صلہ میں ایک ایسی عظیم المرتبت قبر و بارگاہ عطا کی جس کی رفعت و شوکت میں قیامت تک اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ ذرا غور تو فرمائیں کہ مکہ مکرمہ اور دیگر مشاہدِ مشرفہ کا تعمیراتی کام ایک نہ ایک دن مکمل ہو کر رک جاتا ہے لیکن جناب سید الشہداءؑ کا مقبرہ تعمیر ہونے کے بعد ایک دفعہ متوکل کے ہاتھوں منہدم ہوا۔ لیکن پھر اسی نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد آنے والے خلفاء اور سلاطین اپنے اپنے زمانے میں مسلسل حرمِ مطہر کی تعمیر و تزئین میں مصروف رہے۔ کاریگر اور نقاش ہر دور میں اسے سونے اور آئینہ کاری سے زینت بخشتے رہے۔ جب میں نے اس مقدس سرزمین پر سکونت اختیار کی اس وقت میری عمر پانچ سال تھی اور اب میری عمر ساٹھ برس ہو گئی ہے لیکن اس دوران میں نے کبھی دیکھا اور نہ سنا کہ تعمیری کام موقوف ہوا ہو۔ (۱۲۹۵ھ) جب میں کربلا میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے وارد ہوا اس وقت میری عمر تقریباً ۲۶ سال تھی۔ میں تقریباً ۱۰ برس تک کربلا میں مقیم رہا۔ اس کے بعد ۱۳۰۲ ہجری میں آذربائیجان واپس چلا گیا۔ اس تمام عرصے میں بارگاہِ عرش مکان میں مسلسل تعمیری کام جاری رہا۔ صحنِ مطہر کے سردابوں، چھوٹے صحن کا فرش، کاشی کاری، صحن کے بعد دروازے، حرمِ حضرت عباس علیہ السلام کے صحن اور گنبدِ مطہر پر یکے بعد دیگرے کام

Preseneted by Ziaraat.com

ہوتا رہا) یہ تعمیراتی کام روزِ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا جیسا کہ سیّد السّاجدین علیہ السلام کو حضرت زینب سلامُ اللہِ علیہا حدیث اُمِ ایمن بیان کرتے ہوئے قتل گاہ میں فرماتی ہیں۔

زمانِ حمل سے قیامت تک کی خصوصیات

ان تکریمات و احترامات کا بیان جنہیں حضرت سید الشہداءؑ کے لئے حمل ولادت حین قیامت تک کے لئے مخصوص کردیا ہے۔ عنایاتِ ربانی کی تجلی سب سے پہلے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب آپ اپنے والدہ گرامی حضرت صدیقۂ طاہرہ سلامُ اللہِ علیہا کے بطنِ مطہر میں تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا یہ قول اس امر پر دلیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَرٰی فِیْ مُقَدَّمِ وَجْھِکِ ضَوْءً وَسَتَلِدِیْنَ حجۃ لِھٰذَا الْخَلْقِ۔ "بیٹی میں تیری پیشانی میں ایک نور دیکھ رہا ہوں۔ بہت جلد تیرے بطن سے اس خلقت کے لئے ایک حجت پیدا ہوگا"۔ جبکہ ایک اور مقام پر خود جناب صدیقۂ طاہرہؑ فرماتی ہیں۔

کُنْتُ لَا اَحْتَاجُ اَیَّامَ حَمْلِیْ بِہٖ فِیْ بَیْتِ الْمُظْلِمِ اِلٰی مِصْبَاحٍ "جب تک یہ مولود میرے بطن میں رہا اس وقت تک مجھے گھر کی تاریکی میں چراغ کی ضرورت نہ تھی"۔ آپ فرماتی ہیں۔ کُنْتُ اَسْمَعُ التَّقْدِیْسَ وَالتَّسْبِیْحَ مِنْہُ فِیْ بَطْنِیْ "میں اپنے بطن میں اس مولود کی

Preseneted by Ziaraat.com

تسبیح و تقدیس کی آوازیں سن رہی ہوں"۔ روایت میں جناب سیدہ کونین کا یہ قول بھی درج ہے جہاں آپ نے فرمایا۔ اِنّی کُنْتُ اِذَا نُمْتُ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ شَخْصَیْنِ نُوْرَانِیَّیْنِ یَقْرَأٰنِ عَلَیَّ۔

"میں جب بھی سوتی تو خواب میں دو پُرنور چہروں کو دیکھتی جو مجھ پر قرآن کی تلاوت کرتے تھے"۔ جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خود بھی پانی پر قرآن کی تلاوت کرتے اور اسے جنابِ سیدہؑ پر چھڑکتے تھے۔

ولادتِ حسینؑ پر عالمِ بالا میں خوشی اور مبارکبادی

عرشِ الٰہی اس ولادتِ باسعادت کے موقع پر مسرور تھا۔ خداوندِ عالم نے اسی موقع پر اپنی مخلوقات پر پانچ مرتبہ وحی کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ربُّ العزت رضوانِ جنت کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔
اَنْ زَخْرِفِ الْجِنَانَ وَطَیِّبْھَا کَرَامَۃَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ۔

"اس مولود کے احترام میں جنت کو آراستہ و پاکیزہ کرو جو میرے حبیبؐ کے لئے ہوا ہے"۔

۲۔ خداوندِ عالم نے حورالعین کو وحی کی۔ تَزَیَّنَّ وَتَزَاوَرْنَ لِکَرَامَۃِ مَوْلُوْدٍ لِمُحَمَّدٍ "خود کو اور دوسروں اس کے احترام میں آراستہ کرو جسے ہم

Preseneted by Ziaraat.com

نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیدا کیا ہے"۔

۳۔ ملائکہ کے لئے حکم ہوا۔

قُوْمُوْا صُفُوْفاً بِالتَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّمْجِیْدِ وَالتَّکْبِیْرِ لِکَرَامَۃِ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ لِمُحَمَّدٍ "اے ملائکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیدا ہونے والے اس مولود کے احترام میں اٹھو تسبیح وتحمید وتمجید وتکبیر کے لئے صفیں باندھو"۔

۴۔ ربِّ ذوالجلال نے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر اس طرح وحی کی۔

اَنْ اھبِطْ اِلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَآلِہٖ وسلّم فِیْ اَلْفِ قبیلٍ وَالقبیلُ اَلْفُ اَلْفِ مَلَکٍ عَلٰی خیلٍ ابلقٍ مُسَرَّجۃٍ عَلَیْھا قِبَابُ الدُّرِّ والیاقوتِ منھم الرُّوحانِیُّوْنَ بِاَیْدِیْھِمْ حِرَابٌ من نورٍ اَنْ ھَنُّوْا مُحَمَّداً لِمَوْلُوْدِہٖ۔

"اے جبرئیل! ایک ہزار ایسے قبائل ملائکہ کے ساتھ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اترو جن میں سے ہر قبیلے میں ایک ہزار فرشتے ہوں وہ سب ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں" ان کی زینیں دُر و یاقوت سے مرصّع ہوں" ان کے ساتھ ایسے روحانی فرشتے بھی ہوں جو اپنے ہاتھوں میں نور کے فانوس لئے ہوئے ہوں۔ سب مل کر میرے حبیبؐ کو بچے کی ولادت کی مبارکباد پیش کرو"۔ ذیل میں ان چند مواہب الٰہی کا ذکر

Preseneted by Ziaraat.com

کیا جا رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم اس مولود کو کتنا عزیز رکھتا ہے۔

حضرت حسینؑ پر الطافِ الٰہی۔ ایک مختصر نظر

۱۔ ولادت کے بعد جب نام رکھنے کی ضرورت پیش آئی تو خداوندِ جلیل نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا۔ فَاَخْبِرْہُ اِنِّیْ سَمَّیْتُہُ الْحُسَیْنَ "میرے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو خبر کردو کہ میں نے اس مولود کا نام حُسینؑ رکھا"۔ یعنی خداوندِ عالم نے خود اس نام کو پسند کیا۔ بہ تحقیق کہ ربِ جلیل نے اپنی کتاب میں بھی حسینؑ کا ذکر کیا اور ان کے لئے خصوصی اوصاف قرار دیئے۔ روایات سے ظاہر ہے پروردگار نے آسمانوں میں بھی سیدالشہداءؑ کے لئے مخصوص نام مقرر کئے ہیں۔

۲۔ خداوندِ عالم نے جناب سیدالشہداءؑ کے مصائب کے بیان میں بھی خصوصی اہتمام برتا۔ ربِ جلیل نے اس حدیث میں جہاں امام حسینؑ کا نام مقرر کیا، حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر اُتر کر پہلے آسمانِ نبوت کے آفتاب کو اس ولادت پر مُبارکباد پیش کرو اور پھر اطلاع دو۔ عَزِّہٖ وَقُلْ اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ "اور پہلے انہیں تعزیت پیش کرو پھر کہہ دو کہ آپ کی اُمت جلد اسے قتل کردے گی"۔

۳۔ خداوندِ عالم کو حُسین علیہ السلام کی خاطر اتنی عزیز تھی کہ اس نے

Preseneted by Ziaraat.com

پیدائش کے وقت جنّت کی حُوروں میں سے بہترین حُور کو دیگر حوروں کے ساتھ قابلہ (دائی) بنا کر بھیجا۔

۴۔ بارگاہِ احدیت میں حسینؑ کے احترام کا یہ عالَم تھا کہ حسینؑ کا جھولا جھلانے والا فرشتہ بھی بارگاہِ ذوالجلال میں تقرب کی منزل پر فائز تھا۔ جب ملک فطرس پر عتاب نازل ہوا تو اس نے حسین علیہ السلام کے گہوارہ میں پناہ حاصل کی۔

۵۔ خداوندِ عالَم نے حضرت میکائیلؑ اور دیگر ملائکہ کو حسینؑ کا گہوارہ ہلانے پر مقرر کیا۔

پروردگارِ عالَم کو حُسینؑ اتنا محبوب تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ اس وقت تک حسینؑ کو لوری سناتے رہو جب تک حسینؑ نہ سو جائیں۔

۶۔ جہاں تک حسینؑ کو دودھ پلانے کا سوال ہے اگرچہ جناب صدیقہؑ کُبریٰ سیدۂ طاہرہ سلامُ اللہِ علیہا کا دودھ حسینؑ کے لئے انتہائی باعثِ شرف و فضیلت تھا لیکن مقامِ مُنتہیٰ مرتبت کی افضلیت کی بناء پر خداوندِ عالَم نے یہ اہتمام کیا کہ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی زبان اور انگشتِ مُبارک حُسینؑ کے منہ میں دی تو اس سے دودھ اور غذا جاری ہوگیا۔ اس موضوع کی تائید میں حضرت جابر کا وہ جملہ نقل کیا جاتا ہے جو سیدالشہداءؑ کی زیارت کرتے ہوئے ان کی زبان سے جاری ہوا۔

Preseneted by Ziaraat.com

جابر فرماتے ہیں۔

غذتک ید الرحمۃ ورضعت من ثدی الایمان وربیت فی حجر الاسلام۔

"تجھے رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں سے غذا دی گئی۔ تجھے ایمان کے پستان سے دودھ پلایا گیا اور اسلام کی آغوش میں تربیت پائی"۔

اس بارے میں سید بحرالعلوم فرماتے ہیں۔

للہ مرتضع لم یرتضع ابداً من ثدی انثی ومن طٰہٰ مراضعہ

"یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسا شیرخوار بچہ بھی پیدا کیا جس نے کبھی کسی ماں کا دودھ نہیں پیا بلکہ حضرت طٰہٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک اور انگلیوں سے دودھ اور غذا فراہم کردی۔ (اللہ اکبر)

۷۔ خدائے تبارک وتعالیٰ نے مظلوم کے پہننے کے لئے جنت سے خصوصی پوشاک بھیجی۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے یہ لباس پہنایا اور فرمایا۔

ھذہ ھدیۃ اھداھا ربی للحسین وانا البسہ ایاہ وان لحمتھا من زغب جناح جبرئیل۔

Preseneted by Ziaraat.com

"یہ لباس جسے میں پہنا رہا ہوں حسینؑ کے لئے میرے پروردگار کی طرف سے ہدیہ ہے جسے جبرئیلؑ کے نازک پروں سے بنایا گیا ہے"۔

۸۔ قبرِ مطہر کو خداوندِ عالم نے یہ عزت بخشی کہ دفن سے قبل حضرت آدمؑ سے لے کر جناب خاتم الانبیاءؐ تک ہر نبی نے اس قبر کی زیارت کی۔ سیدالشہداءؑ کے علاوہ کسی مولود کو تاریخِ عالم میں یہ سعادت حاصل نہ ہوئی کہ شہادت سے قبل ان کے قبر کی زیارت کی گئی ہو۔

۹۔ ہرنی اور اس کے بچے کا واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں حسینؑ کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو کتنی عظیم منزلت حاصل ہے۔ جلد ہی واقعہ کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

۱۰۔ حضرت حسین علیہ السلام کا خون بارگاہِ ذوالجلال میں اتنا محترم ہے کہ خداوندِ عالم نے ایک فرشتے کو اس امر پر مامور کیا کہ وہ ایک شیشی میں مظلومِ کربلا کا خون جمع کرے۔

۱۱۔ جناب سیدالشہداء علیہ السلام کے مصائب پر بہنے والے آنسوؤں کی حرمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ پروردگار نے ملائکہ کو اس امر پر مقرر کیا کہ وہ غمِ حسینؑ میں بہنے والے آنسوؤں کو جمع کرکے بہشت کے خزانوں کے سپرد کردیں تاکہ وہ انہیں آبِ حیوان میں مخلوط کردیں۔

۱۲۔ خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام پر رونے والی آنکھوں کے لئے قرار دیا کہ انہیں نہ کبھی تنگی دامن گیر ہوگی اور نہ ہی ذلت۔

Preseneted by Ziaraat.com

۱۳۔ حسینؑ کے غم میں منعقد ہونے والی مجالسِ عزا کو بھی بے حد فضیلت حاصل ہے۔ اس کی تفصیل مجلسِ عزا کی خصوصیات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

۱۴۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے حسین علیہ السلام کی شفاعت کو بے حد اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے پیدائش کے وقت انہیں ملائکہ کے لئے شفیع قرار دیا۔ جبکہ روزِ قیامت دیگر ائمۂ معصومین علیہم السلام کی شفاعت بنی نوعِ انسان کے لئے مخصوص ہوگی۔ حسینِ مظلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ انسانوں اور ملائکہ دونوں کی شفاعت کریں گے۔

۱۵۔ خداوندِ عالم نے حسینؑ مظلوم کی قبر کی مٹی کو محترم قرار دیا۔ روایات میں تربتِ سید الشہداءؑ کی حد تو کم سے کم ۲۵ گز اور زیادہ سے زیادہ چار فرسخ بتائی گئی ہے۔ یہ تربت قبرِ مطہر سے جتنی نزدیک ہوگی اس کی فضیلت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ جب زمین تخلیق پا رہی تھی تو آپ نے اس پاک زمین کو اپنی قبر کے لئے پسند کیا۔ آپ جس وقت سفر کے ارادے سے مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت آپ نے اسی امر کی خبر دی تھی۔ اس پاکیزہ مٹی کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

تربتِ قبر شریف کی خصوصیات

۱۔ اس کی فضیلت کعبہ سے زیادہ ہے۔ کعبہ اور کربلا کے تفاخر کی حدیث

Preseneted by Ziaraat.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کا مقام کیا ہے؟ کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کربلا، نجف اشرف سے افضل ہے لیکن خود قبر مطہرِ امیرالمومنینؑ سے افضل نہیں۔

۲۔ سندِ معتبر سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خلاقِ عالم نے کربلا کی زمین کو خلقتِ کعبہ سے چوبیس ہزار سال پہلے خلق کیا ہے اور اس زمین کو پاک و مبارک قرار دیا۔

۳۔ اسی معصوم سے متعدد اسناد کے ذریعے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے تخلیقِ کائنات سے پہلے کربلا کی زمین کو ایک مقدس اور مبارک زمین کی حیثیت سے پیدا کیا۔ یہ زمین اس وقت تک اسی طرح مقدس و مبارک رہے گی جب تک خدائے تعالیٰ اسے بہشت کی زمینوں اور ہر مکان سے زیادہ افضل قرار دے۔ خدائے تعالیٰ بہشت میں اپنے اولیاء کو اسی مکان میں ٹھہرائے گا۔

۴۔ خدائے تعالیٰ نے اس پاک تربت کو روضہ ہائے جنت میں سے ایک روضہ قرار دیا۔

۵۔ جنابِ سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں جب زلزلہ اور قیامت کے آثار برپا ہوں گے، خداوندِ عالم کربلا کی زمین کو اس کی نورانی اور پاک مٹی کے ساتھ اٹھا کر روضہ ہائے بہشت میں سے ایک بہترین روضہ میں قرار دے گا۔ یہ زمین جنت کے باغات میں اس طرح چمکے گی۔ جس طرح

Preseneted by Ziaraat.com

ستاروں کے درمیان روشن ستارے چمکتے ہیں۔ اس کا نور اہل بہشت کی آنکھوں کو خیرہ کردے گا اور یہ زمین پکار کر کہے گی کہ میں خدا کی وہ پاک ومقدس زمین ہوں جو جوانانِ جنت کے سردار اور سید الشہداءؑ کے پاک واطہر جسد کو سمیٹے ہوئے ہے۔

۶۔ جو استغفار تربتِ سید الشہداءؑ کی تسبیح پر پڑھی جائے خداوندِ عالم اس کے ثواب کو ستر گنا بڑھا دیتا ہے۔

۷۔ اگر تربتِ سید الشہداءؑ سے بنی ہوئی تسبیح کے دانوں کو ذکر کے بغیر بھی گھمایا جائے تب بھی اس میں ذکر کا ثواب ہے۔ جیسا کہ سیّد بحرالعلوم اعلیٰ اللہ مقامہٗ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

اَکْرِمْ بِهَا مِنْ سُبْحَةٍ مُسَبِّحَةٍ

عَنْ حَامِلٍ یَحْمِلُهَا مُسَبِّحَةٍ

"قابلِ احترام ہے تربت کی بنی ہوئی تسبیح کہ وہ اپنے حامل کی طرف سے خود تسبیح بجالاتی ہے"۔

۸۔ جو شخص تربت کی تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک مرتبہ یہ کہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُسَبِّحُكَ وَاُمَجِّدُكَ وَاُهَلِّلُكَ وَاَحْمَدُكَ عَدَدَ مَا اُدِیْرُ بِهٖ سُبْحَتِیْ۔ "تو جب تک تسبیح اس کے ہاتھوں میں رہے گی اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ جناب سیّد سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ تربت کی تسبیح کو زیرِ سر رکھ کر اسی ذکر کو

Preseneted by Ziaraat.com

پڑھے تو صبح تک اسی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں رقم ہوتا رہے گا"۔

و۔ معاذ بن جبل نے یہ حدیث نقل کی ہے "یَقُّ السُّجُودَ عَلٰی تُرَابِهَا تَخرقُ الحُجُبَ السَّبعَة۔ حضرت حسینؑ مظلوم کی قبر کی خاک پر سجدہ کرنے سے عالم بالا کے سات پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے"۔ یہاں شاید سات آسمانوں کے حجاب مراد ہیں۔ یا شاید وہ سات کبیرہ گناہوں کے حجاب مراد ہیں جو اعمال کو بارگاہِ قبولیت تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قبرِ انور کی خاک پر سجدہ سات زمینوں کو نورانی بنا دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ثواب صرف قبرِ اطہر ہی کی خاک پر سجدہ سے مختص ہے یا مروجہ سجدہ گاہیں جو کربلا کی خاک سے بنائی جاتی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں؟ معاویہ بن عمار روایت کرتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس قبرِ مطہر کی خاک سے بھری ہوئی ایک تھیلی رہتی تھی۔ امام وہ خاک بچھا کر اس پر سجدہ کرتے تھے' اس سے ثابت ہوا کہ قبرِ مطہر کی خاک پر سجدہ کرنا مٹی کی افضلیت کی وجہ سے ہے جبکہ اس کے علاوہ دیگر خاک پر سجدہ کرنا استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔

ط۔ مٹی کا کھانا حرام ہے بلکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مٹی کا کھانا سُور کے گوشت کی مانند حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مٹی کھا کر مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں لیکن امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے شفا

Preseneted by Ziaraat.com

کی نیت سے کھایا جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے میں نیت کو اہمیت حاصل ہے۔
ابن ابی یعفور امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ
میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔
يَأْخُذُ الْإِنْسَانُ مِنْ طِيْنِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَام فَيَنْتَفِعُ بِهٖ
وَيَأْخُذُ غَيْرُهٗ فَلَا يَنْتَفِعُ بِهٖ۔

"کیا وجہ ہے کہ ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی اٹھاتا
ہے اور اس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے جبکہ ایک دوسرا شخص وہی مٹی
اٹھاتا ہے جس کا اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ امام علیہ السلام نے
جواب میں فرمایا۔
لَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا يَأْخُذُ اَحَدٌ وَهُوَ يَرٰى اَنَّ
اللّٰهَ يَنْفَعُهٗ بِهٖ اِلَّا نَفَعَهُ اللّٰهُ۔

"ایسا نہیں ہے۔ اس خدائے برحق کی قسم جس کے سوا کوئی اور
معبود نہیں جو شخص اس نیت سے اس خاک کو اٹھائے گا کہ خداوندِ عالم
اس کی برکت سے اسے فائدہ پہنچائے گا تو ایسا ہی ہوگا"۔ روایات سے
ظاہر ہے کہ اس خاک کا اثر اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب جن و شیاطین
اسے مس کرتے ہیں اس طرح اس خاک سے سجدہ گاہ بنانے کا بھی
خصوصی طریقہ موجود ہے۔
۱۱۔ احادیث میں منقول ہے جو شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک

Preseneted by Ziaraat.com

کو خوف سے محفوظ رہنے کی نیت سے تعویز اور حرزِ جان بنائے رکھے گا وہ خوف سے نجات پائے گا۔

۱۲۔ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر اس پاک مٹی کو مالِ تجارت میں رکھ دیا جائے تو وہ مال تجارت میں برکت کا باعث بنے گا۔

۱۳۔ حدیث میں ارشا ہوا۔ حَنِّکُوْا اَوْلَادَکُمْ بِتُرْبَةِ قَبْرِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَام، فَاِنَّهَا اَمَانٌ۔

"یعنی اپنی اولاد کے منہ کے ذائقہ کا آغاز حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک سے کرو۔ یعنی اپنے نومولود بچے کے منہ کے تالو پر حسینِ مظلومؑ کی تربت مل جائے کہ وہ بچے کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رکھتی ہے"۔

۱۴۔ اگر قبر میں میت کے ساتھ تربت رکھ دی جائے تو وہ میت کے لئے عذاب سے نجات کا ضامن ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک زناکار عورت اپنے پیدا ہونے والے بچوں کو جلا دیتی تھی۔ اس کی موت کے بعد اسے جتنی بار بھی دفن کیا گیا قبر نے اسے باہر پھینک دیا۔ کسی نے یہ ماجرا امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا ان کی ہدایت پر اس کی قبر میں تربت کی معمولی مقدار ساتھ رکھ دی گئی۔ اس کے بعد پھر قبر نے اسے باہر نہیں پھینکا۔

۱۵۔ کربلا کی تربت کو حنوط کے ساتھ مخلوط کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔

۱۶۔ کربلا میں میت کی تدفین جنت کی ضمانت ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

۱۷۔ حورالعین زمین پر اترنے والے ہر فرشتے سے درخواست کرتی ہیں کہ انہیں کربلا کی تربت ہدیہ کی جائے۔

۱۸۔ ایک فرشتے نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کربلا کی تربت ہدیہ کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفسِ نفیس اس ہدیہ کو قبول کیا۔ کبھی کبھی جناب سید الشہداء بھی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خاک کو لے کر دیکھتے تھے۔ واقعہ کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی۔

۱۹۔ معتبر روایات کے مطابق واقعۂ کربلا سے پہلے سرزمینِ کربلا پر دو سو پیغمبر، دو سو اوصیاء اور پیغمبروں کی دو سو اولاد دفن ہوئیں جو تمام دشمنوں کے مظالم سہہ کر شہید ہوئے۔

۲۰۔ اس خاک کی تاثیر یہ ہے کہ اسے سونگھنے سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ واقعۂ کربلا سے پہلے بھی جب بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حسین علیہ السلام خود اس خاک کو سونگھتے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ اس کی تفصیل "اسبابِ گریہ" کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

۲۱۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت یہ خاک ہر مقام پر خون میں تبدیل ہو گئی۔ اس سلسلہ میں کتب مقاتل میں کثیر روایات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک روایت جسے ہر خاص و عام نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ

Preseneted by Ziaraat.com

شہرِ معراج جناب جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھوں سے کربلا کی سرزمین سے یہ خاک اٹھائی اور اسے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خاک جناب اُمّ سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اُمّ سلمہؓ اس خاک کی حفاظت کرنا۔ جس وقت یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا نورِ نظر حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے اس خاک کو ایک شیشی میں رکھا اور اسے ہر روز دیکھتی اور گریہ کرتی تھی۔ یہاں تک کہ دسویں محرم کو صبح کے وقت وہ خاک اپنی اصلی حالت پر تھی لیکن زوالِ آفتاب کے بعد جب میں نے نظر ڈالی تو وہ خاک تازہ خون میں تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے بلند آواز سے گریہ کیا۔ میں نے دیکھا شیشی میں تازہ خون ابل رہا تھا۔

مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ کربلا غم واندوہ کی سرزمین ہے۔ یہ کیفیت خصوصیت سے اس وقت اور شدید ہو جاتی ہے جب قبر جناب سید الشہداءؑ اور پائین پائے مبارک پر واقع شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی قبر پر نگاہ پڑتی ہے۔ روایات کے الفاظ میں اِنَّهٗ يَرْحَمُهٗ مَنْ نَظَرَ اِلٰى قَبْرِ اَبِيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ "جو شخص اس مظلوم کے نورِ نظر کی قبر پر جو پائے مبارک کے ساتھ واقع ہے۔ نگاہ ڈالے تو اس پر رحم کرتے ہیں" تو سوال یہ ہے کہ جب تم باپ اور بیٹے کی قبورِ مطہر پر نظر ڈالتے ہو

Preseneted by Ziaraat.com

اور چشمِ تصور میں ان کی اس کیفیت کو مجسم کرتے ہو تو کیا تمہارے دل میں بھی رحم کے ایسے ہی احساسات پیدا نہیں ہوتے۔

۲۱۔ روایت میں وارد ہے: اَنَّ کُلَّ مَلَکٍ اَتٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ کَانَ مَعَہٗ شَیْءٌ مِّنْ تُرْبَۃِ کَرْبَلَا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو اترنے والے تمام فرشتے کربلا کی خاک اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اسی طرح کربلا کی زیارت کرنے والے ہر پیغمبر نے کربلا کی کچھ خاک تبرکاً ساتھ لی اور اپنے بدن کو اس پاک خاک سے مس کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ زمین قیامت تک ہر پیغمبر کی زیارت گاہ تھی اور رہے گی۔

حضرت حسینؑ کی تذلیل کرنے والے خود ذلیل ہو گئے

بارگاہِ احدیت میں سید الشہداءؑ کے تقرب کا یہ عالم تھا کہ توہین کی ہر کوشش ان کی فضیلتوں میں مزید اضافہ کر دیتی۔ جب بھی کسی نے ان کی تذلیل کی سعی کی تو اس کا یہ عمل ان کی فضیلت کا باعث بنتا اور تذلیل کی یہ کوشش توقیر سے بدل جاتی۔ اسی مطلب کی تائید میں تقریباً چالیس واقعات مشہور ہیں۔

ان واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے ان افراد کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا پڑے گا جنہوں نے ہمیشہ ان کی تذلیل کی اور ان کے خلاف

Preseneted by Ziaraat.com

جنگ کرنے کا کوئی موقع فروگزاشت نہ کیا۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ جناب سید الشہداءؑ کی تضحیک و تذلیل ایک الگ موضوع ہے جبکہ ان کے خلاف قتال و جدال ایک دوسرا عنوان ہے۔ خداوندِ عالم کے الطاف و اکرامِ خاصہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اولیاء کو ایسی ذلت آمیز صورتحال سے دوچار نہیں کرتا جس کی وجہ سے دل ان سے متنفر ہو جائیں۔ اسی امر کے پیش نگاہ ربِّ جلیل نے ان ذواتِ مقدسہ کو صولت و ہیبت اور وقار و حکمت عطا کی۔ یہ خصوصیات خاص طور سے مظلومِ کربلاؑ کے حوالہ سے انتہائی اہم ہیں۔ ذیل میں ان واقعات میں سے چند کی طرف سرسری طور پر اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ معاویہ امامِ مظلوم علیہ السلام کے دشمنوں میں سرفہرست تھا لیکن مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کے نام وصیت میں یوں کہتا ہے۔

اِنِّی اَخَافُ علیکَ مِنَ الْحُسینِ بْنِ علیٍّ لٰکِنْ اِذَا ظَفَرْتَ بِہٖ وَاعِ حَقَّہٗ فَاِنَّہٗ فِلْذَۃُ کَبِدِ رسولِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وَاٰلِہٖ۔

"مجھے تیری نسبت حسین بن علیؑ سے خوف ہے۔ لیکن جب تو ان پر فتح پائے تو ان کے حق کا خیال رکھنا کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جگر ٹکڑا ہیں۔

۲۔ مدینہ کا حاکم ولید وہ پہلا شخص تھا جس نے امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ وہ کہتا ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَبْتَلِیَ بِدَمِہٖ "میں حسینؑ کا

Preseneted by Ziaraat.com

خون بہانے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں"۔

۳۔ عمر بن سعد ملعون خانوادۂ رسالت کے خلاف جنگ سے متعلق اپنے اشعار میں کہتا ہے۔

أَأَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ وَالرَّيُّ مُنْيَتِي

أَوْ أَصْبَحُ مَأْثُومًا بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

وَفِيْ قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِيْ لَيْسَ دُوْنَهَا

حِجَابٌ وَمُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيْنٍ

"میرے سامنے دو راستے ہیں ایک تو یہ کہ میں ملک رے کی پیشکش کو قبول نہ کروں حالانکہ رے کی حکومت میری آخری آرزو ہے۔ دوسری راہ یہ ہے کہ میں حسینؑ کے قتل کا گناہ اپنے سر لے لوں اور ایسی آتشِ جہنم کا سامنا کروں جس سے بچنا ممکن نہیں۔ جبکہ رے کی حکومت میری آنکھوں کا نور ہے"۔

۴۔ شمر لعین نے ایک طرف کربلا میں حُسینِ مظلوم علیہ السلام پر حملے کا حکم دیا اور دوسری طرف مظلومِ کربلا کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اِنَّهُ کُفْوٌ کَرِیْمٌ لَیْسَ الْقَتْلُ بِیَدِہٖ عَارًا"۔ "وہ ایک کریم و شریف انسان ہے اس کے ہاتھ سے قتل ہوجانا باعثِ عار و ذلّت نہیں"۔

۵۔ تاریخ نے شمر ملعون کے وہ الفاظ محفوظ کرلئے جب وہ گردنِ اطہر پر

Preseneted by Ziaraat.com

خنجر چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اَقْتُلُکَ وَاَعْلَمُ اَنَّ الْخَصْمَ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی "میں آپ کو اس یقین کے ساتھ قتل کر رہا ہوں کہ خداوندِ علیِّ اعلیٰ میرا دشمن بن جائے گا"۔

۶۔ جس شقی نے امامؑ کے کٹے ہوئے سرِ مبارک کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

اِمْلَاءُ رِکَابِیْ فِضَّۃً اَوْ ذَھَبَا

اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبًا

"میرے رکاب کو سونے یا چاندی سے بھر دو کہ میں نے سیّدِ بزرگوار کو قتل کیا۔ میں نے اس انسان کو قتل کیا جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے انسانوں میں بہترین تھا"۔ ابنِ زیاد یہ سن کر غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔

۷۔ جن افراد نے فرزندِ رسولؐ کے قتل میں براہِ راست حصہ لیا اور استخوان ہائے بدنِ مطہر کو ریزہ ریزہ کیا انہوں نے بھی سیّدالشہداء علیہ السلام کی مدح میں اشعار کہے۔

۸۔ یزید ملعون نے سیّدالشہداء علیہ السلام کی اس وقت مدح کی جب سرِ انور طشت میں اس کے سامنے رکھا گیا تھا۔

Preseneted by Ziaraat.com

درجِ بالا مواد وہ ہیں جہاں خود قاتلوں نے حسینؑ بن علی علیہ السلام کی مدح سرائی کی ہے۔ لیکن بے شمار مواقع پر ظالموں نے طنز و طعنہ اور الفاظ کے نشتروں سے سیدا لشہداءؑ کو اذیت پہنچائی۔

۹۔ ایسے ہی ایک موقع پر روزِ عاشورا ایک شقی نے مظلومؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا۔ یَاحُسَیْنُ اَبْشِرْ بِالنَّارِ "یا حسینؑ میں تجھے آتشِ جہنم کی بشارت دیتا ہوں"۔ جیسے ہی اس شقی نے اس توہین کا ارتکاب کیا۔ خداوند عالم نے اس کو سزا دی۔ اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ زین سے اس طرح گرا کہ اس کا پاؤں رکاب ہی میں پھنسا رہا۔ گھوڑا اسے کھینچے ہوئے بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے اس خندق میں گرا دیا جہاں آگ روشن تھی۔

۱۰۔ عاشورا ہی کے دن ایک اور ظالم نے جسارت کرتے ہوئے کہا۔ یَاحُسَیْنُ اَیُّ حُرْمَةٍ لَکَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اے حسینؑ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نزدیک آپ کی کیا حُرمت باقی رہ گئی۔ اس کے فوراً بعد جب وہ شقی رفعِ حاجت کے واسطے باہر آیا۔ ایک سانپ نے اسے کاٹا اور وہ کُفرِ معنوی اور نجاستِ ظاہری کی حالت ہی میں واصلِ جہنم ہوا۔

۱۱۔ ایک اور ظالم نے سیدا لشہداء علیہ السلام کی تضحیک کے ارادے سے کہا۔ اُنْظُرْ اِلَی الْمَآءِ فَلَا تَذُوْقُ حَتّٰی تَمُوْتَ عَطْشًا پانی کی

Preseneted by Ziaraat.com

طرف تو دیکھو (کہ کیسی فراوانی سے بہہ رہا ہے) لیکن اس کا ایک قطرہ بھی نہ چکھ سکوگے اور پیاسے ہی موت آجائے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے فوراً ہی اس کے لئے بددعا کی اور فرمایا۔ "اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا" "پروردگار اس شخص کو پیاسا ہی ہلاک کردے"۔ فوراً ہی اس کی کیفیت یہ ہوئی کہ آواز دیتا ہائے پیاس۔ پھر ایک گھونٹ پانی پیتا اور دوبارہ پھر وہی آواز دیتا ہائے پیاس یہاں تک کہ پانی پی پی کر اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ پیاسا ہی دم توڑ گیا۔

حضرت حسین علیہ السلام کیلئے بہشتی میوے اور غذا

مقام تقرب حسین سیدالشہداء علیہ السلام کا عالم یہ تھا کہ جب بھی غذا یا میووں کی فرمائش کرتے' خداوندِ عالم بہشت سے انواع واقسام کی غذائیں اور میوے نازل فرماتا۔ منجملہ واقعات میں سے وہ واقعہ مشہور ہے جب خداوندِ منّان نے بہشت سے کھجوریں' پانی اور سیب کے تحفے بھجوائے۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی بہشت سے آپ کے جدِّ بزرگوار جناب پیغمبر اکرمؐ، پدرِ گرامی علی مرتضیٰؑ، والدۂ معظمہ جناب سیدۂ کونینؑ اور بھائی حسنِ مجتبیٰؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے لئے خوان ہائے نعمت اترے وہ آپ ہی کی خواہش پر تھے۔ یا پھر مخصوصاً آپ ہی کے لئے نازل ہوئے تھے۔

Preseneted by Ziaraat.com

حضرت حسین علیہ السلام کیلئے بہشتی لباس کا ہدیہ

بارگاہِ الٰہی میں حسینِ مظلومؑ کے لباس کے لئے بھی خصوصی اہتمام تھا۔ خداوندِ عالم نے جنت سے ان دو شہزادوں کے لئے متعدد مواقع پر مختلف رنگوں میں جن کی تفصیل کتابوں میں درج ہے، خصوصی پوشاک بھجوائی۔ خداوندِ عالم نے خیاطِ بہشت سے مظلومِ کربلاؑ کے لئے خصوصی پوشاک کا اہتمام کیا۔ جنابِ ختمی مرتبتؐ نے اپنے دست ہائے مبارک سے یہ لباس چھوٹے نواسے کو پہنایا۔ جناب اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چھوٹے نواسہ کو ایسی پوشاک پہنائی جس کی نظیر دنیا میں موجود نہ تھی۔ میں نے اس لباس کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ لباس خداوندِ عالم نے حسینؑ کے لئے ہدیہ کیا ہے میں اپنے ہاتھوں سے حسینؑ کو پہنا رہا ہوں اور خداوندعالم نے یہ لباس حضرت جبرئیلؑ کے نازک پروں سے تیار کیا ہے۔

بعد قتل بھی جب جناب سیّدالشہداءؑ کی لاش دشتِ کربلا میں عریاں پڑی تھی، خداوندِ عالم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ جنت سے پوشاک لے جاکر حسینؑ کے زیب تن کی جائے۔ واقعہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں نقل کی جائے گی۔

Preseneted by Ziaraat.com

الطافِ خصوصی

Preseneted by Ziaraat.com
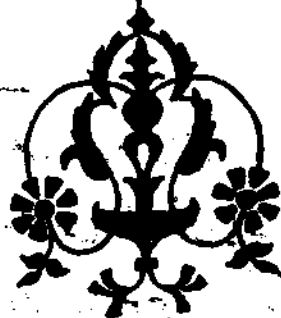
پانچواں باب

الطافِ خصوصی

یہ باب ان اکرام و الطافِ ربانی کے بیان کے لیے مخصوص ہے جنہیں پروردگار نے حضرت حسین علیہ السلام ہی کا حصہ قرار دیا۔ اپنی التفات و رحمتِ خاصہ کا مرکز بنایا۔ ربِّ ذُوالجلال نے حضرت حسین علیہ السلام کے سر پر اپنی رحمتِ کاملہ کا ہاتھ پھیرا۔ پروردگارِ عالم نے اپنی اس التفات کا اظہار دو طریقوں سے کیا ایک لطفِ خصوصی' دوسرا لطفِ عمومی۔

لطفِ خصوصی کو براہِ راست اپنے فیض و اکرام کا مصدر بنایا جس کا بیان قلم و زبان سے احاطہ ممکن نہیں' نہ اس کا تصور کر سکتا ہے۔ ان الطافِ الٰہی میں سے ایک خصوصی لطف یہ ہے کہ نو امام آپ ہی کی ذُرّیت میں قرار دیے۔

الطافِ عمومی

دوسرا لطف و کرم الٰہی جو ذاتِ بابرکت حضرت سیّدُ الشہداءؑ کی وجہ سے عوام الناس کو حاصل ہو رہا ہے اور دو جہاں میں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ربِّ ذُوالجلال نے حسین علیہ السلام کو وہ مخصوص مقام عطا کیا جس کے تصور و ادراک سے ہم عاجز ہیں۔ اس مقام کا ایک فروعی پہلو

Preseneted by Ziaraat.com

یہ ہے کہ اس نے امامت کو سیدالشہداءؑ کی ذرّیت کی خدمت کے لئے مخصوص کر دیا۔

مؤخر الذکر عام الطاف الٰہی کے نمونے بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے شفا کو تربت مطہر میں اور اجابت دعا کو ان کے گنبد کے نیچے قرار دیا۔ ان سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس نے اپنی رحمت عامّہ کو اپنے تمام بندوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ انسان کی تخلیق ہی اس لئے ہوئی تھی کہ اسے اپنے دامن فیض ورحمت میں جگہ دے۔ پھر اس نے ذات والا سیدالشہداءؑ کو اپنی رحمت کا ذریعہ قرار دیا۔ چونکہ خالق کائنات نے حسینؑ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حسینؑ سے قرار دیا اسی لئے جناب ختمی مرتبت فرماتے ہیں۔ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ پس معلوم ہوا کہ مظلوم کربلاؑ کی ذات، رحمت ایزدی کے نزول کا سبب ہے۔ وہ رحمت سے اور رحمت اس سے ہے۔ اسے دست رحمت نے غذا دی ہے۔ آغوش رحمت نے تربیت دی ہے۔ اس نے رحمت کی زبان سے دودھ پیا۔ اس کے خون اور گوشت وپوست نے رحمت سے نمو ونما پائی ہے۔ وہ رحمت کا نور نظر ہے۔ رحمت کی دو آنکھوں کا درمیانی پردہ ہے۔ رحمت کی خوشبو ہے۔ رحمت کا سینہ اس کے بیٹھنے کا مقام اور رحمت کے شانے اس کی سواری ہیں۔ رحمت کی پشت اس کا مرکب ہے۔

Preseneted by Ziaraat.com

نفس کی بازگشت رحمت کی طرف ہے۔ وہ رحمت کا خصوصی معدن اور اسبابِ رحمت کا مقامِ اجتماع ہے۔ وہ رحمت کے وسائل کا جمع کرنے والا اور رحمت کے چشموں کا منبع ہے۔ رحمت کی شاخیں اسی سے پھوٹتی ہیں۔ رحمت کے اسباب اسی کے وجود سے تخلیق پاتے ہیں۔ وہی فیوضاتِ رحمت کی چھاؤں ہے۔ رب کی رحمت و مغفرت اور اس کی رحمتِ واسعہ میں شمولیت اسی کی شفاعت کے بغیر نہیں۔ ذوالجلال کی صفت واسعُ الرّحمۃ کے زیرِ سایہ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مظلوم پر رحم کیا جائے۔ وہی رحمتِ موصولہ ہیں اور وہی رحمتِ مرحومہ بھی" تو کیا تمہارے دل میں بھی اس مظلوم کی نسبت رحم کے احساسات موجود ہیں؟ کیا تم نے بھی کبھی اس کی مصیبت پر آنسو بہائے؟ کیا کبھی تم نے کوشش کی کہ اس طرح تمہارا پروردگار تم پر رحمت و سلامتی نازل کرے؟ اور تمہارا رب تمہارے لئے یہ کہے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَاحِمَ الرَّحْمَۃِ۔

"اے صاحبِ رحم تیرا رب تجھ پر سلامتی بھیجتا ہے۔ اے رحمتِ خدا پر رحم کرنے والے تیرا رب تجھ پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے"۔

Preseneted by Ziaraat.com

سیدالشہداءؑ وسیلۂ بزرگ رحمتِ الٰہیہ ہیں

اس موضوع کے تحت خداوندِ عالم کی ان رحمتوں اور برکات کا اجمالی ذکر ہوگا جو حسین علیہ السلام کے طفیل نازل ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ان برکات کی عمومیت کی وضاحت اور دینی و شرعی اعمال و خصوصیات سے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ لیکن بحث کے آغاز سے پہلے ہم اس سلسلے میں ایک تمہید باندھنا چاہتے ہیں جسے دو مرحلوں میں پیش کیا جائے گا۔

تمہیدِ اوّل

خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے۔ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ظاہری معنٰی یہ ہیں کہ "کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم نے اسے خودسر اور بے لگام چھوڑ رکھا ہے"۔ پس اے انسان یہ خیال ذہن میں نہ لانا کہ تیری خلقت عبث ہے اور تجھے بلا مقصد ہی دنیا سے چلے جانا ہے۔ تیرا پیدا کرنے والا حکیم، قادر اور غنی ہے۔ وہ اس امر سے منزہ ہے کہ کسی شے کو عبث خلق کرے۔ اے انسان ذرا اپنی تخلیق پر غور تو کر۔ کیونکہ جب کچھ نہ تھا تو ایک خطاب تکوینی کے ذریعے اول مخلوق وجود میں آئی۔ ایک امر کے ذریعے تو مٹی میں تبدیل ہوا اس کے بعد ایک خطاب کے ذریعے نباتات وجود میں آئے اس کے بعد غذا پیدا ہوئی۔ ایک خطاب نے تجھے نُطفَہ میں تبدیل کیا۔ ایک خطاب نے تجھے عَلَقَہ یعنی جمے ہوئے

Preseneted by Ziaraat.com

خون میں بدل ڈالا پھر ایک امر سے تو مُضغہ میں تبدیل ہوا۔ ایک خطاب سے تیرے وجود میں ہڈیاں خلق ہوئیں۔ پھر ایک امر کے بموجب ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا۔ ایک خطاب نے تجھے مکمل انسان کی شکل میں پیدا کیا اس کے بعد تجھے حس اور دیگر قویٰ عطا کیے گئے۔

پروردگارِ عالم کے یہ تمام خطابات تکوینی ہیں جن کا تعلق تیری خلقت سے ہے۔ جب ان خطابات کے بموجب تیری خلقت مکمل ہوئی تو پھر تجھ پر تکلیفی احکام عائد ہو گئے۔ ان تکلیفی احکامات کے ضمن میں تجھے الگ قسم کے فروعی احکامات کا بھی پابند کیا گیا۔ غرض یہ کہ تو اپنے بدن اور مال کے تعلق سے چند اعتقادات' صفات اور واجبات کی ادائیگی پر مکلف ہے۔ اسی طرح بعض خطابات کے بموجب تجھے بعض کردار' افعال' اقوال اور اموال سے اجتناب کا پابند بنایا گیا اور تاکید کی گئی کہ پہلے ان تعلیمات کو ذہن نشین کرے اور پھر اس پر عمل کرے۔ اس کے بعد ایک خطاب کی بناء پر تجھے ترغیب دلائی گئی تاکہ تو اطاعتِ رب اور نیکیوں پر عمل کرنے میں پیش قدمی کرے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرے' اس راہ پر ثابت قدم رہے جو اسے معبود تک پہنچاتا ہے اور خدا کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہے۔ خدا کو قرض دینے میں' خدا کا تقویٰ اختیار کرنے میں' خدا کی راہ میں مجاہدت اور اس کی مغفرت کی طلب میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ خداوندِ علیِ اعلیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام میں ان تمام

Preseneted by Ziaraat.com

موارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں حکم دیتا ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ "پس نیکیوں میں تم ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو"۔

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ "اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو"۔

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ "(عوام الناس کو) اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ"۔

أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ "اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ"۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ "اور زادِ راہ کا اہتمام کرو کہ بہترین توشہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے"۔

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا "خدا کو قرض دو قرضۂ حسنہ کے طور پر"۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ "اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں"۔

قرآن مجید میں ایسی متعدد آیات موجود ہیں جن میں احکام کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تجھے ایسے خطابات کا مکلف قرار دیا جو تکوینی ہیں۔ ان خطابات کا تعلق اس وقت سے ہے۔ جب تیری زندگی کا سورج ڈوب رہا ہو۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ قادرِ ذوالجلال تیری روح کو مخاطب فرمائے گا کہ اب تو اس جسد کو چھوڑ دے۔ اس خانۂ بدن کو ترک کردے اسی وقت تیرا جسد بے روح ہو جائے گا۔ تیری تمام طاقتیں سلب ہو جائیں

Preseneted by Ziaraat.com

گی۔ تیری آنکھ کی روشنائی تاریکی سے بدل جائے گی۔ تیرے کان سماعت سے اور تیری زبان گویائی سے محروم ہو جائیں گی۔ تجھے خطاب ہوگا کہ اپنے تمام مال واملاک کو، ان تمام چیزوں کو جنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور جن پر تمہارا تصرّف واختیار ہے۔ یکایک چھوڑ دو۔ پس اس خطاب کے ساتھ ہی یہ تمام اُمور واقع ہو جائیں گے۔ تو پکارنے والے کی اس آواز سے قطع نظر کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسرے خطابات تیرے شامل حال ہوں گے۔ ان کا تعلق بھی ان خطابات تکلیفی سے ہوگا جو تجھ پر عائد ہیں یہ خطابات تیری حالت کو تبدیل کردیں گے اور اس وقت عمل میں آئیں گے جب تیرے اجزائے ترکیبی بکھر چکے ہوں گے۔ تیرے جسم ورُوح کا تعلق ختم ہو چکا ہوگا لیکن خطاب ہوتے ہی تیرے اجزائے بدن دوبارہ یکجا ہو جائیں گے۔ تیری روح دوبارہ بدن میں داخل ہو جائے گی تو اپنی موجودہ کیفیت میں واپس آجائے گا اور پکارنے والے کی آواز پر فوراً عمل کرے گا۔ ساتھ ہی باری تعالیٰ تجھے یوں خطاب فرمائے گا۔ اِقْرَاْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ظاہری معنی یہ کہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھ، آج تیرا نفس تجھ سے حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ تو نامہ اعمال کو اپنے داہنے یا بائیں ہاتھ میں لے گا۔ یا پھر پشت سر لے گا اسے پڑھے گا یا پھر کہے گا"۔ یَالَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَهْ وَلَمْ اَدْرِمَا حِسَابِیَهْ کاش میرا نامہ اعمال میرے ہاتھ میں نہ دیا ہوتا

Preseneted by Ziaraat.com

اور میں اپنا حساب کتاب نہ جان سکتا یا تو یہ کہے گا ھَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ۔ یعنی لو اور تیرا نامہ اعمال پڑھو، بہ تحقیق مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے میرا حساب و کتاب دکھلایا جائے گا۔ یہی وہ وقت ہے جب ربِّ جلیل تجھے خطاب فرمائے گا۔ ساتھ ہی خداوندِ منّان عرصۂ محشر میں اپنے بعض بندوں کو خطاب کرکے فرمائے گا لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ اب نہ تمہارے لئے کوئی خوف ہے نہ ہی حزن کا مقام۔ انسان کے ایک اور گروہ کو خطاب ہوگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ اے گنہگارو! آج کے دن الگ ہو جاؤ۔ خداوندِ عالَم اہلِ محشر پر مامور ملائکہ سے فرمائے گا۔ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (اے ملائکہ) انہیں روکو ابھی ان سے (بعض مؤمنین کے متعلق) کچھ پوچھنا باقی ہے۔ ملائکۂ رحمت کا جب ان سے آمنا سامنا ہوگا تو وہ کہیں گے۔ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ "تمہیں جنّت مبارک ہو، یہ وہی بہشت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ذاتِ واجب گناہگاروں کے گروہ سے مخاطب ہوکر فرمائے گا"۔ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ انہیں پکڑلو اور پھر زنجیروں سے جکڑ دو۔ پس وائے ہو اس کے حال پر کہ جسے اس کے اہل و عیال اور عزیز و اقارب اس مصیبت سے نہ بچا سکیں گے۔ پھر خطاب ہوگا۔ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ پھر انہیں دوزخ کی

Preseneted by Ziaraat.com

آگ میں پھونک دو۔ اسی طرح خالقِ کل ایک اور خطاب کے ذریعے فرمائے گا۔

ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ

پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی (لمبائی) ستر ہاتھ ہو کس دیا جائے۔ یہاں فَاسْلُكُوْهُ سے مراد زنجیروں میں جکڑنا نہیں جو عرف عام میں لئے جاتے ہیں بلکہ یہ کہ اس شخص کو زنجیر کے حلقوں کے درمیان کس دیا جائے۔ عالَمِ محشر میں ایسے افراد بھی ہوں گے جن کے لئے خطاب ہوگا۔

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ۔

جنت کے رکھوالے ان سے کہیں گے۔ سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو۔ اس کے بالمقابل کسی اور کے لئے خطاب ہوگا۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ۔ اسے پکڑ لو اور جہنم کے درمیان لے چلو پھر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اس کے سر پر انڈیل دو۔ ایک اور خطاب میں جنّ وانس کی عاجزی اور ناتوانی کی طرف اشارہ کرکے خطاب ہوگا۔

یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا۔ اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم میں باہر نکلنے کی استطاعت ہے تو زمین و آسمان کی حدود سے

Preseneted by Ziaraat.com

باہر نکل جاؤ۔ دوسری طرف خطاب ہوگا۔ اَخْرِجُوْآ اَنْفُسَکُمْ، اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ اپنے نفوس کو باہر نکالو کہ آج کے دن رسوا کردینے والے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اس کے بعد تحکمانہ خطابات کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جیسے اِصْلَوْھَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْلَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ داخل ہو جاؤ جہنم کی آگ میں۔ اب تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے دونوں برابر ہیں۔ بے شک تم جو کچھ کرتے رہے ہو اب تمہیں اس کی جزا دی جائے گی۔ یا پھر یہ کہ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ اب اس کا مزہ چکھو کہ تو عزیز و کریم ہے۔

درج بالا سات خطابات' پہلے بیان کئے جانے والے دو تکلیفی اور ارشادی خطابات کا حصہ ہیں۔ اس پس منظر میں اب اپنی حالت پر غور کرو اگر تمہاری زندگی احکام باری کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزری ہو تو آخرت میں نجات پا جاؤ گے ورنہ ان قہریہ اور عتاب آمیز خطابات کا مصداق قرار پاؤ گے۔

اِختتام اور خطاب

ا۔ اے انسان اگر تو ذرا تدبّر سے کام لے تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو بعض محرومیوں کی بناء پر عظیم مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ ان مصیبتوں کی پہلی نشانی

Preseneted by Ziaraat.com

یہ جھگڑے تجھ پر مختلف بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ گویا تو ایسی چکی میں پس رہا ہے جو مسلسل گردش میں ہے اور تجھے موت سے نزدیک کر رہی ہے۔ تو ہر گھڑی نزع کے عالم میں ہے۔ تم طوفان میں گھری ہوئی اس کشتی میں سوار ہو جو نہ معلوم کس وقت غرق ہو جائے۔ یہ تحقیق کہ تمہیں چار مصیبتوں اور بلاؤں نے اطراف سے گھیرا ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک کسی وقت تم پر غلبہ حاصل کر کے تمہیں موت کی نیند سلا سکتی ہے۔ یہ وہ دشمن ہیں جو تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک تمہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

۲۔ تیری سب سے عظیم مصیبت وہ ہے جس پر کبھی تم نے توجہ نہ دی لیکن جب مولائے متقیان امیرالمومنین علیہ صلوات اللہ الملک المنان کا ذکر کرتے تو روایت کے الفاظ میں۔ یَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِیْمِ وَیَبْکِیْ بُکَاءَ الثَّکْلٰی تو آپ اس طرح مضطرب و بے چین ہوتے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا تڑپتا ہے۔ اس عورت کی طرح فریاد و بکا کرتے جس کا جوان بیٹا مر گیا ہو۔ یہ مصیبت بجز اس کے کچھ نہیں کہ سفر طویل ہے اور راہ پر خطر۔ تجھے خطرناک اور عظیم منزل درپیش ہے۔ زادِ راہ قلیل ہے اور اس سفر کو پیادہ پا ہی طے کرنا ہے کہ تجھے کوئی سواری بھی میسر نہیں تیرے ہاتھ خالی اور راستہ خطرناک ہے۔

۳۔ اس میں شک نہیں کہ تیری مصیبتیں عظیم ہیں تو اپنی پیدا کردہ حالات

Preseneted by Ziaraat.com

میں جلتا ہے تو نے اپنی آگ خود مہیا کی ہے۔ معصیت کے شعلے تیرے دل، زبان بدن، پیٹ اور پیروں کو جلائے دے رہے ہیں۔ تو وہ انسان ہے جسے میدان معصیت میں قتل کیا گیا ہے۔ تو شیطان اور نفسِ امّارہ کا اسیر ہے۔ تیرے اعضاء جوارح آتشِ عصیان میں جل رہے ہیں۔ تیرے دل، پیٹ اور پشت میں آگ بھڑک رہی ہے۔ انسانیت کے اجزاء تیرے وجود سے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں۔ تیرا بدن معصیت کے لاکھوں زخموں سے چور چور ہے۔ تجھے راہ ہدایت پر لانے والے اعضاء گمراہی و ضلالت کے گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہو چکے ہیں۔

۳۔ تو جس عظیم مصیبت میں گرفتار ہے اس سے نجات کے لئے تیرے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔ اس دار فانی میں تیری زندگی دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو تو مفلس و نادار ہے یا پھر تو انگر و مالدار۔ اگر تو نادار ہے تو ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں کسب معاش اور مشکل ہو جائے گا اور تیری مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا اور اگر تو مالدار ہے تو بڑھاپے میں ان لذتوں سے بہرہ مند نہیں ہو سکے گا جو تیرے اختیار میں ہیں۔ تو ان لوگوں کا محتاج ہو جائے گا جو اس سے پہلے تیرے محتاج تھے۔ جن افراد کو تو اہمیت نہیں دیتا تھا وہ تیری بیماری پہ افسوس کریں گے تو جن لوگوں کی زندگی کی تمنا کرے گا وہ تیری موت کے طلبگار ہوں گے۔ وہ سب تجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور تیری موت کے منتظر رہیں گے۔ اگر تو اس دارفانی سے کوچ کرے گا تو

Preseneted by Ziaraat.com

اس قبر کی راہ لے گا جس کے لئے تم نے کوئی اہتمام نہ کیا۔ اس آرام گاہ کے لئے عمل صالح کا بچھونا نہیں بچھایا۔

پھر جب اس تاریک مکان میں داخل ہو گے تو جب تک وہاں ہو چہرہ بجھا ہوا ہوگا' گوشت پوست گل سڑ جائے گا' اعضاء بدن بیکار ہو کر سیاہ پڑ جائیں گے۔ کیڑے مکوڑے تیرے مصاحب ہوں گے۔ وہاں سے اٹھ کر محشر کی طرف جاؤ گے جس کی زمین آگ سے عبارت ہوگی اور اوپر سے سورج کی حرارت جھلسا رہی ہوگی۔ تیری معصیت تیری آگ میں تبدیل ہو جائے گی۔ تیرے لئے نجات کی کوئی راہ باقی نہ بچے گی۔ اگر وہاں رکنا چاہے تو نہ رک سکے گا اور اگر وہاں سے نکلنا چاہے گا تو کہاں جائے گا۔ اگر تجھے یقین ہوتا کہ تجھے ان مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو زندگی بھر سیاہ لباس پہنتا' خاک نشینی اختیار کرتا اور اہل و عیال اور مال اولاد سے ترک تعلق کر لیتا۔ مولائے متقیان جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِنَّکُمْ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ مِمَّا طُوِیَ عَنْکُمْ غَیْبُہٗ اِذاً لَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَبْکُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِکُمْ وَتَلْتَدِمُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَتَرَکْتُمْ اَمْوَالَکُمْ لَا حَارِسَ لَھَا وَلَا خَالِفَ عَلَیْھَا وَلَھَمَّتْ کُلَّ امْرِءٍ نَفْسُہٗ لَا یَلْتَفِتُ اِلٰی غَیْرِھَا

مُصِیبَۃٍ وَلَوْ کَانَ فِی نَفْسِکَ وَ وُلْدِکَ وَاِخْوَانِکَ۔

"اگر تم ان باتوں کو جان لیتے جو تم پر تو پوشیدہ لیکن مجھ پر روشن ہیں

Preseneted by Ziaraat.com

تو تم پہاڑوں پر نکل جاتے۔ خود کو پیٹتے' اپنے اعمال پر گریہ کرتے۔ اپنے مال واموال کو چھوڑ کر اپنے اعمال پر آہ وبکا کرتے۔ اپنے مال سے اس طرح لاتعلق ہو جاتے کہ نہ اس کے لئے کسی محافظ کا بندوبست کرتے اور نہ ہی کسی کو اس کا وارث بناتے اور جب اپنے نفس کی فکر کرتے تو اس مصیبت کی یاد تمہیں اس فکر سے باز رکھتی ہر چند کہ یہ فکر اپنے لئے اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں کے لئے ہوتی۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اپنے موضوع کو اس بیان کے ذکر سے مسلسل کرتے ہیں کہ حضرت خامس آل عبا جناب ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے اس خطاب پر پوری طرح عمل کیا جسے باری تعالیٰ نے سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص صحیفہ میں لکھ دیا تھا۔ جناب جبرئیلؑ نے ربِّ جلیل کی طرف سے یہ صحیفہ حضرت خاتم المرسلینؐ کو دیا۔ حضرت خاتم المرسلینؐ نے یہ صحیفہ جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کو منتقل کیا۔ انہوں نے اس صحیفہ کو امام حسنؑ کے سپرد کیا۔ امام حسنؑ نے بھی اپنی وصیت کے ذریعہ اس صحیفہ کو امام حسینؑ تک پہنچایا۔ سید الشہداءؑ نے بھی اپنی ذات سے متعلق ذات باری کے خطاب کی پوری طرح اطاعت کی۔ سید الشہداءؑ نے جب اپنی ذات سے متعلق مخصوص تکالیف پر عمل کیا تو ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ سے متمسک رہنے والوں کے لئے خداوند عالم نے یہ اجر قرار دیا کہ انہیں آفات ومصائب سے محفوظ

Preseneted by Ziaraat.com

مطابق اس کا ثواب خداوند ایسی ایک ہزار مرتبہ حج قبول ہونے کے برابر ہے۔ یہی وہ عظیم مقصد ہے جس کے سبب خداوند عالم نازل ہونے والی بلائیں مصیبتوں کو دور کرتا ہے جو تیرے لئے طے تھیں۔

لیکن تجھے اس کا احساس نہیں ہو سکتا کہ تجھ سے وہ بلائیں دور ہو جاتی ہیں جو تجھے گھیرے ہوئی تھیں تو جس راستے پر تو چل رہا ہے اس پر پیش آنے والے خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی وہ عمل ہے جہاں انسان تکلیفی اور ارشادی خطابات پر عمل کرتے ہوئے ان صفات کا حامل بن جاتا ہے جسے خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور وہ خطرات اور ہلاکتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ محرمات پر عمل کرنے کے نتیجے میں جن گناہوں کا ارتکاب کیا گیا وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جنت کے وہ دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے خود پر بند کر لیا تھا۔ اسی طرح جہنم کے وہ دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے خود پر کھول لیا تھا۔ اس کا انکار کرنے والی جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے اور اس کے درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ درجات کی بلندی کا دارومدار اسی امر پر ہے۔ یہی امر ان بلند ترین درجات کا ضامن ہے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس موضوع کو مزید وضاحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ سننے والے کانوں کو چاہئے کہ اسے غور سے سنیں۔ پس توجہ کے ساتھ سنو کہ پروردگار نے کثیر خطابات کے ذریعے تجھے احکام

Preseneted by Ziaraat.com

کا پابند بنایا۔ ہوشیار رہو کہ چند دنوں بعد قیامتِ صغریٰ کی گھڑی آنے والی ہے۔ اس وقت تجھے بعض خطایات کے موجب سخت اور دشوار صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہوشیار، خبردار کہ اس کے بعد قیامتِ کُبریٰ واقع ہوگی۔ یہ وہ وقت ہوگا جب تجھے قبر سے اٹھایا جائے گا۔ اس وقت تو مزید ہولناک اور دردناک تکلیفی خطایات کا مصداق قرار پائے گا۔ لیکن مظلومِ کربلا کی محبت اس مشکل مرحلہ کو آسان بنا دے گی۔

Preseneted by Ziaraat.com